سَیِّدَۃُ العَرَب

ام المومنین جنابِ خدیجۃ الکبریٰ کے حالاتِ زندگی

مؤلف

حجۃ الاسلام محمد محمدی اشتہاردی

مترجم

سید علی شیر نقوی

ادارہ منہاج الصالحین لاہور

مترجم کتاب ہذا انجینئر سید علی شیر نقوی 1946ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ 1966ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی۔ایس۔سی کرنے کے بعد 1970ء میں الیکٹریکل انجینئرنگ میں بھی بی۔ایس۔سی کی ڈگری حاصل کی۔واپڈا میں تقریباً پانچ سال بطور انجینئر خدمات انجام دیں۔ بعدازاں ایران، عراق، کویت، سوئٹزرلینڈ اور سویڈن وغیرہ میں مختلف پراجیکٹس پر بحیثیت انجینئر کام کیا۔ آجکل وطن عزیز میں ایک انجینئرنگ کمپنی میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں۔

موصوف نے توحید و رسالت پر پختہ ایمان کے ساتھ ساتھ ولائے علیؑ ورثہ میں پائی ہے اور شب و روز ولائے علیؑ کی کرنوں سے نہ صرف اپنی حیات بلکہ پوری کائنات کو درخشاں کرنے کے خواہاں ہیں۔ یہی وہ جذبہ محبت انسانیت ہے جس کے تحت اب انہوں نے ''آفتاب ولایت'' اور ''آرزوئے جبرئیل'' جیسی معرکۃ الآراء کتب کا اردو میں ترجمہ کر کے مؤمنین کی خدمت میں پیش کی ہیں۔ انشاء اللہ موجودہ کتاب 'سیدۃ العرب' جناب خدیجۃ الکبریٰؑ کے حالات زندگی پر بہترین کتاب شمار ہوگی

مولانا ریاض حسین جعفری
(سربراہ ادارہ منہاج الصالحین، لاہور)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سَیِّدَۃُ العَرَبُ

(اُمّ المؤمنین حضرتِ خدیجۃ الکبریٰؑ کے حالاتِ زندگی)

تالیف

حجۃ الاسلام علامہ محمد محمدی اشتہاردی
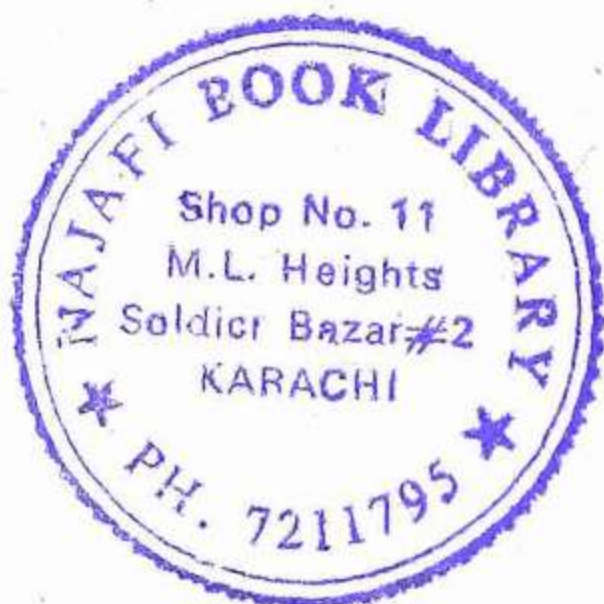
ترجمہ

سید علی شیر نقوی

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین، جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور

فون:5425372

نام کتاب	:	سیدۃ العربؑ
مؤلف	:	حجۃ الاسلام محمد محمدی اشتہاردی
مترجم	:	انجینئر سید علی شیر نقوی
ناشر	:	ادارہ منہاج الصالحین، لاہور
کمپوزنگ	:	سید قارب حسین زیدی
بار اوّل	:	دسمبر 2003ء
تعداد	:	1000
ہدیہ	:	-/135 روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین، الحمد مارکیٹ، فرسٹ فلور، دکان نمبر 20

غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔فون: 7225252

اھداء

میں اپنی اس حقیری کاوش کو بھی اپنی پہلی کتاب ''آفتابِ ولایت'' اور دوسری کتاب ''آرزوئے جبرئیلؑ'' کی طرح، علیؑ کی بیٹیؑ جنابِ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی خدمتِ عالیہ میں پیش کرتا ہوں۔

اے سیدہؑ و طاہرہؑ! بے شک ہر مسلمان قیامت تک آپؑ کا اور آپؑ کی جدّہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کا مقروض رہے گا۔

احقر

سید علی شیر نقوی

یا علیؑ ہر منزلِ اعلیٰ سے بھی اعلیٰ تم ہو

اِدراک کی رِفعت سے بھی بالا تم ہو

تسبیح کہ جس میں پروئے ہیں محمدؐ بارہ

لاریب انہی موتیوں کی مالا تم ہو

(سید محبوب علی شاہ مرحوم)

والدِ گرامی مترجم سید علی شیر نقوی

فہرست مضامین

پھیلی ھے رسالت تیری دولت کی بدولت

بقول کسے، اگر علی علیہ السلام کی تلوار اور اُم المؤمنین، ملیکۃ العرب، سیدۃ الکونین حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی دولت کو اسلام سے نکال دیا جائے تو پھر اسلام عرب کی پہاڑیوں پر دوڑتا ہوا نظر آتا ہے اور رسولِ اسلام نرغۂ اعداء میں گھرے ہوئے صدائیں بلند کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ سپاہِ اسلام کے جری و بہادر کہاں چلے گئے ہیں؟ اس لئے رسولِ اعظم نے اسلام کی اِن دو عظیم ہستیوں کا شکریہ اِن واشگاف الفاظ میں ادا کیا ہے:

"مَاقَامَ وَلَا اسْتَقَامَ الدِّيْنُ اِلَّا بِسَيْفِ عَلِيٍّ وَمَالُ خَدِيْجَةٍ".

"دین اسلام کو استحکام اور مضبوطی جو نصیب ہوئی ہے، یہ نتیجہ ہے علیؑ کی تلوار اور خدیجہؑ کی دولت کا"۔

حضرت خدیجہؑ کائنات کی وہ عظیم خاتون ہیں جن کی زندگی کے جس گوشہ میں بھی جھانکیں، وہ کامل واکمل نظر آتی ہیں اور انسانیت کی اقدار کی پاسبان دکھائی دیتی ہیں۔ آپؑ کی سیرتِ طیبہ سے بھٹکی ہوئی انسانیت اور گم گشتہ دنیا جادۂ حق پر سوار ہوسکتی ہے۔ آپؑ نے زندگی کے ہر پہلو میں انمٹ نقوش چھوڑے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ربِّ کریم نے آپؑ کو اپنے خصوصی الطاف سے نوازا ہے اور خالق کائنات کا آپؑ پر خصوصی کرم ہے۔

محسنۂ اسلام بی بیؑ کی عظمت و رفعت اور کمالات و جمالات کو حیطۂ تحریر میں لانے سے قلم عاجز و ناتواں ہیں کہ جن کی سیرت اور پاکیزگی کی گواہی خود عملِ رسولِ مقبول ہے۔ آپؑ جب تک زندہ رہیں، حضور سرورِ کائنات، فخر موجودات کو آپؑ سے اتنا سکون نصیب

ہوا کہ آپؐ نے دوسری کوئی شادی نہیں کی۔ تاریخ اسلام میں معظّمہ کائنات کی عمر کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ جب آپؑ رسولِؐ اسلام کے حلقۂ تزویج میں آئیں تو اس وقت آپؑ کی عمر مبارک کتنی تھی؟ اکثر تاریخوں نے چالیس سال لکھی اور آنحضورؐ کی پچیس سال، یعنی زوجین کی عمر میں پندرہ سال کا تفاوت ہے۔ عمومی طور پر ایسا ہوتا ہے کہ اگر عورت کی عمر مرد سے زیادہ ہو تو پھر مرد حضرات دوسری شادی کا سوچتے ہیں۔

اے محسنۂ اسلام! آپؑ کی بلندیٔ کردار اور رموزِ زندگی اور آدابِ زیست کا کیا کہنا کہ کائنات کا عظیم نبی آپؑ کی موجودگی میں کسی اور بی بی کو حلقہ زوجیت میں نہیں لایا۔ حضورؐ نے آپؑ کی رحلت کے سال کو عام الحزن سے تعبیر کیا اور آپؑ کے ارتحال کے بعد تو رسولِؐ خدا کا سکون چھن گیا تھا۔

آپؐ شہزادیٔ عصمت حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی والدہ ماجدہ کو اکثر یاد کرتے تھے اور آپؐ کا دل غمگین ہو جاتا، آنکھیں غم سے ساون کے بادلوں کی طرح برسنے لگتیں۔ جب آپ کی نوجوان زوجہ نے آپ کو طعنہ دیا کہ یا رسولؐ اللہ! آپؐ ایک بڑھیا کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں جبکہ اللہ نے آپ کو نوجوان اور خوبرو زوجہ دی ہے؟ آپؐ نے دکھی انداز میں فرمایا تھا کہ خدیجہؑ وہ عظیم خاتون ہے جس نے مجھے زندگی کے ایک ایک لمحے میں سہارا دیا، تحریک اسلام کی آبیاری کیلئے اپنی ساری دولت خرچ کر دی، عرب کی عورتوں کے طعنے سنے کہ تو نے عبداللہ کے یتیم سے شادی کر کے کیا پایا؟ لیکن خدیجہؑ کو ذرا پریشانی لاحق نہ ہوئی۔ اُس نے اپنی ساری دولت کی ریل پیل اور سرداری کا کبھی اظہار نہ کیا بلکہ وہ مجھے ہمیشہ دلاسے دیتی، میرے زخموں پر مرہم لگاتی، میری ڈھارس بندھاتی۔

قارئین کرام! اس کتاب کی اشاعت کے پیچھے ایک حسرت تھی، ایک درد تھا، ایک آرزو تھی کہ جو بی بیؑ محسنۂ اسلام ہو، جس بی بیؑ کے وجودِ مقدس سے رسولِؐ اسلام کو سکون

ملتا ہو، جس کے گھر کے آنگن میں اسلام پروان چڑھا ہو، جو سیدۃ العرب ہو کر رسولؐ کے کچے گھروندوں میں اطمینانِ قلب سے زندگی گزار دے، جس بی بی کی چارپائی کے پایوں میں سونے کی اینٹیں ہوں اور رسولؐ کے گھر فاقوں پر فاقے ہوں، رضائے رسولؐ کی خاطر حرفِ شکایت زبان پر نہ لائے، جس کا شوہرِ نامدار کونین کا سردار ہو، جس کے گیارہ فرزند عہدۂ امامت پر فائز ہوں، جن کی اکلوتی بیٹیؑ زہراؑ، عہدۂ عصمت پر فائز ہو اور علیؑ جیسا عظیم داماد، امامِ جن وانس ہو.....انؑ کی سیرتِ طیبہ اور زندگانی پر کسی نے قلم نہ اُٹھایا۔ یہ بات میرے لئے دُکھ کا باعث بنی رہی۔ میں نے مصمم ارادہ کرلیا کہ اُم المؤمنینؑ کی زندگانی پر ضرور کام کروں گا۔ انہی ایام میں آٹھویں لعلِ ولایت حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارتِ مقدسہ کا پروگرام بن گیا اور میں ایران چلا گیا۔

ایران کے مشہور مؤلف حجۃ الاسلام علامہ محمد محمدی اشتہاردی کی کتاب پر نگاہ پڑی تو میں نے فوراً خرید لی۔ چونکہ آقائے اشتہاردی سے ہماری دوستی ہے، ان سے فون پر بات کی تو انہوں نے اس کتاب کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ غرضیکہ میں یہ کتاب لے کر پاکستان آ گیا۔

ترجمہ کرنے کیلئے سوچ ہی رہا تھا کہ مجھے دوسری کتب کے تراجم اور اشاعت سے فرصت ملے تو اس کا ترجمہ شروع کروں کہ ان دنوں ساداتِ عظام کے عظیم سپوت انجینئر سید علی شیر نقوی صاحب ادارہ میں تشریف لائے، ان سے اس سلسلہ میں بات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ سعادت مجھے نصیب ہو، اور میں اس کتاب کا ترجمہ کروں۔ ہم نے ان کی اس خواہش کا احترام کرتے ہوئے یہ کتاب ان کے حوالہ کردی۔ سید بزرگوار نے دوسرے مشاغل کے ساتھ ساتھ کتاب کا فارسی سے اُردو میں ترجمہ کیا۔ نقوی صاحب اس سے پہلے بھی دو کتابوں ''آفتاب ولایت'' اور ''آرزوئے

جبرئیل"" کے تراجم کر چکے ہیں اور ہمیں یہ سعادت نصیب ہوئی کہ ہم نے سید علی شیر نقوی صاحب کی دونوں کتابوں کو زیورِ اشاعت سے آراستہ کیا۔

دعا ہے کہ پروردگارِ عالم نقوی صاحب کی اس سعیِ جمیلہ کو اپنی بارگاہِ عالیہ میں قبول فرمائے اور انہیں مزید توفیق عطا فرمائے کہ یہ ہمارے ساتھ علومِ آلِ محمد کی ترویج و تبلیغ کیلئے شریکِ سفر رہیں۔ پروردگارِ عالم حضرتِ خدیجۃؑ الکبریٰ کی عظمت کے صدقہ میں ہمیں مکتبِ اہلِ بیتؑ کی مزید خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ ہم ان معصوم کرداروں کا کائناتِ عالم میں تعارف کرواسکیں، آمین ثم آمین۔

والسلام مع الاکرام

طالبِ دعا!

مولانا ریاض حسین جعفری، فاضل قم

سربراہ ادارہ منہاج الصالحین، لاہور۔

عرضِ مترجم

قارئین کرام! السلامُ علیکم!

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر بڑی کامیابی کے پیچھے کسی نہ کسی بڑی ہستی کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے جسے بعض اوقات انسانی آنکھ دیکھنے سے قاصر ہوتی ہے۔ اسلام کی نشاۃ اور کامیابی و کامرانی میں بھی جن مختلف ہستیوں کی قربانیاں شامل ہیں، اُن میں جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا نمایاں نظر آتی ہیں۔

دینِ اسلام کے ظہور کے بعد شیطانی اور اسلام مخالف قوتوں نے پوری کوشش کی کہ یہ پودا پنپنے نہ پائے۔ گزشتہ زمانوں میں ادیانِ الٰہیہ کو رفتہ رفتہ ختم کر دیا گیا تھا۔ عیسائیت اور یہودیت موجود تو تھیں لیکن وہ خدائی تعلیمات سے منحرف ہو چکی تھیں۔ ایسے میں پروردگار نے اپنے حبیب، ختم المرسلین، حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انسانیت کی ہدایت کیلئے بھیجا۔ اگر خدانخواستہ نبی آخرالزمانؐ ناکام ہو جاتے تو گویا شیطان اپنی چالوں میں کامیاب ہو جاتا۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو قیامت تک کے آنے والے انسانوں کیلئے بچانا تھا، اسی لئے پروردگار نے خود ارشاد فرمایا:

”هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ وَلَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ“۔

”وہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے، گو مشرکوں کو بُرا لگے“۔ (الصّف:9)

پس اِس دین اسلام کو بقا کیلئے بھیجا گیا۔ اسی لئے اسے قیامت تک زندگی عطا کرنے کیلئے اوائل میں بہت بڑی بڑی قربانیوں کی ضرورت تھی۔ اِن عظیم قربانیوں کو پیش کرنے کیلئے پروردگار نے کائنات میں نگاہ ڈالی تو سوائے سیدہ خدیجہ سلام اللہ علیہا کے اور کوئی زیادہ موزوں شخصیت نہ مل سکی۔ جنابِ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ایک پاک و طاہرہ بی بی تھیں جن کو اللہ نے دولتِ دنیا اور دولتِ عقل سے نوازا تھا اور یہ خاتون دنیائے عرب میں اُس دورِ جاہلیت کے باوجود لوگوں کی مسلّمہ رہبر تھیں۔ اللہ نے آپ کو ایک بڑی ذمہ داری دینا تھی، یعنی آپؑ کو ایسی بیٹی کی ماں بننا تھا جس کو پیغمبرؐ نے ''بَضعَةُ مِنّی'' کے لقب سے پکارا۔ جس کی تعظیم کیلئے نبیؐ ہمیشہ کھڑے ہو جاتے تھے، جو سیدّۃ النساء العالمین تھیں۔

دوسری بڑی ذمہ داری جو جنابِ خدیجہؑ کو عطا کرنا تھی، وہ دین کیلئے اپنی ساری دولت کو خرچ کرنا تھا۔ اگر دولتِ خدیجہؑ نہ ہوتی تو اسلام اتنی تیزی سے کیسے پھیلتا؟ پیغمبرؐ خدا نے دولتِ خدیجہؑ کو مقروضوں کا قرض ادا کرنے کیلئے، مسکینوں، بیواؤں، یتیموں، مسافروں اور مستحقوں کیلئے خرچ کیا۔ اس طرح لوگ اسلام کی طرف راغب ہوئے اور یہ دین الٰہی تھوڑی مدت میں دور دور تک پھیل گیا۔ اسی لئے پیغمبرؐ خدا نے حضرت خدیجہؑ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَاقَامَ الْاِسْلَامُ اِلَّا بِسَیْفِ عَلِیٍّ وَثَرْوَةِ خَدِیْجَة

''اسلام قائم نہیں ہوا مگر علیؑ کی تلوار اور جنابِ خدیجہؑ کی دولت و ثروت کی وجہ سے''۔

بہر حال جنابِ خدیجہؑ نے اپنی ساری دولت اسلام پر خرچ کر کے دین کے ننھے اور نازک پودے کی آبیاری کی اور اپنی بیٹیؑ کی نسل پاک کے پاک خون سے اس کی حفاظت کی۔ اب یہ پودا نہ صرف مضبوط ہو گیا بلکہ اس کے چہرے پر سُرخیاں نظر آنے لگیں اور

اِسے قیامت تک کیلئے حیات مل گئی۔

پس عزیزو! اسلام کی عظیم کامیابیوں کے پیچھے جنابِ خدیجہؑ کی بے پناہ قربانیاں پنہاں ہیں، اسی واسطے جب میں نے جنابِ خدیجہؑ پر یہ کتاب دیکھی تو آپؑ کی عظیم شخصیت کو عوام میں مزید متعارف کروانے کیلئے اس کا ترجمہ کرنے کا ارادہ کیا۔ میں اُس رحیم و کریم سے اُمید رکھتا ہوں کہ میرا یہ کام بارگاہِ ایزدی میں عبادت شمار ہو، اور یہ نہ صرف جنابِ رسولِ خدا بلکہ خود جنابِ خدیجہؑ، جنابِ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا اور اُنؑ کی اولادِ اطہار کی خوشنودی کا باعث بنے۔

اس کتاب میں معاونت کرنے والے سب احباب کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں، خصوصاً جناب مولانا ریاض حسین جعفری صاحب، سید قارب حسین زیدی، اپنی بھانجی سیدہ ساجدہ بخاری، فاضلۂ قم کا بے انتہا مشکور ہوں۔

باقی احباب کے علاوہ اپنی اہلیہ سیدہ نرگس نقوی، دختر سیدہ کنیز زہرا، فرزندان سید آلِ رضا، سید علی رضا، سید ہاشم رضا، سید محمد رضا اور نواسوں سید موسیٰ رضا اور سید حسن رضا کا شکرگزار ہوں جنہوں نے اس کام کو مکمل کرنے میں میری حوصلہ افزائی فرمائی اور مدد کی۔

اللہ تعالیٰ سے دست بستہ دعا ہے کہ وہ اس حقیر کاوش کو بحقِ چہاردہ معصومینؑ اپنی بارگاہ میں منظور و مقبول فرمائے اور اسے میرے لئے توشۂ آخرت قرار دے۔

آمین ثم آمین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

سید علی شیر نقوی

35-A، جعفریہ کالونی، بند روڈ، لاہور۔

یکم ذیقعد 1424ھ بمطابق 25 دسمبر 2003ء

معلوماتِ شخصی

نام	:	خدیجہ علیہا السلام
مشہور لقب	:	مبارکہ، طاہرہ، کبریٰ، غَرّاء
کنیہ	:	اُمُّ المؤمنین، اُمِ الزہراء علیہا السلام
والد	:	خویلد بن اسد
والدہ	:	فاطمہ بنتِ زائدہ
تاریخ پیدائش	:	بعض روایات کے مطابق 43 سال بعثت سے پہلے اور بعض روایات کے مطابق 55 سال بعثت سے پہلے۔
مقامِ پیدائش	:	مکہ معظّمہ
پیغمبر اکرمؐ سے شادی کی تاریخ	:	10/ ربیع الاوّل، بعثت سے 15 سال پہلے (25 عام الفیل)۔
تاریخ وفات ومقام	:	10/ ماہِ رمضان، 10 سال بعد از بعثت، بمقام مکہ۔ حقیقت میں یہ معظّمہ بی بی شعب ابی طالب کے تین سخت ترین سال گزارنے

کے بعد درجۂ شہادت کو پہنچیں۔

مقامِ قبر :	قبرستانِ معلیٰ (قبرستانِ ابوطالبؑ) جو مکہ معظّمہ کے بالائی حصہ میں دامن کوہِ حجون میں واقع ہے۔
پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ مدتِ زندگی :	25 سال۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمۂ مؤلف

تاریخ انسان گواہ ہے کہ جوں جوں انسان ترقی کرتا گیا، دوسروں کو غلام بنانے والی قوموں نے معاشرے کی بہت اہم اور قابلِ عزت نوعِ بشر یعنی عورتوں کو اپنے مقاصد کیلئے استعمال کیا۔ انہوں نے معاشرے کی پست ترین عورتوں کو فنکار، ستارے یا ہنرمند کے القاب دے کر اور جدید تہذیب کے سائے میں اُن کو اپنے مقاصد کیلئے تیار کیا۔ اس طریقہ سے انہوں نے انسانیت پر ایک کاری ضرب لگائی۔ قوموں کی باکردار تہذیبوں کو اس نئی تہذیب سے بدل ڈالا۔

اس جدید تہذیب میں ان عورتوں کو بطورِ نمونہ پیش کیا گیا جن کا تمام تر ہنر خود نمائی، بے حیائی اور نفسانی خواہشات کو بیدار کرنے کی طرف گھومتا ہے۔ عورت، جو معاشرے کی نصف آبادی کے برابر ہے، اُن کی شخصیت، کردار، عزت اور وقار کو بُری طرح مجروح کیا گیا۔

اسلام انسان کو بہترین آئین زندگی بخشتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ خبردار بھی کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اسلام نے اس پہلو سے بھی غفلت نہیں کی۔ یعنی اعلیٰ کردار کی حامل خواتین اور بدکردار خواتین کے بارے میں اپنا نظریہ پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

''ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَةَ نُوْحٍ وَّامْرَاَةَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ

فَخَانَتَاهُمَا".

"اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کیلئے جو کافر ہو گئے ہیں، نوحؑ کی زوجہ اور لوطؑ کی زوجہ کی مثال بیان کی ہے۔ یہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے ماتحت تھیں۔ پھر ان دونوں نے اُن دونوں کے حق میں خیانت کی"۔(تحریم:10)

پھر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْقَالَتْ رَبِّ ابْنَ لِیْ عِنْدَکَ بَيْتًافِی الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ.وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا".

"اور اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کیلئے جو ایمان لائے ہیں، فرعون کی زوجہ کی مثال بیان کی ہے کہ جس وقت اُس نے یہ عرض کی کہ اے میرے پروردگار! میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک مکان بنا دے اور مجھ کو فرعون اور اُس کی بدکاری سے نجات دے اور مجھے ان نافرمان لوگوں کے ہاتھ سے چھٹکارا دے اور عمران کی بیٹی مریم کی (مثال بیان کی ہے) جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی تھی"۔(تحریم:11،12)

ان آیات کو سمجھنے سے پتا چلتا ہے کہ عورت کو ایسا ہونا چاہئے کہ اُس کا ارادہ مصمم ہو، قوی ایمان کی حاملہ ہو اور شخصیت و کردار کے اعتبار سے بلند ہو۔ مثال کے طور پر جیسے حضرتِ آسیہ علیہا السلام زوجۂ فرعون، جس نے اپنے اردگرد کے تمام باطل بتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے خدا کے بتائے ہوئے راستوں اور اُصولوں کو اختیار کیا۔ حضرتِ آسیہؑ نے

اپنے آپ کو حالات کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا، اور نہ ہی اُس میں ڈھلیں۔ اپنے پہاڑ جیسے ارادے سے حق کا دفاع کیا۔ یا مثال کے طور پر حضرتِ مریم علیہا السلام، جن کے وجودِ پاک نے بزرگی و کرامت کے ساتھ ایک عظیم انسان یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی۔ یہ اور اِن جیسی خواتین، زنانِ جہان کیلئے اعلیٰ نمونہ ہیں اور ان کی زندگیوں کو ہمیں مشعلِ راہ بنانا چاہیئے، نہ کہ اُن عورتوں کو جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی یا حضرت لوطؑ کی بیوی۔ اِن دونوں عورتوں کے شوہر اللہ کے نبی، نیک اور صالح بندے تھے لیکن اِن دونوں نے خیانت کی۔ اپنے اردگرد کے ماحول کی اندھی تقلید کرتے ہوئے نفاق و کفر کا راستہ اختیار کیا۔

اُوپر لکھی گئی آیاتِ قرآنی حقیقت میں مسلمان خواتین کیلئے ایک تنبیہ ہیں کہ اگر وہ محکم اور مضبوط ارادوں کی حامل نہ ہوں اور اپنے اردگرد کے باطل ماحول سے سمجھوتہ نہ کرنے کی بجائے اُس کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیں تو وہ بھی اُسی طرح کفر اور ظلمات کے گڑھوں میں گر جائیں گی، جس طرح حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویاں گری تھیں، جن کے شوہر ممتاز، صالح اور اللہ کے نبی تھے۔

قارئین محترم! جس زمانے میں عورت کو انسانیت سے پست سمجھا جاتا تھا اور اُس سے جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا تھا، عورت ہر طرف سے مشکلات و مصائب کا شکار تھی، عین اُسی وقت اسلام نے اعلان کیا کہ عورت کو بھی مردوں کی طرح معاشرے کے اہم اُمور میں نظارت کرنا چاہیئے اور معاشرے کو ہر قسم کے غیر اخلاقی افعال و فساد سے بچانا چاہیئے۔ اسی ذمہ داری کا تقاضا تھا کہ معاشرے میں ایسی خواتین کا وجود ہونا چاہیئے جو باقی عورتوں کیلئے اخلاق و کردار کا اعلیٰ نمونہ ہوں اور جو معاشرے میں اخلاقیات کے اصولوں کی حفاظت کر سکیں۔ انہی کے بارے میں قرآن میں ارشادِ خداوندی ہے:

"وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ

يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ".

"اور مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں ایک دوسرے کے حامی ہوا کرتے ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بدی سے منع کرتے ہیں"۔(توبہ:71)

تعارف کتاب

اس کتاب میں ایک ایسی خاتون کا تذکرہ ہے جو سب سے پہلی مسلمان عورت ہیں اور پیغمبر اسلام کی پہلی زوجہ محترمہ ہیں۔ جو ہر لحاظ سے یعنی جذبۂ ایثار و قربانی، جذبۂ صبر اور جذبۂ خدمت میں اوج پر تھیں۔ وہ ایک عقلمند و مدبر انسان تھیں، مہربان ماں تھیں، مجاہدہ و صابرہ خاتون تھیں، وہ بے نظیر، باعزت اور ایثار کی اعلیٰ مثال تھیں۔ وہ جنابِ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی والدۂ گرامی حضرت خدیجۃ الکبریٰ تھیں۔ اُن کی پوری زندگی درخشاں نظر آتی ہے۔ وہ خود ایک عظیم شخصیت کی مالکہ تھیں اور تمام جہان کی عورتوں کی شخصیت سازی کیلئے ایک بہترین نمونہ تھیں۔

سیدہ خدیجہ سلام اللہ علیہا ایسی خاتون تھیں کہ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نواسی، کربلا کی شیر دل خاتون سیدۂ زینب سلام اللہ علیہا کے بارے میں اظہارِ محبت کیا تو فرمایا: "میری اس بیٹی کا احترام کرنا کیونکہ یہ بالکل خدیجہؑ کی طرح ہے"۔

اگرچہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا جیسی عظیم خاتون کے بارے میں کچھ لکھنا آسان نہیں، قلم قاصر ہے کہ اس باعظمت بی بیؑ کے بارے میں تمام فضائل کو محیط کر سکے لیکن بقولِ شاعر:

آبِ دریا را اگر نتوان کشید
هم بہ قدرِ تشنگی باید چشید

جناب خدیجہؑ کا مقام اتنا بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتاب توریت میں بی بی خدیجہ سلام اللہ علیہا کو ایک دریا سے تشبیہ دی کہ جس کا پانی، آبِ حیات ہے، جس کے دونوں کناروں پر درخت جاوداں ہیں اور ان درختوں پر بارہ قسم کے میوے لگے ہوئے ہیں، ان درختوں کے پتے اُمت محمدیؐ کیلئے شفا ہیں۔

یہ ساری تعبیریں ذاتِ مقدسہ جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا کی عظیم المرتبت شخصیت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

ایک عرب دانشور خاتون ''سنیہ قراعہ'' نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اپنی کتاب ''نساء محمدؐ'' میں تحریر کیا ہے:

''تاریخ عالم بی بی خدیجہؑ کی عظمت کے آگے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہے اور ادب کے ساتھ دست بستہ کھڑی ہے۔ مزید برآں یہ نہیں جانتی کہ اس خاتون کا شمار کہاں اور کن بزرگوں سے کرے؟

اس کتاب کو لکھنے سے پہلے میرے ذہن میں بی بی خدیجہؑ کی جو تصویر تھی، اُس کو ایک سو درجہ دیں تو اب یہ ہزار درجہ ہے۔ اس سے پہلے جو دعا میں پڑھتی تھی:

''اِلٰهِی بِحَقِّ فَاطِمَةَ وَ اَبِیهَا وَ بَعْلِهَا وَ بَنِیهَا''

''خدایا! جنابِ فاطمہؑ، اُنؑ کے والد، اُنؑ کے شوہر اور اُنؑ کے بیٹوں کا واسطہ''۔

اب میں اس دعا کو یوں پڑھتی ہوں:

''اِلٰهِی بِحَقِّ فَاطِمَةَ وَ اَبِیهَا وَ بَعْلِهَا وَ بَنِیهَا وَ اُمِّهَا''

''خدایا! جنابِ فاطمہؑ، اُنؑ کے والد، اُنؑ کے شوہر، انؑ کے بیٹوں اور اُنؑ کی والدہ کا واسطہ''۔

حقیقت میں جنابِ خدیجہؑ ایک ایسی شخصیت تھیں جن کا دل محبت، وفا، پاکیزگی،

بہادری، اخلاص اور شرافت انسانی وملکوتی سے پُر تھا۔ مختصر یہ کہ ان جیسی صفات کی مالک کا دنیا میں آنا ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔

جناب سلیمان کتانی ایک دانشور عرب کے قول کے مطابق " بی بی خدیجہ نے اپنی تمام دولت تبلیغِ اسلام کیلئے پیغمبرؐ خدا کو اس طرح عطا کی کہ وہ اس دولت کے بدلے اس دنیا کی سب سے قیمتی شے ہدایتِ حق حاصل کررہی تھیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنی محبت و دوستی کا ثبوت دے رہی تھیں۔ لیکن اصل میں وہ دنیا وآخرت کی تمام سعادتیں حاصل کررہی تھیں"۔

اس کتاب کو آسان اور عام فہم بنانے کیلئے اس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

پہلا حصہ

جنابِ خدیجہؑ کا پیدائش سے لے کر آغازِ بعثت تک کا زمانہ پچپن سال (۵۵)۔

دوسرا حصہ

جنابِ خدیجہؑ، پہلی مسلمان خاتون کی راہ اسلام میں قربانیاں دس سال (۱۰)۔

تیسرا حصہ

جنابِ خدیجہؑ کے فضائل، اولاد، وصیت اور اُن کی دردناک موت۔

چوتھا حصہ

جنابِ خدیجہؑ کی اولاد

پانچواں حصہ

جنابِ خدیجہؑ کی وصیت اور دردناک موت

محمد محمدی اشتہاردی، حوزہ علمیہ
قم المقدسہ ایران۔ 1377 شمسی۔

پہلا حصہ

جنابِ خدیجہؑ
کا
پیدائش سے لے کر آغازِ بعثت تک کا زمانہ

زمانۂ جاھلیت اور
طلوعِ چمکدار ستارہ

جزیرۂ عرب میں مکہ کی سرزمین پر، پہاڑوں کے قریب ایک شریف ترین خاندان آباد تھا، جس کا نام قریش تھا۔ اُس زمانے کا معاشرتی حال عجیب تھا۔ عوام الناس ماضی میں گزرے ہوئے پیغمبروں کی تعلیمات کو بھول چکے تھے۔ جہل و جاہلیت کی حکمرانی تھی۔ اخلاقیات سے پست رسموں کا رواج تھا۔ اعلیٰ اخلاق اور بلند قدروں کا فقدان تھا۔ تعصب، ظلم وستم، تفرقہ بازی، مقامی لڑائیوں، کینہ، تکبر اور خود پسندی کا دور دورہ تھا۔ کسی کو قانون کی بندش نہ تھی۔ ایسے تاریک ماحول میں جنابِ خویلد اور فاطمہ کے گھر ایک ستارہ چمکا۔ یہ ستارہ وہی سیدۃ العرب، محسنۂ اسلام، جنابِ خدیجۃ الکبریٰ تھیں جو پیغمبر اسلام، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہورِ دنیوی سے پندرہ سال پہلے (بعثت سے 55 سال پہلے) پیدا ہوئیں۔ اُن کے یومِ ولادت کا توصحیح علم نہیں لیکن اُن کی وفات بعثت کے دسویں سال ماہِ مبارکِ رمضان کی دس تاریخ کو پینسٹھ سال کی عمر میں ہوئی۔ یعنی پیغمبرؐ اسلام کے چچا حضرت ابوطالب علیہ السلام کی وفات کے تین روز بعد ہوئی۔ پیغمبرؐ خدا نے اُن کو مکہ کے قبرستانِ ''حجون'' میں دفن کیا۔

اس عظیم خاتون نے چالیس سال کی عمر میں، جبکہ اُس وقت پیغمبرؐ اسلام کی عمر صرف پچیس سال تھی، شادی کی اور تاریخ اسلام میں یہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے اعلان

نبوت کے پہلے روز ہی اسلام قبول کرلیا اور پچیس سال تک پیغمبر اسلامؐ کی زوجہ رہیں۔ اس پچیس سالہ ازدواجی زندگی میں وہ ہمیشہ اپنے شوہر کی زبردست حامی، ہمدرد اور مہربان رہیں۔ پیغمبر خداؐ کو جنابِ خدیجہؑ کی طرف سے کوئی کم ترین تکلیف یا اذیت بھی نہ پہنچی۔

جنابِ خدیجہؑ کی ظاہری شخصیت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بلند قامت، پُر رعب اور خوبصورت خاتون تھیں۔

حضرتِ ابوطالب علیہ السلام جنابِ خدیجہؑ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اِنَّ خَدِیْجَةَ اِمْرَأَةٌ کَامِلَةٌ مَیْمُوْنَةٌ تَخْشَی الْعَارَ وَتَحْذِرُ الشَّنَارَ''.

''بے شک حضرت خدیجہؑ ایک مکمل خاتون ہیں، ہر قسم کے ننگ و عار اور بدنامی سے پاک ہیں، ایک پُر وقار اور عزت والی خاتون ہیں''۔

یہ بڑی دلچسپ بات ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام جو خاندانِ بنو ہاشم میں خود بھی ایک مثال تھے، اپنے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''.....وَکُنْتُ اَنَا اَشْبَهُ النَّاسِ بِخَدِیْجَةَ الْکُبْرٰی''

''.....جس وقت اللہ تعالیٰ صورتیں بنا رہا تھا، میں اپنی جدہ خدیجۃ الکبریٰ کی شکل کے مشابہ ترین تھا''۔

خاندانِ خدیجہؑ شریف ترین خاندانِ عرب

جنابِ خدیجہؑ کا سلسلہ نسب اپنے والد کی طرف سے یہ تھا:

''جنابِ خدیجہؑ بنتِ خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قُصَی بن کلاب''۔

قُصَی بن کلاب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چوتھے جدِ امجد تھے۔ آپ کا

سلسلہ نسب اس طرح تھا:

''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قُصّی بن کلاب''۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ پیغمبرؐ اسلام اور جنابِ خدیجہؑ کا خاندان ایک ہی تھا اور چند پشتوں کے بعد دونوں کا سلسلۂ نسب حضرتِ قُصّی بن کلاب سے ملتا ہے۔

جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا کا سلسلہ نسب والدہ کی طرف سے ایسے تھا:

''خدیجہؑ دختر فاطمہ بنتِ زائدہ بن اصم بن رواحۃ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لُوی بن غالب''۔

لُوی بن غالب پیغمبرؐ اسلام کے آٹھویں جدِ امجد تھے۔ لہٰذا جنابِ خدیجہؑ کا نسب والدہ اور والد دونوں طرف سے پیغمبرؐ اسلام سے منسلک تھا۔ جنابِ خدیجہؑ کا خاندان بھی وہی تھا جو خود پیغمبرؐ اسلام کا تھا۔

جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا بھی نسلِ ابراہیمی سے تھیں اور حضرت محمد مصطفیؐ بھی نسلِ ابراہیمی میں سے تھے۔

قارئین کیلئے یہ جاننا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ورقہ بن نوفل جنابِ خدیجہؑ کے چچا کے بیٹے تھے۔ ورقہ بن نوفل عرب میں ایک عظیم دانشمند تھے۔ اسلام سے قبل وہ بت پرستی کے مخالف تھے اور دینِ حق کی تلاش میں بہت جدوجہد کرنے والے تھے۔ بالآخر انہوں نے مسیحیت ہی کو بزرگ ترین اور مذہبِ حقہ پایا۔ وہ مسیحیت کے بہت بڑے عالم تھے۔

حضرتِ خدیجہؑ اُن کیلئے خصوصی احترام کی قائل تھیں اور ہر اہم کام کرنے سے پہلے وہ اُن سے مشورہ کرتی تھیں۔ اسی لئے جنابِ خدیجہؑ کی جنابِ محمد مصطفیؐ سے شادی کروانے میں ورقہ بن نوفل کا کافی اہم کردار ہے۔ حقیقت میں ورقہ بن نوفل کا دلی جھکاؤ

دین اسلام کی طرف تھا۔

جنابِ خدیجہ کے دادا، والد اور چچا کے بیٹے

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ جنابِ خدیجہ پیغمبرؐ اسلام سے شادی کرنے سے پہلے ایک شریف ترین خاندان میں زندگی بسر کر رہی تھیں، یہاں پر ہم اُن کے پانچ انتہائی نزدیکی رشتہ داروں کا تعارف کروانا چاہتے ہیں۔

۱۔ اسد جدِ خدیجہؑ

اسد بن عبدالعزی جو جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا کے دادا تھے، اپنے وقت کے نامور شخص تھے۔ تاریخ مکہ سے پتا چلتا ہے کہ بعثت سے بیس سال پہلے مکہ کے تمام سردار اکٹھے ہوئے اور انہوں نے ایک امن کمیٹی بنائی اور آپس میں ایک معاہدہ کیا۔ اُس امن کمیٹی کے ممبران میں جنابِ اسد بن عبدالعزی بھی شامل تھے۔ اس کمیٹی کو تشکیل دینے کا مقصد یہ تھا کہ مکہ اور اس کے اطراف میں امن قائم کیا جائے۔ مظلوموں کی مدد کی جائے اور ظالموں کو ظلم وستم کرنے سے روکا جائے۔ اس کمیٹی کے تین مرکزی ممبروں کے نام یہ تھے:

- فضل بن فضالہ
- فضل بن وداعہ
- فضیل بن حارث

آپس میں جو معاہدہ ہوا، اُس کا نام تاریخ میں ''حَلفُ الفضول'' لکھا گیا ہے۔ حَلف کے معنی قسم اور عہد کے ہیں۔

اُس وقت پیغمبرؐ اسلام کی عمر تقریباً بیس سال تھی۔ آپؐ بھی اس گروہ میں شامل تھے۔ یہ معاہدہ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں طے پایا۔

پیغمبرؐ خدا اس معاہدے کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ بعثت کے بعد آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ اگر آج بھی مجھے ایسے معاہدے کیلئے کہا جائے تو میں خوشی سے اُس کا رکن بننے کیلئے تیار ہوں۔ آپؐ نے اس کے بارے میں فرمایا:

''لَقَدْشَهِدْتُ حِلْفًامَااُحِبُّ اَنَّ لِیْ بِهٖ حُمُرُالنَّعَمِ''

''میں نے اُس معاہدے میں شرکت کی ہے جس کو توڑنے کیلئے اگر مجھے سرخ بالوں والے حجازی اونٹ بھی دیئے جائیں تو میں اس معاہدے کو کبھی نہیں توڑوں گا''۔

معاہدۂ فضول میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسد بن عبدالعزی کی موجودگی (عضویت) اس بات کی دلیل ہے کہ اسد بن عبدالعزی مظلوموں کے حامی اور مددگار تھے اور ظالموں کے سخت مخالف تھے۔ ظلم کو روکنے ہی کیلئے وہ اس معاہدہ میں شامل ہوئے تھے۔ وہ اپنے وقت کے قابلِ عزت دانش منداور امن کے خواہاں تھے۔

۲۔ خویلد۔ جنابِ خدیجہؑ کے والد

جنابِ خدیجہؑ کے والدِ گرامی جناب خویلد اُس زمانے کی مشہور و معروف شخصیت تھے اور بہت دلیر اور بہادر تھے۔

اُن کی بہادری اور شجاعت کا اندازہ اس سے ہوگا کہ تبّع، بادشاہِ یمن ایک لشکر لے کر مکہ پر حملہ آور ہوا، اور اس نے پورے شہر کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ اس کے بعد اُس نے فیصلہ کیا کہ ''حجرِ اسود'' کو کعبہ سے نکال کر یمن میں لے جائے۔ مکہ کے لوگوں نے اس کی سخت مخالفت کی۔ اس مخالفت اور احتجاج کی رہبری جنابِ خدیجہؑ کے والدِ گرامی جنابِ خویلد کر رہے تھے۔ جنابِ خویلد، بادشاہِ یمن کے اس ارادے کی مخالفت میں کھل کر سامنے آ گئے اور ہر قیمت پر حجرِ اسود کی حفاظت کا اعلان کر دیا۔

بس اب کیا تھا! تُبّع بادشاہِ یمن نے اس سخت رویے کو دیکھتے ہوئے اپنا ارادہ ترک کردیا۔ اس طرح ایک بہت اہم شعائر اللہ کی حفاظت ہوئی۔

اس واقعہ کا اثر یہ ہوا کہ جنابِ خویلد کی بہادری وشجاعت کے چرچے پورے مکہ میں ہر انسان کی زبان پر آگئے۔ لوگ اُن کی بہت تعریف کرنے لگے۔

۳۔ ورقہ بن نوفل، ایک متفکر اور دانشمند

ورقہ بن نوفل مکہ کے مشہور متفکر اور دانش مند مسیحی تھے۔ وہ آسمانی کتابوں کے بہت بڑے عالم تھے۔ ورقہ بن نوفل بن اسد جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا کے چچا کے بیٹے تھے۔ لیکن تاریخ میں وہ جنابِ خدیجہؑ کے چچا مشہور ہیں۔ یہ شاید اس لئے کہ وہ بی بی خدیجہؑ کے سرپرست بھی تھے۔

ورقہ بن نوفل، جنابِ خدیجہؑ کے خیرخواہ اور مشیر تھے۔ جنابِ خدیجہؑ بھی ہر اہم کام انجام دینے سے پہلے اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل سے مشورہ کرتی تھیں۔ پیغمبرؐ خدا سے شادی کے معاملہ میں بھی ورقہ بن نوفل نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس کی تفصیل انشاءاللہ آگے آئے گی۔ اس کے علاوہ اسلام سے اُن کا لگاؤ اور جھکاؤ بھی کسی سے چھپا نہیں رہا۔

جنابِ خدیجہؑ کے القاب

1۔ جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا کا ذکر آسمانی کتاب انجیل، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، میں بھی درج ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ''ایک سعادت مند خاتون اور جنابِ مریم سلام اللہ علیہا کی بہشت میں رفیقہ'' کے طور پر یاد کیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ سے خطاب کرتے ہوئے پیغمبرؐ خدا کی تعریف میں اللہ فرماتا ہے:

''نَسلُهُ مِنْ مُبارَكَةٍ، وَهِيَ ضَرَّةُ اُمِّكَ فِي الْجَنَّةِ''

''اُن کی نسل ایک مبارک خاتون سے ہوگی اور جو جنت میں تیری والدہ مریم علیہا السلام کی رفیقہ اور مصاحبہ ہوگی''۔

ورقہ بن نوفل جو جنابِ خدیجہؑ کے چچازاد بھائی تھے اور مذہبِ عیسائیت کے بہت بڑے عالم اور متفکر تھے، ایک دن انہوں نے جنابِ خدیجہؑ سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک ایسے نبی کو مبعوث فرمائے گا جو یتیم ہوگا اور قریش کی ایک خاتون اُن کے ساتھ ایثار و قربانی کے جذبہ کے ساتھ تعاون کرے گی اور یہ بات آسمانی کتاب میں لکھی ہوئی ہے''۔

2۔ اُس جاہلیت کے زمانہ میں پاکدامن عورتیں بہت کم تھیں۔ زیادہ تر عورتیں زمانہ کی چال پر چلتے ہوئے پاک و پاکیزہ زندگی اور صراطِ مستقیم سے انحراف کر چکی تھیں لیکن جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا ایک باکردار خاتون تھیں۔ شرافت و طہارت جیسی خوبیوں کی مالکہ تھیں، اِس لئے اُن کو ''طاہرہ'' بھی کہا جاتا تھا۔

3۔ جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا کی شخصیت سب کیلئے انتہائی قابلِ احترام تھی اور وہ اسی لئے ''سیدۃ النساء'' کے لقب سے بھی مشہور تھیں۔

4۔ جنابِ خدیجہؑ ایک کم گو اور باعظمت خاتون تھیں۔ وہ اُس زمانہ کی عورتوں میں مثلِ چاند روشن اور بے نظیر تھیں۔ وہ ذاتی کمالات اور اعلیٰ صفات کی وجہ سے یکتا تھیں۔ انہی خوبیوں کی وجہ سے پیغمبرؐ خدا آپؑ کو کبریٰ (بلند مقام، اعلیٰ) کے نام سے پکارتے تھے۔

جنابِ خدیجہؑ ایک گہری سوچ رکھنے والی اور عقلمند خاتون تھیں۔ پیغمبرؐ خدا اپنے کاموں میں اُنؑ سے صلاح مشورہ کرتے تھے اور جنابِ خدیجہؑ اُن کی ہمیشہ

معاون اور مددگار تھیں۔

5۔ دعائے ندبہ میں جنابِ خدیجہؑ کو "خدیجہ غرّا" کے طور پر یاد کیا گیا ہے۔ غرّا کے معنی ذہین، بہترین اور شاندار کے ہیں۔

بعض روایات کے مطابق حضرت ابوطالبؑ نے جب پیغمبرؐ خدا کا جنابِ خدیجہ سے صیغۂ نکاح پڑھا تو نکاح کے خطبہ میں یہ پڑھا:

"اِنَّ اِبنَ اَخِينَا خَاطِبٌ كَرِيمَتَكُم اَلْمَوصُوفَةُ بِالسَّخَاءِ وَالْعِفَةِ، وَهِيَ فَتَاتُكُمُ الْمَعْرُوفَةُ الْمَذْكُورَةُ فَضْلُهَا الشَّامِخُ خَطْبِهَا".

"بے شک ہمارے بھائی کا بیٹا، اے دخترِ نیک، سخی اور عفت والی! تمہارا خواستگار (چاہنے والا) ہے۔ اُس کو چاہنے والا ہے، جو بلند مقام خاتون ہے، جو تمہارے درمیان مشہور و معروف ہے، جس کی سخاوت اور فضل لوگوں کی زبان پر ہے اور جس کی شان نمایاں اور عظیم ہے"۔

خدیجہؑ۔ایک مہربان شخصیت

اگرچہ جنابِ خدیجہؑ بہت سی صفاتِ عالیہ کی مالکہ تھیں، لیکن اُنؑ کی سب سے بڑی صفت اُنؑ کی مشفقانہ اور مہربان شخصیت تھی۔ مستحقوں اور نادار لوگوں کیلئے اُن کے دل میں ایک مخصوص محبت اور مہربانی تھی۔ پیغمبرؐ خدا اپنی جوانی کے ایام میں ایک دفعہ ایک قریشی دوست کے ہمراہ تجارت کے سلسلہ میں بازارِ تہامہ میں جنابِ خدیجہؑ کی نمائندگی کر رہے تھے۔ جنابِ خدیجہؑ نے اپنی کنیزوں کو ایک لذیذ کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو جنابِ خدیجہؑ نے وہ کھانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُنؐ کے قریشی دوست

کیلئے بھجوا دیا۔ اگر چہ یہ قرار نہیں پایا تھا کہ کھانا بھجوایا جائے گا، لہٰذا جب یہ کھانا حضورؐ تک پہنچا تو وہ آپ کی محبت اور مہربانی سے بہت متاثر ہوئے اور شکریہ ادا کیا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ جنابِ خدیجہؑ کتنی مہربان اور عظیم شخصیت کی مالکہ تھیں۔

پیغمبرؐ خدا نے کبھی اس مہربانی اور شفقت کو فراموش نہ کیا اور وہ اکثر اس کو یاد کر کے فرمایا کرتے تھے:

''مَارَأَیْتُ مِنْ صَاحِبَۃٍ لِاَجِیرٍ خَیْراً مِنْ خَدِیْجَۃَ مَا کُنَّا نَرْجَعُ اَنَا وَصَاحِبِیْ اِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَھَا تُحْفَۃً مِنْ طَعَامٍ تَخْبَأُہُ لَنَا''.

''میں نے خدیجہؑ سے بہتر مالکہ نہیں دیکھی، جب بھی میں اور میرا دوست کام کے بعد اُن کے پاس جاتے تو ہمیشہ لذیذ اور گرم غذا پاتے جو ہمارے لئے تیار کی گئی ہوتی تھی''۔

شادی سے پہلے ظہورِ اسلام پر ایمان

جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ مسیحی علماء سے رابطہ رکھتی تھیں جیسے اُن کے چچا کے بیٹے ورقہ بن نوفل جو ایک بہت بڑے مسیحی عالم اور دانش مند تھے اور آسمانی کتابوں اور اُن میں درج نبی آخر الزمانؐ کے ظہور کی بشارتوں سے آگاہ تھے۔ اس کے علاوہ جنابِ خدیجہؑ نے خود خواب بھی دیکھا اور وہ ظہورِ اسلام پر مکمل ایمان رکھتی تھیں۔ اس پر بھی اُنؑ کا ایمان تھا کہ وہ نبی مکرم مکہ میں ظہور کریں گے اور پوری دنیا میں آفتاب بن کر چمکیں گے۔ جنابِ خدیجہؑ اس انتظار میں تھیں کہ کب وہ شخصیتِ منتظر ظہور پذیر ہو اور اُس معاشرے کی اخلاقی برائیوں، بُرے رسم و رواج اور دیگر خرابیوں کو ختم کرے تا کہ لوگ زمانہ

جاہلیت کی اِن برائیوں سے چھٹکارا حاصل کرسکیں۔

اس نظر سے جنابِ خدیجہؑ مسیحی علماء سے اور اپنے چچا زاد بھائی ورقہ سے نبی آخرالزمانؐ کے ظہور کی نشانیوں کے بارے میں بار بار سوال کرتی تھیں۔ اسی واسطے جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی ہوئی تو جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا نے خصوصی طور پر پیغمبرؐ اسلام سے مہر نبوت (جو ظاہری نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی) کے بارے میں پوچھا اور اُس کی زیارت کی۔

درحقیقت جنابِ خدیجہؑ نے پورے علم اور یقین کے ساتھ، کہ یہی نبی آخرالزمانؐ ہیں، جنابِ محمد مصطفیٰؐ سے شادی کی اور پھر اپنی تمام دولت و ہستی کو آپؐ پر اور آپؐ کے مشن پر قربان کر دیا۔

جنابِ خدیجہؑ، ایک باھوش ادیبہ

جنابِ خدیجہؑ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپؑ ایک باہوش، عقلمند اور مدبر خاتون تھیں۔ اُس زمانہ میں، جب جہالت اور بے علمی کا دور دورہ تھا، جب عورتوں کو انسانوں اور حیوانوں کے درمیان درجہ دیا جاتا تھا اور عورتوں کو اُن کے اکثر حقوق سے محروم رکھا جاتا تھا، اُس وقت جنابِ خدیجہؑ ایک بلند پایہ ادیبہ، شاعرہ، عاقلہ اور ایماندار خاتون تھیں۔

جنابِ خدیجہؑ کے وہ اشعار اور قصیدے جو بعثت سے پندرہ سال پہلے شانِ رسولِؐ خدا میں لکھے گئے تھے، خود اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ادبی لحاظ سے اور ذہنی تفکر کے اعتبار سے جنابِ خدیجہؑ کتنی بلند تھیں۔

ان اشعار کی تعداد تو بہت زیادہ ہے اور ہم نے جنابِ خدیجہؑ اور پیغمبرؐ خدا کی شادی کے زیرِ عنوان ان کے بارے میں اشارہ بھی کیا ہے، لیکن نمونہ کے طور پر یہاں دو قطعات لکھ رہے ہیں جو جنابِ خدیجہؑ نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شام کے

تجارتی سفر کے بعد کہے تھے:

فَلَوْاِنَّنِیْ اَمْسَیْتُ فِیْ کُلِّ نِعْمَۃٍ
وَدَامَتْ لِیَ الدُّنْیَاوَمُلْکُ الاکَاسِر
فَمَاسَوِیَتْ عِنْدِیْ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ
اِذَالَمْ تَکُنْ عَیْنِیْ بِعَیْنِکَ نَاضِرَۃ

''اگر میں ایام کو تمام نعمتوں کی موجودگی میں گزاروں، یہاں تک کہ رات ہو جائے اور میرے لئے ہمیشہ ایران کی بزرگ شہنشاہیت بھی ہو لیکن اگر میری آنکھیں (یا محمدؐ) تیری آنکھوں کا دیدار نہ کرسکیں تو اِن ساری نعمتوں کی اہمیت میرے نزدیک ایک مچھر کے پَر سے بھی کم ہے''۔

اسی طرح ایک دوسرے قطعہ میں جنابِ خدیجہؑ فرماتی ہیں:

دَنٰی فَرَقٰی مِنْ قَوْسِ حَاجِبِہٖ سَھماً
فَصَادَفَنِیْ حَتّٰی قُتِلْتُ بِہٖ ظُلْماً
وَاَسْفَرَعَنْ وَجْہٍ وَاَسْبَلَ شَعْرُہُ
فَبَاتَ یُبَاھِی الْبَدْرُ فِیْ لَیْلَۃٍ ظُلْماً

دولتِ جنابِ خدیجہؑ

جنابِ خدیجہؑ اپنی ذہنی صلاحیتوں کی بناء پر اور اپنی انتھک کوشش کی وجہ سے تجارت کے ذریعے ایک امیر ترین خاتون بن گئی تھیں۔ اُن کی دولت اُس زمانہ میں بے مثل اور بے نظیر تھی۔ انہوں نے اپنی ساری دولت اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور سربلندی کیلئے

صرف کردی۔ اسلام کی ترقی کیلئے جنابِ خدیجہؓ کی دولت بہت کام آئی۔ اسی واسطے پیغمبرؐ اکرم نے ارشاد فرمایا:

''مَانفعَنِی مَالٌ قَطُّ مِثْلَ مَانفعَنِی مَالُ خَدِیْجَةَ''.

''جتنا فائدہ مالِ خدیجہؓ نے مجھے پہنچایا، اُتنا فائدہ مجھے کسی اور مال نے ہرگز نہیں پہنچایا''۔

تاریخ دان اور محدثین جنابِ خدیجہؓ کی بے پناہ دولت کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ بنیادی طور پر جنابِ خدیجہؓ ایک ذہین خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنے سرمایہ کو بیکار نہ رکھا بلکہ بہترین تدابیر کے ذریعے اپنی دولت کو اُس زمانہ کے معروف سرمایہ داروں کے ساتھ مل کر مشترکہ نفع ونقصان کی بنیاد پر تجارت میں لگایا۔ اس کے علاوہ اُن کے بہت سے غلام اور کارندے قافلوں کی آمدورفت میں اور تجارتی منڈیوں کی تلاش میں بہت اہم کردار ادا کرتے تھے۔ انہی وجوہات کی بناء پر جنابِ خدیجہؓ کی دولت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا، یہاں تک کہ اسی ہزار (80,000) اونٹ تجارتی مال لے کر مختلف قافلوں کی صورت میں دوسرے ممالک مثلاً یمن، مصر، شام، طائف، عراق، بحرین، عمان، حبشہ اور فلسطین وغیرہ میں حرکت کرتے تھے۔

تاریخ دانوں نے جنابِ خدیجہؓ کی دولت کے تین مظاہر کو اس طرح بیان کیا ہے:

1۔ چار سو غلام اور کنیزیں جنابِ خدیجہؓ کے گھریلو اور تجارتی کاموں میں مصروف رہتے تھے۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ سب مل کر کتنے بڑے کاروبار کو چلا رہے تھے اور جنابِ خدیجہؓ کی زندگی کس شان وشوکت سے گزر رہی تھی۔

2۔ اسی ہزار اونٹ تجارتی مال لے کر جزیرۃ العرب اور دوسرے ممالک مثلاً مصر، حبشہ، روم اور شام وغیرہ کی طرف حرکت میں رہتے تھے۔

3۔ جنابِ خدیجہ کا عالیشان محل جو ریشم اور حریر کے پردوں اور طنابوں سے مزین تھا، وہاں مرد و زن جو آتے تو اُن کی شایانِ شان طور پر مہمان نوازی کی جاتی تھی۔ غریب و مساکین کی مالی امداد کی جاتی تھی۔

اُس زمانہ کے دوسرے دولت مند افراد یعنی ابو جہل، عقبہ بن ابی معیط، صلت بن اَبی یہاب اور ابو سفیان وغیرہ کی دولت جنابِ خدیجہؑ کی دولت کے مقابلہ میں ناچیز تھی۔

ایک اور روایت کے مطابق جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا کا محل اتنا بڑا تھا کہ شہر مکہ کے تمام لوگ بھی اُس میں سما سکتے تھے۔ اس محل کی اوپر والی منزل نیلے رنگ کی تھی اور اس کی دیواروں پر چاند سورج اور ستاروں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اس محل کو ریشم کی طنابوں اور فولاد کی میخوں سے باندھا گیا تھا جس سے اس کی شان و شوکت میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

اُس زمانہ کی معروف شخصیات جیسے عقبہ بن ابی معیط اور صلت بن ابی یہاب جن میں ہر کسی کے پاس چار سو غلام اور کنیزیں تھیں اور اسی طرح ابو جہل اور ابو سفیان ان سب نے حضرت خدیجہؑ سے شادی کی درخواست کی تھی۔ جنابِ خدیجہؑ نے اُن سب کو نہ صرف کوئی مثبت جواب نہ دیا بلکہ صریحاً انکار کر دیا۔

پیغمبر خدا سے محبت کا آغاز

ایک دن جنابِ خدیجہؑ اپنے شاندار محل میں کنیزوں کے جھرمٹ میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایک یہودی عالم بھی وہاں موجود تھا کہ اچانک حضورؐ پاک کا وہاں سے گزر ہوا۔

اُس یہودی عالم کی نگاہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی چہرے پر پڑی۔ وہ فوراً بول اُٹھا:

''اے بی بی خدیجہؑ! ابھی تیرے محل کے پاس سے ایک نورانی چہرے والے جوان کا گزر ہوا ہے۔ اپنے غلاموں کو حکم دے کہ وہ اسے محل میں بلالائیں''۔

جنابِ خدیجہؑ نے اپنی ایک کنیز کو اُس جوان کی طرف بھیجا۔ اُس نے جا کر عرض کی:

''اے میرے آقا! میری مالکہ (خدیجہؑ) آپؐ سے محل میں آنے کی درخواست کررہی ہے''۔

پیغمبرؐ اسلام وہیں سے پلٹے اور جنابِ خدیجہؑ کے گھر آگئے۔ جنابِ خدیجہؑ نے اُس یہودی عالم سے پوچھا کہ کیا تو اس جوان کو بلانا چاہتا تھا؟

یہودی عالم نے جواب دیا کہ ہاں! یہ محمدؐ ابن عبداللہ ہیں۔ اُس وقت یہودی عالم نے پیغمبرؐ خدا سے کہا کہ آپؐ ذرا اپنی قمیص کو ہٹایئے۔ آپؐ نے جب اپنی قمیص ہٹائی تو اُس یہودی نے مہرِ نبوت کو دیکھا تو فوراً بول اُٹھا:

''خدا کی قسم! یہ جوان خاتم النبیینؐ ہے''۔

اس پر جنابِ خدیجہؑ نے اُس یہودی کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر ان (محمدؐ) کے چچا ابوطالبؑ نے دیکھ لیا کہ تو اُن کے بھتیجے کے بارے میں تفتیش کر رہا ہے اور معلومات اکٹھی کر رہا ہے تو وہ تجھے بہت نقصان پہنچائیں گے۔ اِن کے چچا ابوطالبؑ نے اِن (محمدؐ) کو یہودی علماء اور راہبوں سے بچنے کا حکم دے رکھا ہے۔

اُس یہودی نے کہا کہ وہ کون ہے جو اِن کو کوئی تکلیف یا اذیت پہنچا سکتا ہے؟ خدا کی قسم! یہ جوان پیغمبر آخر الزمانؐ ہے۔ وہ عورت خوش نصیب ہوگی جو ان کی بیوی بنے گی اور

ایسے نیک اور پاک جوان کو شوہر بنائے گی کیونکہ اس طرح سے وہ دنیا و آخرت میں عزت و شرافت اور بزرگی کے اعلیٰ ترین مرتبے پر فائز ہو جائے گی۔

جنابِ خدیجہؓ اُس عالم کی گفتگو سے حیران بھی ہوئیں اور خوش بھی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو وہاں سے تشریف لے گئے لیکن جنابِ خدیجہؓ کے دل میں حضورؐ کیلئے پاک اور سچی محبت اُبھرنے لگی، اس کے باوجود کہ جنابِ خدیجہؓ ایک بہت بڑی دولت مند خاتون تھیں، وہ دل و جان سے آپؐ پر قربان ہو گئیں اور آپ کو چاہنے لگیں۔

جنابِ خدیجہؓ نے اُس یہودی سے پوچھا کہ بتا تجھے کیسے پتہ چلا کہ محمد پیغمبرؐ آخر الزمانؐ ہیں؟

اُس یہودی عالم نے کہا کہ میں نے نبی آخر الزمانؐ کی وہ خصوصیات جو توریت میں پڑھی ہیں، وہ سب ان میں دیکھ رہا ہوں۔ ان کے ماں باپ دنیا سے جا چکے ہیں۔ ان کے دادا حضرت عبدالمطلب اور ان کے چچا حضرت ابوطالبؑ ان کی سرپرستی اور پرورش کر رہے ہیں اور یہ جلد ہی قریش کی ایک ایسی خاتون سے شادی کریں گے جو اپنے قبیلہ کی رئیس اور سربراہ ہو گی۔

وہ یہودی جب یہاں تک پہنچا تو اُس نے حضرتِ خدیجہؓ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا (یعنی وہ قریش کی خاتون تم ہو)۔ اُس وقت اُس یہودی نے چند اشعار بھی پڑھے۔ جنابِ خدیجہؓ نے جب اُس یہودی عالم کی یہ باتیں سنیں تو اُنؓ کا دل پیغمبرؐ خدا کی محبت سے بھر گیا۔ وہ یہودی عالم جب وہاں سے جانے لگا تو جنابِ خدیجہؓ کو متوجہ کر کے کہنے لگا کہ اے خدیجہؓ! کوشش کرو کہ یہ خزانۂ بیکراں (حضرتِ محمدؐ) تمہارے ہاتھ سے کہیں نکل نہ جائے کیونکہ یہ دنیا و آخرت میں تمہارے لئے بہت بڑا سرمایہ ہے۔

ورقہ بن نوفل کی پیشگوئی

ورقہ بن نوفل جو جنابِ خدیجہؑ کے چچازاد بھائی تھے، ایک عرب سکالر اور بہت عقلمند شخص تھے۔ وہ آسمانی کتابوں کا بڑا گہرا مطالعہ رکھتے تھے اور جانتے تھے کہ نبی آخرالزمان ایک قریشی عورت سے شادی کریں گے جو اپنے قبیلہ کی عورتوں کی سردار ہوگی اور رئیس ہوگی۔ وہ پیغمبر آخرالزماںؐ کی تعلیمات کی تبلیغ کیلئے اپنی دولت کو خرچ کر دے گی اور اپنی جانِ عزیز کو بھی اس راہ میں فدا کر دے گی۔ ہر معاملہ میں وہ اُن کی مشیر ہوگی۔

ورقہ بن نوفل نے خود اپنے طور پر یہ نتیجہ نکال لیا کہ وہ قریشی خاتون جس کا ذکر آسمانی کتابوں میں ہوا ہے، وہ بی بی خدیجہؑ ہی ہیں کیونکہ وہ ساری خصوصیات کسی اور قریشی خاتون میں نہیں پائی جاتیں۔ اسی لئے جب بھی ورقہ بن نوفل جنابِ خدیجہؑ سے ملاقات کرتے تو یہی کہتے کہ اے خدیجہؑ! تم ایسے شخص سے شادی کروگی جو زمین و آسمان میں بلند ترین اور شریف ترین انسان ہوگا۔

ایک مرتبہ کسی عید کے موقع پر قریش کی خواتین خانۂ کعبہ میں جمع تھیں کہ اچانک ایک یہودی عالم وہاں آیا اور ان قریشی خواتین کو مخاطب کر کے کہنے لگا:

''اے قریش کی عورتو! میں تمہیں ایک خوشخبری سنانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ عنقریب یہاں مکہ میں ایک پیغمبرؐ ظاہر ہوگا اور اگر تم میں سے جو بھی اُس کیلئے موزوں ماحول اور زمین مہیا کر سکے، جس پر وہ اپنا قدم رکھے تو اُس کیلئے بہت احسن ہوگا''۔

قریش کی عورتوں نے جب یہودی عالم کی زبان سے یہ سنا تو اُس کو پتھر مارنے لگیں۔ وہ یہودی عالم وہاں سے فرار ہوگیا۔ جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا جو اُن قریشی عورتوں میں موجود تھیں، پر بڑا گہرا اثر ہوا۔ وہ اُسی دن سے اس انتظار میں رہنے لگیں کہ یہ افتخار اُنؑ کو ملے۔

جنابِ خدیجہؑ کا خواب

انہی دنوں میں جنابِ خدیجہؑ نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا اور جب اُن کا چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل اُنؑ کے پاس آیا تو جنابِ خدیجہؑ نے اپنا خواب اس طرح بیان فرمایا:

''میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ چاند آسمان سے نیچے اُترا اور میرے قریب آ کر رُک گیا اور اُس کے بعد اُس کے کچھ حصے ہو گئے''۔

ورقہ بن نوفل نے کہا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ پیغمبرؐ اسلام تم سے شادی کریں گے اور تمہیں اُن کی ہمسری کا شرف حاصل ہو گا اور اُنؐ سے تمہاری اولاد بھی ہو گی۔

جنابِ خدیجہؑ نے پھر کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ سورج کعبہ کے اوپر چکر لگا رہا ہے اور آہستہ آہستہ نیچے آتا گیا اور بالآخر میرے گھر میں اُتر گیا۔

ورقہ بن نوفل نے کہا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم جلد ہی ایک شخص سے شادی کرو گی جس کی شہرت عالمگیر ہو گی اور وہ انتہائی اعلیٰ اور بزرگ انسان ہو گا۔

جنابِ خدیجہؑ نے ایسی پیشین گوئیاں عالم بیداری میں سنیں اور عظیم خوشخبریاں عالم خواب میں دیکھیں۔ اب اُنؑ کو یقین ہو گیا کہ کوئی بڑی سعادت اُن کو ملنے والی ہے۔ لہٰذا وہ انتظار میں تھیں کہ ایسے اسباب مہیا ہوں کہ وہ اپنی خواب کی تعبیر کو پہنچیں اور مقامِ افتخار حاصل ہو۔ اُنؑ کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے کوئی اپنی بہت قیمتی چیز گم کر بیٹھا ہو اور اُس کو تلاش کر رہا ہو۔

پیغمبرؐ خدا کا جنابِ خدیجہؑ کی طرف سے سفر شام

جنابِ رسولِؐ خدا کا جنابِ خدیجہؑ کی طرف سے تجارتی قافلے کے ہمراہ شام تک

کے سفر کیلئے دو قسم کی روایات ملتی ہیں:

1۔ یہ سفر جنابِ خدیجہؑ کی تجویز پر ہوا۔

2۔ یہ سفر جنابِ ابوطالبؑ کی تجویز اور جنابِ خدیجہؑ کی موافقت اور رضامندی سے انجام پذیر ہوا۔

پہلی روایت بعد والے واقعات کی روشنی میں زیادہ حقیقت کے قریب نظر آتی ہے۔ کتاب ''سیرۃ ابن ہشام'' میں یوں درج ہے:

جنابِ خدیجہؑ ایک مالدار اور امیر خاتون تھیں اور اپنے تجارتی قافلوں میں خدمات کیلئے بہت سے مردوں کو ملازم رکھتی تھیں یا اُن کے ساتھ تجارتی معاہدے کرتی تھیں تاکہ وہ سربراہِ قافلہ کے زیرِ نگرانی تجارت کریں۔ سربراہِ قافلہ جنابِ خدیجہؑ کا مخصوص نمائندہ ہوتا تھا۔ اسی اثناء میں جنابِ خدیجہؑ کو خبر ملی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایماندار، صادق، امین اور خوش اخلاق انسان ہیں۔

پس جنابِ خدیجہؑ نے آپ کو پیغام بھجوایا کہ میرا ایک تجارتی قافلہ مختلف سامان کے ساتھ ملک شام جا رہا ہے اور آپ کو اس قافلے کے ساتھ ملک شام تک کا سفر کرنے کی پیشکش کی۔

پیغمبرِ اسلام نے اسے قبول کرلیا اور قافلے کے ساتھ شامل ہو گئے اور اُن کے ساتھ ملک شام کی طرف سفر شروع کر دیا۔

جنابِ خدیجہؑ کی طرف سے اس قافلے کا منتظم اور سرپرست اُن کا ایک مخصوص غلام میسرہ تھا۔ یہ قافلہ سفر کرتے ہوئے ملک شام تک پہنچ گیا۔ حسبِ دستور یہ قافلہ مقامِ صومعہ (ایک مسیحی عبادت گاہ جس کے راہب کا نام نسطور تھا) پر کچھ دیر آرام کرنے کیلئے رُک گیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں قریب ایک سایہ دار درخت کے نیچے

چلے گئے۔

اسی اثناء میں راہب نسطور، صومعہ سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ میسرہ سے مخاطب ہوکر پوچھنے لگا:

نسطور: یہ شخص جو درخت کے نیچے آیا ہے، کون ہے؟

میسرہ: یہ شخص قبیلہ قریش سے ہے اور اہالی مکہ ہے۔

نسطور: آج تک کبھی کوئی شخص اس درخت کے نیچے نہیں جا سکا مگر یہ کہ وہ پیغمبرِ خدا ہو۔

اس کے بعد جنابِ رسولِ خدا نے تجارتی سامان فروخت کیا اور پھر اُن پیسوں ہی سے وہاں کا تجارتی سامان اپنی مرضی سے خرید فرمایا۔ اس کے بعد یہ قافلہ واپس مکہ کی طرف روانہ ہوگیا۔

میسرہ تمام راستے یہ مشاہدہ کرتے آ رہا تھا کہ جب بھی موسم ذرا گرم ہوتا اور سورج کی کرنیں درجۂ حرارت کو مزید بڑھا دیتیں تو دو فرشتے اپنے پروں سے رسولِ خدا پر سایہ کر دیتے تا کہ سورج کی گرمی اُن تک نہ پہنچے اور وہ شدتِ گرمی سے محفوظ رہیں۔

اسی انداز میں چلتے چلتے یہ قافلہ مکہ پہنچ گیا۔ میسرہ جنابِ خدیجہؑ کے پاس آیا اور پورے واقعات سے آگاہ کیا۔ پہلے مسیحی راہب کے ساتھ مکالمہ اور پھر راستے میں فرشتوں کا پَر پھیلانا اور آخر میں تجارت میں بے پناہ فائدے کا ذکر کیا۔

جنابِ خدیجہؑ جو ایک عقلمند، دور اندیش اور ذہین خاتون تھیں، پیغمبرِ خدا کیلئے پیغام بھیجا اور آنے کیلئے درخواست کی۔ جب پیغمبرِ خدا جنابِ خدیجہؑ کے پاس آئے تو انہوں نے گفتگو اس طرح شروع کی:

''اے میرے[1] چچازاد! آپ میرے خاندان سے ہیں اور میں آپ کی امانت داری، خوش اخلاقی، سچائی اور اعلیٰ شخصیت سے بہت متاثر ہوں اور آپ کو بہت عزت ،

احترام کی نظر سے دیکھتے ہوئے آپ کی مشتاق ہوں"۔

جنابِ رسولِ خدا یہ باتیں سن کر واپس آ گئے اور اپنے چچا حضرتِ حمزہؓ کو سارا واقعہ سنایا۔ حضرتِ حمزہؓ، جنابِ رسولِ خدا کو ہمراہ لے کر خویلد بن اسد (جنابِ خدیجہؓ کے والد) کے پاس آئے۔ جنابِ حمزہؓ نے اپنے بھتیجے حضرت محمدؐ کے لئے جنابِ خدیجہؓ کی خواستگاری کی۔ اس طرح یہ رشتہ طے ہو گیا اور بعد میں شادی ہو گئی۔

شیعہ کتب میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی مبارک کا واقعہ ذرا دوسرے انداز میں نقل کیا گیا ہے جسے ہم مختصراً یہاں بیان کرتے ہیں۔

حضرتِ ابوطالبؑ اپنے والد کی وصیت کے مطابق پیغمبرِ اسلام کی سرپرستی کر رہے تھے لیکن ان کا بڑھاپے اور ناتوانی کی وجہ سے تجارتی سفر پر جانا اب مشکل ہو گیا تھا۔ لہٰذا زیادہ وقت اب محلی اور گھریلو مصروفیات میں گزرتا تھا۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے ایک دن پیغمبرِ اسلام اپنے چچا کے پاس آئے اور اُن کو غمگین پایا۔ پوچھا:

پیغمبرِ اکرم: "چچا جان! آپ پریشان کیوں ہیں؟"

جنابِ ابوطالبؑ: بیٹا! بڑھاپے، کمزوری اور قلتِ کاروبار نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ اب میری عمر بھی آخری منزل تک جا پہنچی ہے۔ لہٰذا میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہارا گھر آباد کر دوں تاکہ تم اپنی بیوی کے ساتھ خوش و خرم زندگی گزارو۔ لیکن جانتا ہوں کہ ہماری مالی حالت اس چیز کی اجازت نہیں دے رہی۔

پیغمبرِ اکرم: اب آپ کی رائے کیا ہے؟

جنابِ ابوطالبؑ: جیسے تم جانتے ہو کہ بی بی خدیجہؓ ہمارے خاندانِ قریش کی ایک رئیسہ خاتون ہیں جن کا تجارتی سامان مختلف ممالک کو روانہ کیا جاتا ہے اور

بہت سے لوگ اُن کی تجارت سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور اُنؑ کے تجارتی قافلوں کے ہمراہ سفر کرتے ہیں۔ بعض تو بی بی خدیجہؓ کے ملازم بن کر جاتے ہیں اور بعض اُن کے ساتھ نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر کام کرتے ہیں۔ کیا تم (اے محمدؐ)! اسے مناسب سمجھتے ہو کہ ہم شراکت کی بنیاد پر کاروبار کیلئے بی بی خدیجہؓ سے بات کریں؟

جنابِ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا کی اس تجویز کو قبول کر لیا۔ پس حضرت ابو طالب علیہ السلام اور دیگر چچا جنابِ خدیجہؓ کے پاس تشریف لائے اور اُنؑ سے بات چیت کی۔ جنابِ خدیجہؓ نے اُن کا بہت ادب و احترام کیا اور اُن کا شانِ شایان استقبال کیا۔ آنے کا مقصد پوچھا اور بعد میں اس طرح کہا:

''حضرتؐ محمد کہاں ہیں تاکہ میں اُن کی زبانی بھی یہ باتیں سنوں؟''

جنابِ عباس جو پیغمبرؐ کے چچا تھے، نے کہا کہ میں ابھی جاتا ہوں اور حضورؐ کو تلاش کر کے اِدھر لاتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ حضورؐ کو اپنے ہمراہ لے آئے۔

جنابِ خدیجہؓ نے حضورؐ کا شاندار استقبال کیا اور خوش آمدید کہا۔ مختصر سی گفتگو کے بعد عرض کیا:

بی بی خدیجہؓ: اے محمدؐ! کیا آپؐ راضی ہیں کہ میرے تجارتی قافلے کے ہمراہ آپ میرے امین کے طور پر جائیں اور فائدہ اُٹھائیں؟ آپؐ جہاں جانا چاہتے ہیں، خود انتخاب کریں۔

حضرت محمدؐ: ہاں! میں حاضر ہوں کہ کاروانِ شام کے ساتھ سفر کروں۔

جنابِ خدیجہؓ نے اس سفر کا معاوضہ چار اونٹ اور بڑی مقدار میں سونے اور

چاندی کے سکے مقرر کیئے۔ جب یہ تجارتی قافلہ شام کے سفر کیلئے تیار ہو گیا تو جنابِ خدیجہؓ خود اس قافلے کے قریب آئیں اور قافلے کے سرپرست اپنے غلام میسرہ کو ہدایات دیں کہ ہر جگہ پر حضورؐ کی فرمانبرداری کی جائے، ایسا نہ ہو کہ کسی جگہ بھی اُنؐ کے حکم کی عدولی ہو۔

بالآخر یہ قافلہ جنابِ خدیجہؓ اور پیغمبرؐ خدا کے چچاؤں کی موجودگی میں بڑی شان و شوکت سے ملک شام کی طرف روانہ ہو گیا۔ جنابِ رسولِؐ خدا کے وجودِ پاک کی برکت سے تمام کام آسان ہوتے گئے اور یہ قافلہ بغیر کسی نقصان یا راستے کے مصائب کے کم وقت میں شام کی سرزمین پر پہنچ گیا۔ یہ قافلہ ''صومعہ ای'' کے نزدیک، جہاں ایک راہب نسطور رہتا تھا، کے پاس سے گزرا۔ تھوڑے آرام کی غرض سے وہاں رک گیا۔ وہاں ایک درخت تھا جس کے سایہ میں رسولِؐ خدا چلے گئے اور کچھ دیر کیلئے وہاں بیٹھ گئے۔

میسرہ اپنی مالکہ کے حکم کے مطابق ہر جگہ حضورؐ کے ساتھ ساتھ رہتا تھا اور اُنؐ سے جدا نہ ہوتا تھا۔ اچانک اس نے نسطور کی آواز سنی جو میسرہ کو اُس کا نام لے کر بلا رہا تھا۔

میسرہ: جی ہاں (میسرہ نے جواب میں کہا)۔

نسطور: یہ جو درخت کے نیچے بیٹھے ہیں، کون ہیں؟

میسرہ: یہ قریش خاندان سے ہیں اور اہلِ مکہ ہیں۔

نسطور: مجھے خدا کی قسم ہے کہ اس درخت کے نیچے سوائے پیغمبر کے اور کوئی نہیں جا سکتا۔

اس طرح نسطور نے تمام قافلے والوں کو جنابِ محمد مصطفٰیؐ کے بارے میں اچھے سلوک اور ادب و احترام کی سفارش کی اور مستقبل میں اُن کی پیغمبری کی خوشخبری دی۔

ایک اور روایت میں ایسے آیا ہے کہ جب نسطور نے حضورؐ کو اُس درخت کے نیچے بیٹھے دیکھا اور اُنؐ میں پیغمبروں والی نشانیاں دیکھیں تو فوراً دوڑتا ہوا آپؐ کے پاس آیا اور ہاتھ پاؤں چومنے لگا اور بلند آواز میں پکار اُٹھا:

"اَشْهَدُ اَنْ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ،
وَاَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ".

"میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ وحدہٗ لاشریک کے اور حضرت محمدؐ اللہ کے برحق رسولؐ ہیں"۔

اس کے بعد نسطور نے میسرہ سے کہا کہ تم اوامر و نواہی میں حضورؐ کی پیروی کرو کیونکہ یہ پیغمبر ہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد کوئی بھی سوائے ان (حضرت محمدؐ) کے اس درخت کے نیچے نہیں بیٹھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے ان کے بارے میں خوشخبری دی تھی کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام احمد ہوگا اور وہ کُل جہان پر حکومت کرے گا۔

اس واقعہ کے بعد قافلے والے حضرت محمدؐ کے زیرِ نظر بازارِ تجارت کی طرف روانہ ہو گئے اور سامان کی خرید و فروخت شروع کر دی۔ اس بار قافلے والوں کو بہت منافع ہوا اور پھر وہ واپس مکہ کی طرف پلٹ گئے۔

مکہ واپس جاتے ہوئے راستے میں میسرہ نے کاروبار کا حساب کیا تو اُسے پتہ چلا کہ اس بار اُس کی مالکہ کو معمول سے بہت زیادہ منافع حاصل ہوا ہے۔ میسرہ سمجھ گیا کہ یہ ایک غیر معمولی سفر تھا۔ لہٰذا سیدھا پیغمبرِ اسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا:

"یا محمدؐ! کئی سال ہونے کو ہیں جب سے ہم یہ تجارت کر رہے ہیں، لیکن جتنا منافع اس دفعہ ہوا ہے، پہلے کبھی نہیں ہوا۔ اس وجہ سے ہم (ملازمین جنابِ خدیجہؑ) بہت خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ جلد مکہ پہنچیں اور اس خوشخبری کو جنابِ خدیجہؑ کی خدمت میں پیش کریں"۔

جب یہ قافلہ سرزمین "مَرّ الظہران" پہنچا، میسرہ حضورؐ کے قریب آیا اور کہنے لگا:

''یہ آپؐ ہی کو زیب دیتا ہے کہ آپؐ اس قافلے کے آگے آگے مکہ کی جانب چلتے ہوئے ہماری رہنمائی کریں اور سب سے پہلے جنابِ خدیجہؑ کو اس سفر کی شاندار کامیابی اور زبردست منافع کی خبر دیں''۔

پیغمبرؐ خدا نے یہ تجویز قبول کرلی۔

تقریباً ظہر کا وقت ہوگا کہ جنابِ خدیجہؑ اپنے گھر کے اُس کمرے میں بیٹھی تھیں جو اشرافِ مکہ کے کوچے کی طرف تھا۔ اچانک اُن کی نگاہ ایک سوار شخص پر پڑی جو دور سے اِن کے گھر کی طرف آرہا تھا اور اس شان سے کہ انؐ کے اوپر بادلوں کے ایک ٹکڑے نے سایہ کیا ہوا تھا اور انؐ کے ساتھ ساتھ دو فرشتے، ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف اُنؐ کے ہمراہ فضا میں چلے آرہے تھے۔ اِن فرشتوں کے ہاتھوں میں تیز تلواریں تھیں۔ جنابِ خدیجہؑ نے جب یہ عظمت و بلندی اور شان وشوکت کا منظر دیکھا تو انؑ کے دل میں یقین ہوگیا کہ یہ شخص ضرور بہت بلند مرتبہ رکھتا ہے۔ وہ دل میں دعا کرنے لگیں کہ اے کاش! یہ عظمت والا انسان اُن کے گھر میں آئے!

اُدھر وہ شخص اپنی اسی شان وشوکت کے ساتھ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا آرہا ہے، یہاں تک کہ جنابِ خدیجہؑ کے گھر کے قریب پہنچ کر اپنی سواری سے نیچے اُتر آیا۔ جنابِ خدیجہؑ جلدی سے بصد شوق استقبال کیلئے آگے بڑھیں تو دیکھا کہ یہ تو حضور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اُسی وقت جنابِ خدیجہؑ نے آپؐ سے عرض کیا:

''آپؐ ابھی جائیں اور اپنے چچا جان حضرت ابوطالبؑ کو ہمراہ لائیں''۔

پیغمبرؐ اسلام اُسی وقت گئے اور تھوڑی دیر میں اپنے چچا ابو طالبؑ کے ہمراہ لوٹے۔ جنابِ خدیجہؑ اُن کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لائیں اور کہنے لگیں کہ میرا نکاح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کردیجئے۔

ورقہ بن نوفل نے اس کو قبول کیا۔ حضرتِ ابوطالب علیہ السلام نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور اس طرح جنابِ خدیجہؑ کی شادی حضورؐ سے انجام پائی۔ جب محفل برخاست ہوگئی تو حضرت محمدؐ اپنے چچا کے ہمراہ واپس جانے لگے تو جنابِ خدیجہؑ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کی:

''اپنے گھر میں تشریف لایئے۔ میرا گھر اب آپؐ کا گھر ہے، میں تو آپ کی بس کنیز ہوں''۔

اس طرح جنابِ خدیجہؑ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریکِ حیات بنیں اور انہوں نے اپنا گھر اور تمام مال و دولت آپؐ کے قدموں پر رکھ دیا۔

سفرِ شام کا مزید حال

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا شام کا سفر غیر معمولی عمل تھا۔ اس سے پہلے آپ کبھی بھی کسی تجارتی قافلے کے ساتھ نہیں گئے تھے۔ اس سفر میں آپ کی بہت سی کرامات اور بڑے خوشگوار واقعات نمودار ہوئے۔ اُن میں سے چند ایک کا ذکر ہم نیچے کر رہے ہیں:

1۔ جنابِ خدیجہؑ نے جب حضرت ابوطالبؑ اور حضرت محمدؐ سے آپؐ کے سفرِ تجارت پر جانے کی رضامندی حاصل کر لی تو پھر اپنے غلام میسرہ سے کہا کہ اونٹ کو حاضر کرو تاکہ میں خود دیکھوں کہ حضورؐ کس طرح سوار ہوتے ہیں؟

میسرہ گیا اور اُس نے تمام اونٹوں میں سے سب سے زیادہ چالاک، طاقتور اور سرکش اونٹ کا انتخاب کیا۔ اب تک کوئی بھی اُس کو باقی اونٹوں سے جدا نہ کر سکا تھا اور اُس کے قریب نہ آ سکا تھا۔ میسرہ جب اُس اونٹ کو لایا تو اُس کی حالت یہ تھی کہ غصے سے اونٹ کا گلا پھول رہا تھا اور اُس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور

اُس کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی۔ اُس کے منہ سے ایک خاص آواز بھی جو عموماً اونٹ نکالتے ہیں، نکل رہی تھی۔

آپؐ کے چچا جنابِ عباس نے جب یہ منظر دیکھا تو میسرہ سے کہنے لگے کہ کیا اس سے بہتر اور اصیل کوئی اور اونٹ نہ تھا؟ کیا تم میرے بھتیجے کی اونٹ سواری کا امتحان لینا چاہتے ہو؟

جنابِ عباس ابھی یہ باتیں کر رہے تھے کہ پیغمبرؐ خدا نے بڑے پیار اور نرمی سے اپنے چچا کو مخاطب کر کے کہا:

''چچا جان! آپ بالکل یہ فکر نہ کریں اور اس موضوع کو چھوڑ دیں''۔

جب اُس اونٹ نے پیغمبرؐ خدا کی پیاری اور میٹھی آواز سنی تو وہ ایسا نرم اور رام ہو گیا کہ بس اُس نے اپنے زانوں کو خم کر دیا اور بیٹھ گیا۔ پھر اُسی اونٹ نے اپنے چہرے کو پیغمبرؐ خدا کے پاؤں پر رگڑنا شروع کر دیا اور اپنی بے زبانی میں کہنے لگا:

''میرے جیسا اور میری مانند کون ہوگا جس کی پشت پر رسولوں کا سردارؐ ہاتھ پھیرے!''

کچھ خواتین جو وہاں موجود تھیں، کہنے لگیں کہ یہ عجیب جادو ہے جو اس یتیم نے کیا ہے۔ جنابِ خدیجہؑ فوراً بول اُٹھیں:

''یہ جادو نہیں بلکہ یہ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقانیت پر واضح دلیل اور کھلی نشانی ہے''۔

2۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سادہ لباس پہنا ہوا تھا۔ جنابِ خدیجہؑ آنحضرتؐ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرتی ہیں:

''اے میرے سردار! اس سفر کیلئے یہ لباس جو آپؐ نے پہنا ہوا ہے، مناسب

نہیں ہے''۔

رسولِ خدا نے فرمایا: ''میں اس لباس کے علاوہ اور کوئی دوسرا لباس نہیں رکھتا''۔

جنابِ خدیجہؑ کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے اور انہوں نے کہا:

''اے میرے سردار! میرے پاس آپؐ کے لئے اس سفر کیلئے مناسب لباس موجود ہے لیکن اس کی لمبائی اور چوڑائی کو آپؐ کے جسم کی مناسبت سے ٹھیک کروانا ہوگا۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپؐ کے قد وقامت کے مطابق لباس لاؤں''۔

بالآخر دو عدد لباسِ مصری، ایک عدد سر کا عدنی رومال اور ایک عمامہ عراقی، ایک عدد چمڑے کے جوتے اور ایک عدد عصاء لائیں۔ جنابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس لباس کو پہنا اور عصاء کو اپنے ہاتھ میں تھاما۔ رسولِ خدا الوداع کہنے والوں میں روشن ماہتاب کی طرح دمک رہے تھے۔ جنابِ خدیجہؑ نے جب آپ کو اس شان وشوکت میں دیکھا تو آپ کی شان میں کچھ اشعار کہے جس سے جنابِ خدیجہؑ کی آپؐ سے والہانہ محبت کا اظہار ہوتا تھا۔ اُن اشعار کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا جو اس طرح سے ہیں:

خیالِ رومی تو درہر طریق ہمرہ ماست

نسیم موی تو پیوند جان آگہ ماست

ببین کہ سیبِ زنخدان اوچہ می گوید

ہزار یوسف مصری فتادہ در چہ ماست

بہ رغم مدعیانی کہ منع عشق کنند
جمالِ چہرۂ تو حجت موجہ ماست

اگر بہ زلف دراز تو دستِ ما نرسد
گناہ بخت پریشان و دست کوتہ ماست

بہ حاجب درخلوت سرای خویش بگوی
فلان زگوشہ نشینان خاک در کہ ماست

3۔ پس جنابِ خدیجہؑ نے عرض کی:

''کیا آپؐ کے پاس سواری ہے جس پر آپؐ سوار ہوں گے؟''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں راستے میں جس وقت تھک گیا تو اِن اونٹوں میں سے کسی اونٹ پر سوار ہو جاؤں گا''۔

جنابِ خدیجہؑ نے کہا:

''یہ سب آپ کے اختیار میں ہیں اور آپؐ پر قربان، یا محمدؐ!''

اُسی وقت جنابِ خدیجہؑ نے اپنے دو غلاموں میسرہ اور ناصح کو ضروری ہدایات دیں اور اُن کو تاکید کی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے انتہائی مؤدب رہیں۔ میں اُن کو آپ کے ساتھ اپنے سرمایہ پر امین بنا کر بھیج رہی ہوں۔ وہ سردارِ قریش ہیں۔

میسرہ نے کہا: ''اے میری مالکہ! میں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت

عرصہ سے دوست رکھتا ہوں۔اب آپ کی تاکید سے اس دوستی میں اور اضافہ ہو جائے گا"۔

اس وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جنابِ خدیجہؓ کو خدا حافظ کہا اور اپنی سواری پر سوار ہو کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔اُس وقت جنابِ خدیجہؓ نے اس واقعہ کے بارے میں چند اشعار بھی پڑھے اور خدا حافظ کہا۔

4۔ شام کیلئے اس تجارتی سفر کے آخری حصے میں عیسائیوں کے ایک بڑے پادری، جس کا نام بحیرا تھا، نے دیکھا کہ قافلہ اُس کے گرجے کے پاس اپنا سامان اُتار رہا ہے اور پڑاؤ کیلئے تیاری کر رہا ہے۔اُس پادری نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہوا تھا کہ حضرتِ عیسیٰؑ کے بعد ایک روز ایک پیغمبر کا وہاں سے گزر ہوگا۔وہ پادری قافلے کے گزرنے کے وقت کو بھی جانتا تھا۔لٰہذا انتظار میں تھا کہ اُس پیغمبر کا دیدار کرے اور پھر ملاقات بھی کرے۔

بحیرا اُس قافلے کے قریب آیا تاکہ قافلے والوں کو دوپہر کے کھانے کی دعوت دے اور ساتھ ہی ساتھ وہ اپنے مقصد کو تلاش بھی کرے۔جب وہ سب قافلے والوں سے ملاقات کر چکا تو مایوس ہو گیا کیونکہ ابھی تک اُسے جس کی تلاش تھی، اسے نہ پا سکا تھا۔اُس نے بالآخر قافلے والوں سے پوچھ ہی لیا کہ کیا اُس نے سب قافلے والوں سے ملاقات کر لی ہے یا کوئی فرد ایسا بھی قافلے میں شامل ہے جس کو وہ ابھی تک نہیں مل سکا؟

قافلے والوں نے جواب دیا: ہاں! ابھی ایک جوان یتیم ہے۔پھر اُن کے خیمے کی طرف اشارہ کیا۔بحیرا فوراً اُس طرف گیا۔اُس نے دیکھا کہ ایک جوان سویا ہوا ہے اور اُس کے اوپر بادل کے ایک ٹکڑے نے سایہ کیا ہوا ہے۔بحیرا نے قافلے

والوں سے کہا کہ اس جوان کو بلا دیں۔
پس قافلے والوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آنے کیلئے درخواست کی۔ حضورؐ وہاں تشریف لائے۔
بحیرا نے فوراً پیغمبر کی نشانیوں کو دیکھا اور اُسے یقین ہو گیا کہ وہ سالہا سال سے جس کی تلاش میں تھا، وہ اُسے مل گیا ہے۔ بحیرا نے یہ بھی دیکھا کہ جب وہ جوان اپنے قافلے والوں کے پاس تشریف لا رہے تھے، اُس وقت اُن کے ساتھ ساتھ بادل کا ٹکڑا بھی حرکت کرتا ہوا آ رہا تھا تا کہ اُنؐ پر سایہ قائم رہے۔
بحیرا نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان و عظمت کو قافلے والوں کے سامنے بیان کیا اور انہیں کہا کہ عنقریب یہ آپؐ لوگوں میں پیغمبر اور نبی کی صورت میں مبعوث کئے جائیں گے۔ اس کے بعد قافلے والے آپؐ کے لئے احترامِ خصوصی کے قائل ہو گئے۔
جب قافلہ واپس مکہ پہنچا تو قافلہ والوں نے جنابِ خدیجہؓ کے ایک غلام کی موجودگی میں لوگوں میں یہ واقعہ بیان کیا جس میں بحیرا کا حضرت محمدؐ کی عظمت و بزرگی کا بیان کرنا اور بحیرا کا لوگوں کو بتانا کہ عنقریب محمدؐ پیغمبر خدا کے طور پر مبعوث کئے جائیں گے، شامل تھا۔
جنابِ خدیجہؓ کے غلام نے سارے واقعات اپنی مالکہ کو بتائے۔ پس جنابِ خدیجہؓ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کرنے کا اشتیاق ہوا اور وہ اُن پر دل و جان سے قربان ہو گئیں۔

5۔ جب بی بی خدیجہؓ کا یہ تجارتی قافلہ شام جاتے ہوئے یہودیوں کی عبادت گاہ کے قریب پہنچا، جس کا راہب ایک بزرگ روحانی یہودی نسطور تھا، اُس نے بھی

قافلے کا بغور جائزہ لیا اور جنابِ محمد مصطفےؐ میں نبوت کی نشانیاں بتائیں۔ اسی واسطے اُس نے جنابِ خدیجہؓ کے مخصوص غلام میسرہ کو بلایا اور اُسے اس طرح کہا:

''میرا اسلام اپنی مالکہ جنابِ خدیجہؓ تک پہنچا دینا اور اُن کو خبر دینا کہ اُن کی شادی ایک ایسے شخص سے ہوگی جو پورے جہان کا سردار ہوگا اور اُنہیں بتا دینا کہ وہ جلد ہی ایسے مقام پر فائز ہوں گی جس پر تمام لوگ رشک کریں گے اور اپنی بی بیؓ کو یہ بھی کہنا کہ وہ ان (حضرت محمدؐ) سے فاصلہ رکھیں کیونکہ خدا جلد ہی اُن کی نسل کو اس آقا سے قرار دے گا اور اُس کا نام ابد تک زندہ رہے گا اور اپنی بی بی کو میری طرف سے کہنا کہ کوئی شخص بھی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا مگر جو اس آقا (حضرت محمدؐ) پر ایمان لائے گا اور ان کی رسالت کی تصدیق کرے گا کیونکہ یہ اشرف الانبیاء ہوں گے اور یہ پاک وطاہر ہوں گے۔

اب میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ شام میں اپنے اس آقا کی حفاظت ونگہبانی کرنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی یہودی ان کو نقصان پہنچا دے''۔

اس کے بعد جنابِ خدیجہؓ کا یہ تجارتی قافلہ شام کی طرف روانہ ہوگیا۔ جب یہ قافلہ وہاں پہنچا تو اپنا سامان بیچنے کیلئے پیش کیا۔ وہاں اور بھی تجارتی قافلے مدینہ سے اور مکہ سے (ابوجہل کا قافلہ) پہنچے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنا سامان مہنگے داموں فروخت کر دیا۔ ابھی تک جنابِ خدیجہؓ کے قافلہ والوں نے کوئی چیز فروخت نہ کی تھی۔

یہ حالات دیکھ کر ابوجہل کہنے لگا کہ مجھے خدا کی قسم ہے کہ خدیجہؓ کا یہ قافلہ اس دفعہ اتنا نقصان اُٹھائے گا جتنا پہلے کبھی نہ اُٹھایا ہوگا کیونکہ یہ سارا سامان بیچنے میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ اب حالت یہ ہے کہ سامان پڑا ہے لیکن گاہک کوئی

نہیں ہے۔

وہ دن گزر گیا۔ اگلے دن صبح عرب لوگوں کا ایک جم غفیر وہاں پہنچا اور لوگ مال خریدنے کیلئے جنابِ خدیجہؑ کے قافلے پر ٹوٹ پڑے۔ لہٰذا سارا مال کئی گنا قیمت میں فروخت ہوگیا۔ اس طرح ایک بے نظیر منافع قافلہ والوں کونصیب ہوا۔ ابوجہل اِن حالات سے سخت پریشان ہوا۔

اس تجارتی سفر میں اتنا زیادہ منافع ہوا کہ میسرہ نے حضرت محمدؐ سے کہا:

''یا محمدؐ! جو سفر پہلے کئی دنوں اور کئی راتوں میں طے ہوتا تھا، اس دفعہ آپ کی موجودگی کی وجہ سے ایک دن اور ایک رات میں طے ہوگیا اور ہمیں اس سفر میں جتنا منافع ہوا ہے، وہ پچھلے چالیس سال میں بھی کبھی نہیں ہوا تھا۔ یہ سب کچھ آپؐ کے قدموں کی برکت سے ہے کہ جنابِ خدیجہؑ کا قافلہ اس کامیابی سے ہمکنار ہوا ہے''۔

۴۔ جنابِ خدیجہؑ کے والد محترم خویلد یہ چاہتے تھے کہ اُن کی بیٹی کی شادی ایک امیر گھرانے میں ہو۔ اسی واسطے وہ اپنی بیٹی کی شادی جنابِ محمد مصطفیٰؐ سے کرنے پر راضی نہ تھے۔

ادھر جنابِ خدیجہؑ نے جب سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے تجارتی معاملات کی وجہ سے نزدیک سے اُن کی اعلیٰ صفات اور حسن و جمال کو دیکھا تھا، وہ اُسی وقت سے اُن کی معتقد ہوگئی تھیں۔ لہٰذا موقع بہ موقع اپنے والد محترم سے گفتگو کرتیں اور اُن کو حضورؐ کے لئے نرم کرنے کی کوشش کرتیں۔

جب جنابِ خدیجہؑ کا یہ تجارتی قافلہ واپس مکہ پہنچا تو جنابِ خدیجہؑ نے دیکھا کہ تمام اونٹ دلہن کی طرح سجے اور خوش وخرم آرہے ہیں۔ گزشتہ سفروں میں یہ

معمول تھا کہ دورانِ سفر چند اونٹ مر جاتے تھے اور چند جلد کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ لیکن یہ عجیب اور حیران کن تھا کہ اس بار اس طرح کا کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا بلکہ جب بغور دیکھا گیا تو پتا چلا کہ اونٹوں کے سرخ بالوں کا بھی کوئی نقصان نہیں ہوا تھا۔

اہل قریش خود حیرت میں تھے جب ایک نر اونٹ کے ساتھ ساتھ ایک باریک کمر خوش نما اونٹنی بھی گزر رہی تھی۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ اونٹ کس کے ہیں تو جواب میں بتایا گیا کہ یہ سارے جنابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے طفیل جنابِ خدیجہؓ کے ہیں۔

جب قافلے کا سامان اُتارا گیا اور اُسے جنابِ خدیجہؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو دیکھنے والے اہلِ قریش دنگ رہ گئے۔ جناب خدیجہؓ پردے کے پیچھے سے اُس سامان کو دیکھ رہی تھیں۔ جنابِ رسولِ خداؐ گھر کے صحن میں موجود تھے اور میسرہ ایک ایک کر کے تمام سامان جنابِ خدیجہؓ کو دکھا رہا تھا۔ جنابِ خدیجہؓ اتنا زیادہ منافع دیکھ کر حیران و پریشان ہو رہی تھیں۔ پھر انہوں نے اپنے والد خویلد کو پیغام بھیجا کہ وہ آئیں اور خود اپنی آنکھوں سے اس دفعہ کا منافع جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہوا تھا، مشاہدہ کریں اور حضورؐ کی شخصیت کو سمجھیں۔ یہ پیغام جنابِ خویلد تک پہنچا تو وہ وہاں آ گئے۔ انہوں نے خوبصورت لباس پہنا ہوا تھا اور ہاتھ میں تلوار پکڑی ہوئی تھی۔ وہ آئے اور اپنی بیٹی کے پاس بیٹھ گئے۔ تمام سامان اُن کو دکھایا گیا۔ پھر جنابِ خدیجہؓ نے کہا:

"بابا جان! یہ سارا بے پناہ منافع حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہوا ہے۔ خدا کی قسم! حضورؐ کا چہرہ انتہائی پُرسکون اور برکت والا ہے۔ آج تک

ہمیں اتنا منافع نہیں ہوا جتنا اس سفر میں ہوا ہے''۔

پھر جنابِ خدیجہؓ نے اپنا رُخ میسرہ کی طرف کیا اور کہا کہ اے میسرہ! راستے میں جو معجزات، واقعات اور کرامات دیکھی ہیں، اُن کو بیان کرو۔ اس کے علاوہ عیسائی اور یہودی علماء کے تاثرات بھی بیان کرو۔ میسرہ نے راستے کی تمام روداد سنائی۔ اس پر جنابِ خدیجہؓ نے کہا کہ اے میسرہ! میں نے تجھے، تیری بیوی اور بچے کو آزاد کیا۔ اس کے علاوہ اُس کو دیگر انعامات سے بھی نوازا۔ اُس سے سالانہ عطا کا بھی وعدہ کیا۔ اس پر میسرہ بہت خوش ہوا۔

اس کے بعد جنابِ خدیجہؓ نے بڑے ادب سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کی اور اُن کی بڑی تعریف کی۔ معاہدہ میں طے رقم سے کئی گنا زیادہ رقم بھی ادا کی۔ پھر اُن کی مدح میں اشعار بھی کہے۔

7۔ جب قافلہ واپس لوٹ رہا تھا اور یہ مکہ کے قریب پہنچا تو میسرہ نے کہا:

''یا محمدؐ! اس دفعہ منافع بے مثال ہوا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ آپؐ قافلے سے آگے آگے چلیں اور میری مالکہ کو اس کامیابی کی خبر خود دیں''۔

جنابِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے قبول کیا اور قافلے سے آگے آگے چلنا شروع ہو گئے۔

ادھر جنابِ خدیجہؓ اپنے قافلے کی واپسی کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھیں۔ اس لئے اپنے محل کی دوسری منزل پر جا کر میسرہ اور قافلے والوں کی راہ دیکھ رہی تھیں کہ اچانک اُس نے دیکھا کہ ایک جوان سوار آ رہا ہے۔ اُس کی دائیں جانب ایک فرشتہ ہے جس نے ہاتھ میں تلوار تھامی ہوئی ہے اور بادل کا ٹکڑا اُن پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ بادل کے اس ٹکڑے میں ایک قندیل روشن ہے اور اُس قندیل

کے اردگرد سرخ یاقوت کے موتی دکھائی دے رہے ہیں۔

جنابِ خدیجہؑ نے خیال کیا کہ شاید یہ فرشتہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اُن کی خواستگاری کیلئے آرہا ہے۔ پھر دل ہی دل میں دعا کی کہ خدایا! یہ فرشتہ سیدھا اُن کے پاس ہی آئے۔

وہ سوار جوان آہستہ آہستہ قریب آتا گیا۔ جب اور قریب ہوا تو جنابِ خدیجہؑ نے پہچان لیا کہ یہ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ بالآخر رسولِ خدا جنابِ خدیجہؑ کے محل میں پہنچ گئے اور آکر قافلے کی آمد کی اطلاع دی اور اس بار بہت زیادہ منافع کی خوشخبری بھی سنائی۔ جنابِ خدیجہؑ یہ سارا منظر دیکھ کر اور یہ خوشخبری سن کر بیحد خوش ہوئیں۔

جنابِ خدیجہ نے چاہا کہ وہ دیکھیں کہ آیا یہ بادل کا ٹکڑا حضورؐ کا ساتھ کہاں تک دیتا ہے، کہا:

''یا محمدؐ! آپ واپس تشریف لے جائیں۔ آپ کے ہمراہ میسرہ بھی آئے''۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس قافلے کی طرف گئے جو ابھی تھوڑے فاصلے پر تھا۔ جنابِ خدیجہؑ اپنے محل کی دوسری منزل سے کمرے کی کھڑکی سے دوبارہ وہی منظر دیکھنا چاہتی تھیں، اس لئے اپنی نگاہیں آسمان پر لگائے رکھیں۔ دوبارہ دیکھا تو وہی منظر تھا کہ وہی بادل کا ٹکڑا حضورؐ پر سایہ کئے ہوئے تھا اور جیسے جیسے آپؐ قافلے کی طرف جارہے تھے، بادل کا ٹکڑا بھی آپؐ پر سایہ کئے ہوئے آپؐ کے ساتھ ساتھ حرکت کر رہا تھا، یہاں تک کہ آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

کہا جاتا ہے کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قافلے سے پہلے جنابِ خدیجہؑ کے محل تک پہنچے تھے تاکہ قافلے کی آمد کی اطلاع دیں اور زبردست منافع کی خوشخبری

دیں، اُس وقت جنابِ خدیجہؑ نے پوچھا:

''یا محمدؐ! قافلہ کہاں ہے؟''

آپؐ نے جواب دیا: ''میں ابھی قافلے سے سرزمین جحفہ پر جدا ہوا تھا''۔

جنابِ خدیجہؑ ایک دفعہ دریائے حیرت میں ڈوب گئیں اور حیران ہو کر کہا کہ مکہ اور جحفہ کا فاصلہ تو کافی طولانی ہے۔ کیا آپؐ ابھی ابھی اُن سے جدا ہوئے تھے؟ آپؐ نے جواب دیا: ہاں! ابھی ابھی قافلے سے جدا ہوا تھا لیکن خدائے بزرگ نے میرے پاؤں کے نیچے زمین کو کوتاہ کر دیا اور میں جلد ہی یہاں پہنچ گیا۔

جنابِ خدیجہؑ نے عرض کی کہ خدا کی قسم! میں نہیں چاہتی کہ آپ تنہا میرے پاس آئیں بلکہ میں تو چاہتی ہوں کہ آپ شان و شوکت کے ساتھ قافلے کے ہمراہ یہاں پہنچیں۔ کنیزیں قیمتی لباسوں میں ملبوس، خوشبوئے گلاب سے معطر پہاڑ کی چوٹی پر جا کر استقبال کریں اور آپؐ پر پھول برسائیں۔ میرے غلام بکروں، دنبوں اور اونٹوں کو آپ کی راہ پر ذبح کریں۔ آپؐ اس طرح شان و شوکت اور عظمت سے آئیں کہ یہ دن تاریخ میں یادگار کے طور پر زندہ رہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میرے آنے کی اطلاع ابھی تک کسی کو نہیں ہوئی۔ میں ابھی واپس جاتا ہوں اور قافلے کے ساتھ شامل ہو جاتا ہوں تاکہ تمہاری خواہش پوری ہو جائے''۔

جنابِ خدیجہؑ نے گرم گرم تازہ پکی ہوئی غذا حضورؐ کی خدمت میں پیش کی اور پھر وہ واپس تشریف لے گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں دوبارہ قافلے سے مل گئے۔ میسرہ نے دیکھتے ہی کہا:

''یا محمدؐ! آپؐ کے ساتھ تو یہ طے ہوا تھا کہ آپ آگے آگے جا کر میری مالکہ کو اس

تجارتی سفر میں زبردست منافع کی خوشخبری دیں گے، آپ کیوں نہیں گئے؟''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ میں گیا تھا لیکن واپس آ گیا ہوں۔ میسرہ نے تعجب کرتے ہوئے پوچھا کہ آپ کس طرح تھوڑے سے وقت میں گئے بھی اور واپس آ بھی گئے؟ میں نے تو آج تک آپؐ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں جھوٹ نہیں کہہ رہا۔ اگر تمہیں شک ہے تو یہ نان و آب و پکوان تمہاری مالکہ کا ہے جو اُس نے کھلایا بھی اور ساتھ بھی دیا ہے۔

جب میسرہ نے وہ گرم گرم غذا اور آبِ زمزم دیکھا تو حیران ہو کر اُٹھا اور یہ سارا ماجرا اپنے قافلے والوں کو بتایا لیکن جب یہ خبر ابوجہل تک پہنچی تو کہنے لگا کہ یہ کام جادو کے سوا ممکن نہیں۔

قافلے کی مکہ میں آمد

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ قافلہ مکہ پہنچ گیا۔ میسرہ ملاقات کیلئے جنابِ خدیجہؓ کے پاس آیا اور راستے کے عجیب و غریب واقعات کی اپنی مالکہ کو اطلاع دی۔

جنابِ خدیجہؓ جو پہلے ہی اپنے مشاہدات کی بناء پر، اپنے خواب کی تعبیر کی روشنی میں، یہودی عالم اور چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کی پیش گوئیوں کی وجہ سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دل و جان سے قربان تھیں، اب جب اُن کے غلام نے شام کے سفر کا ماجرا بیان کیا جو سراسر عظمت و معجزاتِ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھرا ہوا تھا، تو جنابِ خدیجہؓ حد درجہ متاثر ہوئیں اور پیغمبرِ خدا سے عقد کی بیحد مشتاق ہوئیں۔

جنابِ خدیجہؓ نے معاہدے کے مطابق جو اُجرت یا منافع حضورؐ سے طے کیا تھا، وہ ادا کر دیا۔ میسرہ اور اُس کے گھر والوں کو اس سفر میں غیر معمولی منافع ہونے کی وجہ سے

آزاد کر دیا اور بہت سا انعام بھی عطا کیا۔

دوسری روایات میں ہم یہ پڑھتے ہیں کہ جنابِ خدیجہؑ بڑی شدت سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا انتظار کر رہی تھیں۔ اسی انتظار میں کبھی بیٹھتی اور کبھی اُٹھ کر اپنے محل کی اوپر والی منزل کے کمرے کی کھڑکی سے قافلے کے آنے والے راستے کو دیکھتیں۔ اسی کیفیت میں وقت گزر رہا تھا کہ اچانک اُن کی ایک کنیز آئی اور حضورؐ کی آمد کی اطلاع دی۔ جنابِ خدیجہؑ اپنے گھر کے صحن میں آئیں۔ ایک کنیز نے گھر کا دروازہ کھولا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باآوازِ بلند فرمایا:

"اَلسَّلامُ عَلَیکُم یااَھلَ البَیتِ"

"اے گھر والو! تم سب پر میرا سلام ہو"۔

جواب میں جنابِ خدیجہؑ نے بھی کہا کہ آپؐ پر بھی میرا سلام ہو، اے میری آنکھوں کے نور!

رسولِ خداؐ نے کہا: "اے بی بی! آپ کے تمام مال و اسباب کے صحیح و سلامت واپس پہنچنے پر مبارک ہو"۔

جنابِ خدیجہؑ نے کہا کہ آپؐ کے صحیح و سلامت واپس پہنچنے کی آپ کو مبارک ہو۔ خدا کی قسم! میرے نزدیک آپ کی سلامتی مجھے تمام مال اور اعزاء کی سلامتی سے زیادہ عزیز ہے۔ پھر جنابِ خدیجہؑ نے آپ کی شان میں اشعار کہے۔

جنابِ خدیجہؑ ایسی بامعرفت خاتون تھیں جو اُس جاہلیت اور گمراہی کے دور میں ستارۂ درخشاں کی مانند تھیں اور ایسی چمکیں کہ آفتابِ جہاں پر فدا ہو گئیں۔ انہوں نے مادی دنیا کو چھوڑ کر روحانی دنیا کے بادشاہ کو پسند کیا۔ اگرچہ اُس زمانے کے بہت سے اُمراء اور رؤساء نے جنابِ خدیجہؑ سے شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا لیکن آپ نے سب کو ٹھکرا

دیا اور فقط ابو طالبؑ کے یتیم کو چاہا کیونکہ آپ کی نظر دنیاوی مال و دولت پر نہ تھی۔ آپ نے دل کے دریچے سے حق کو پہچان لیا تھا اور اسی حق کے محور پر ساری مادی دنیا کو نچھاور کر دیا تھا۔

جنابِ خدیجۃؑ کا چچازاد بھائی سے مشورہ

جنابِ خدیجہؑ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذاتی حسن و جمال اور اعلیٰ اخلاقی کمال سے بہت متاثر تھیں۔ لہٰذا اپنے لئے یہ بات باعثِ فخر سمجھتی تھیں کہ ایک روز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئیں اور اُن کے سر پر اپنی ہمسری کا تاج رکھیں، لیکن ان تمام پاک خواہشات کے باوجود جنابِ خدیجہؑ ہرگز نہیں چاہتی تھیں کہ کسی طرح بھی اُن کے خاندانی وقار کو ٹھیس پہنچے۔ اسی واسطے انہوں نے اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل سے مشورہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ آپؑ اُن کے پاس آئیں اور اُن کو تجارتی سفر کے تمام واقعات سے آگاہ کیا اور راستے کے معجزات بھی بتائے۔

جنابِ خدیجہؑ نے عرض کیا: ''بھائی! اگر محمدؐ میں کوئی عیب ہے تو میرے لئے بیان کرو؟''

ورقہ بن نوفل نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصافِ اعلیٰ بیان کئے اور اُنؐ کے خلقِ عظیم کی تعریف کی۔ جنابِ خدیجہؑ ان کو سننے پر بہت خوش ہوئیں اور چاہا کہ لباس اور قیمتی تحائف پیش کریں۔ اس پر ورقہ بن نوفل نے کہا:

''اے خدیجہؑ! مجھے اس دنیا کی کوئی مادی چیز نہیں چاہئے بلکہ میں تو تجھ سے یہ چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن تم میرے لئے جنابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سفارش کی درخواست کرنا۔ یہ جان لو کہ حساب و کتاب اپنی جگہ پر ہے اور ان کے پیچھے عذاب بھی ہے۔ کسی کو نجات نہیں ملے گی مگر جنہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی

تصدیق کی ہوگی اور اُن کی پیروی کی ہوگی۔ افسوس ہے اُس پر جسے جنت سے نکالا جائے اور جہنم میں دھکیل دیا جائے''۔

حقیقت میں ورقہ بن نوفل چاہتے تھے کہ جنابِ خدیجہؑ کو اپنی عقل و دانش سے فائدہ پہنچائیں۔ جنابِ خدیجہؑ بھی اپنے عزیز و اقارب میں اُن کا بڑا احترام کرتی تھیں۔ اُن کی باتوں کو ہمیشہ اپنے لئے منزل کی طرف نشانِ راہ سمجھتی تھیں۔

ورقہ بن نوفل کی جنابِ خدیجہؑ کو نصیحتوں میں سے نمونہ کے طور پر ایک یہ تھی کہ:

''اے خدیجہؑ! بیوقوف کی صحبت سے بچو کیونکہ وہ تمہارا فائدہ چاہے گا لیکن تمہیں نقصان پہنچائے گا۔ دُور کو نزدیک اور نزدیک کو دور دکھائے گا۔ اگر تم اُس کو کوئی امانت دوگی تو وہ اُس میں خیانت کرے گا اور اگر تمہیں امانت دے گا تو تمہاری بدنامی کرے گا۔ اگر تم سے کوئی بات کرے گا تو جھوٹ بولے گا اور اگر تم اُس سے کوئی بات کروگی تو تمہارے لئے پریشانی کھڑی کرے گا۔ تمہاری اور اُس کی مثال ایک سراب کی سی ہے جہاں پیاسے کو کبھی پانی نہیں ملتا''۔

جب بھی خدیجہؑ ورقہ کے پاس جاتیں، ورقہ اُن سے کہتا:

''اے چچا کی بیٹی! جاہل سے یا عالم سے دونوں میں سے کسی سے بھی بحث و مباحثہ اور جنگ نہ کرو کیونکہ اگر جاہل شخص سے ایسا کرے گی تو وہ تجھے ذلیل و خوار کرے گا اور اگر کسی عالم سے ایسا کرے گی تو یاد رکھ کہ اُس کا علم تجھے اس چیز سے باز رکھتا ہے''۔

مختصراً یہ کہ ورقہ بن نوفل نے جنابِ خدیجہؑ کی حوصلہ افزائی کی کہ وہ لازماً اس مقدس ازدواج کیلئے راضی ہوں۔

ورقہ نے دورانِ گفتگو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مالی کمزوری کا بھی ذکر کیا۔ شاید اس طرح ذکر کرنے سے وہ جنابِ خدیجہؑ کا امتحان لینا چاہتے ہوں۔

جنابِ خدیجہؑ نے جواب میں کہا: ''اگرچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مال و دولت کم رکھتے ہیں اور میں اُنؐ کے مقابلہ میں زیادہ مال و دولت رکھتی ہوں لیکن میں ہر حال میں اُن کو چاہتی ہوں اور میری تمام دولت اُنؐ پر قربان!'' ورقہ نے کہا:

''اِذَنْ وَاللّٰهِ تَسْعَدِيْنَ وَتَرْشُدِيْنَ وَتَحْظَيْنَ بِنَبِيٍّ كَرِيْمٍ''.

''تب تو خدا کی قسم! تم ضرور کامیاب ہوگی اور تم نے ایک سعادت مند راستہ اختیار کیا ہے اور ضرور نبی کریمؐ سے فیضیاب ہوگی''۔

ورقہ بن نوفل کی تمام تر حوصلہ افزائی نے جنابِ خدیجہؑ کی اور ہمت بندھائی۔ جنابِ خدیجہؑ جو ایک پاک سیرت، خدا شناس اور دل و نگاہ سے پرہیزگار خاتون تھیں، نے مصمم ارادہ کرلیا کہ وہ ضرور اس منزلِ پُر افتخار تک پہنچیں گی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کریں گی۔

جنابِ خدیجہؑ کا خواب

ورقہ بن نوفل، جن کو جنابِ خدیجہؑ نے مشورہ کیلئے بلایا تھا، نے کہا کہ میرے نزدیک تو یہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانے ہی سے لکھا ہوا موجود ہے جس کے ذریعے سے ہونے والے قطعی واقعات کو پرکھا جا سکتا ہے۔ میرے پاس پانی لاؤ۔

جنابِ خدیجہؑ نے پانی حاضر کیا۔ ورقہ بن نوفل نے لکھے ہوئے تعویذ پر پانی چھڑکا اور اُسی پانی سے جنابِ خدیجہؑ کو غسل کرنے کیلئے کہا۔ جنابِ خدیجہؑ نے اُس کے کہنے کے مطابق عمل کیا۔

اس کے بعد ورقہ بن نوفل نے دو آسمانی کتابوں زبور اور انجیل کے چند کلمات کو

ایک تختی پر لکھا اور بی بی خدیجہؓ کو دیا اور تاکید کی کہ سوتے وقت ان کو اپنے سر کے نیچے رکھیں۔ اگر ایسا کیا تو تمہارا حقیقی شوہر تمہارے خواب میں آئے گا۔ تم اُسے پہچانو گی اور پھر تم اُس کے نام، کنیت اور دوسرے مشخصات سے آگاہ ہو جاؤ گی۔

جنابِ خدیجہؓ نے اپنے چچازاد بھائی کی ہدایات کے مطابق عمل کیا اور سو گئیں۔ خواب میں دیکھا کہ ابوطالبؓ کے گھر سے ایک گھوڑے سوار نوجوان باہر نکلا جس کا قدو قامت درمیانہ تھا، آنکھیں بڑی اور سیاہ، ابرو نازک اور ہونٹ سرخ تھے۔ اُس کے چہرے سے متانت، جلالت اور بزرگی کے آثار نمایاں ہو رہے تھے۔ اُن کے دونوں کندھوں میں ایک خصوصی نشانِ نبوت بھی تھا اور اُن کے اوپر بادل کے ایک ٹکڑے نے سایہ بھی کیا ہوا تھا۔ یہ جوان ایک ایسے گھوڑے پر سوار تھا جس کی لگام سونے کی تھی۔ گھوڑے کی شکل انسان نما تھی۔ اُس کی دم کے بال رنگا رنگ اور اُس کے پاؤں گائے کے پاؤں کی طرح تھے۔ اُس سواری کے ایک قدم کا فاصلہ آنکھوں کی نظر کی پہنچ کے برابر تھا۔

جب جنابِ خدیجہؓ نے اُس سوار کو عالم خواب میں دیکھا تو اُس کے پاؤں کے ساتھ لپٹ گئیں۔ جب آنکھ کھلی تو اُس کے بعد نہ سوئیں اور صبح ہوتے ہی اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس آئیں۔ جنابِ خدیجہؓ اُس وقت عجیب سے جذبات سے مغلوب تھیں۔ آتے ہی بھائی کو سلام کیا۔

ورقہ بن نوفل نے کہا: ''اے خدیجہؓ! مجھے یقین ہے کہ تم نے شب گزشتہ خواب دیکھا ہے''۔

جنابِ خدیجہؓ نے جواب دیا: ''ہاں! میں نے ایک سوار کو ان خصوصیات کے ساتھ خواب میں دیکھا ہے''۔

اس کے ساتھ ہی جنابِ خدیجہؓ نے اپنا پورا خواب ورقہ بن نوفل کو سنایا۔

ورقہ بن نوفل نے کہا: ''اے بہن خدیجہؓ! اگر تم نے یہ خواب دیکھا ہے تو یقیناً تمہیں کامیابی اور سعادتِ دنیا و آخرت نصیب ہوگی کیونکہ جس شخص کو تم نے خواب میں دیکھا ہے، انؐ کے سر پر نبوت کا تاج ہے اور وہی قیامت کے دن گناہگاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں، وہ آقائے دوجہاں، شہنشاہِ عرب و عجم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ ہیں''۔

جنابِ خدیجہؓ نے کہا: ''اے میرے بھائی! میں کس طرح اُن تک پہنچ سکتی ہوں جبکہ ایک مجبور عورت ہوں اور وہ ایک عظیم انسان ہیں؟''

اس کے بعد جنابِ خدیجہؓ کی بیتابی میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ اسی بیتابی اور شوقِ وصال میں اُن کی آنکھیں برسنا شروع ہوگئیں۔ وہ دن رات بے چین رہتیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اشعار کہتیں۔ اُنؓ کے عربی اشعار کو سعدی نے اپنے کلام میں یوں بیان کیا ہے:

ماہ فرو ماند از جمال محمدؐ

سرو نروید بہ اعتدال محمدؐ

قدر فلک را کمال و منزلتی نیست

در نظر قدر باکمال محمدؐ

وعدۂ دیدار ہر کسی بہ قیامت

لیلۃ الاسریٰ شب وصال محمدؐ

آدم و نوح و خلیل و موسیٰ و عیسیٰ

آمدہ مجموع در ظلال محمدؐ

عرصۂ دنیا مجال ہمت او نیست
روز قیامت نگر مجال محمدؐ
وان ہمہ پیرایہ بستہ جنت فردوس
گو کہ قبولش کند بلال محمدؐ
ہمچو زمین خواہد آسمان بہ بیفتد
تابدہد بوسہ بر نعال محمدؐ
شاید اگر آفتاب و ماہ نتابد
پیش دو ابروی چون ہلال محمدؐ
چشم مرا گر بہ خواب دید جمالش
خواب نگیرد مگر خیال محمدؐ

بنی ھاشم جنابِ خدیجہؑ کے گھر پر

جناب خدیجہؑ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اشعار کہنے اور ان کے فراق میں آنسو بہانے کو اپنا معمول بنا لیا، یہاں تک کہ ایک روز گھر کے دروازے پر دستک ہوئی، جنابِ خدیجہؑ نے کنیز سے کہا کہ جاؤ، دروازہ کھولو، شاید اُدھر سے کوئی اچھی خبر لایا ہو!

کنیز دروازہ کھولنے کیلئے گئی اور اُس کی نظریں حضرت عبدالمطلب کے فرزندوں کے خوبصورت چہروں پر پڑیں۔ وہ کنیز خوشی کے جذبات کے ساتھ دوڑی دوڑی جنابِ خدیجہؑ کے پاس آئی اور فرزندانِ عبدالمطلب کی آمد کی خبر دی۔ جنابِ خدیجہؑ نے اپنے غلام میسرہ کو حکم دیا کہ قیمتی قالین بچھا دیئے جائیں۔ اُن پر ریشمی تکیے رکھ دیئے جائیں اور مہمانوں کی احسن طریقہ سے خدمت کی جائے۔ میسرہ نے جنابِ خدیجہؑ کے حکم کے مطابق

آنے والے مہمانوں کا استقبال کیا اور مہمان نوازی کی۔ مہمانوں نے بھی انواع واقسام کے پھل اور میوے تناول کیئے۔

اس کے بعد جنابِ خدیجہؑ نے پردے کے پیچھے سے مہمانوں کوخوش آمدید کہا اور بڑے نرم اور شیریں لہجہ میں اُن کے آنے کو اپنے لئے بڑا فخر اور امتیاز کا مقام بتایا۔

جنابِ ابوطالبؑ نے کہا: ''ہم تمہارے پاس اپنے بھتیجے کیلئے آئے ہیں تا کہ اُنؑ کی برکات اور عظمت آپ کے نصیب میں ہوں''۔

جنابِ خدیجہؑ نے جب یہ سنا تو بہت خوش ہوئیں اور اسی خوشی میں انہوں نے چند اشعار پڑھے جو کتابوں میں موجود ہیں۔ پھر جنابِ ابوطالبؑ کی طرف متوجہ ہوئیں اور کہا:

''میرے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں؟ میں چاہتی ہوں کہ اُنؑ سے گفتگو کروں اور اُنؑ کے خوش کلام کو سنوں''۔

جنابِ عباس جو پیغمبرؐ خدا کے چچا تھے، اُسی جگہ تشریف فرما تھے، کہنے لگے کہ میں جاتا ہوں اور اُن کو ڈھونڈ کر لاتا ہوں۔ پس اس کے بعد جنابِ عباس اُٹھے تا کہ پیغمبرؐ خدا کو تلاش کر کے اس محفل میں لائیں۔

حضورؐ اور جنابِ ابوطالبؑ کی گفتگو

شام کے تجارتی سفر سے واپس آنے کے بعد راستے کے تمام واقعات و معجزات لوگوں میں مشہور ہوگئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنابِ خدیجہؑ کے گھر میں تشریف لائے۔ جنابِ خدیجہؑ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی اور پھر آخر میں جنابِ خدیجہؑ نے حضرت محمدؐ سے کہا کہ سفر کے طے شدہ منافع کے علاوہ بھی میرے پاس آپ کیلئے رقم موجود ہے جو میں آپ کو دینا چاہتی ہوں۔

یہ سن کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنابِ خدیجہؑ کے گھر سے آ گئے اور

سیدھے اپنے چچا حضرت ابو طالب علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے۔ جنابِ ابو طالب علیہ السلام شام کے سفر میں اپنے بھتیجے کی کامیابی پر بہت خوش تھے۔ اُن کو دیکھتے ہی خوش آمدید کہا اور مبارکباد دی اور اُن کی پیشانی کو چوما۔

اس کے بعد دوسرے چچا بھی آ گئے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب بیٹھ گئے۔ اُس وقت حضرت ابو طالب علیہ السلام اور جنابِ پیغمبرؐ خدا کے درمیان جو گفتگو ہوئی، وہ یہ ہے:

حضرت ابو طالبؑ: بی بی خدیجہؑ نے آپ کو تجارتی سفر کا کیا معاوضہ دیا ہے؟

حضرت محمدؐ: وہی جو کہ قرار ہوا تھا، اس کے علاوہ مزید بھی دینے کا وعدہ کیا ہے۔

حضرت ابو طالبؑ: یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے۔ میں بھی چاہتا ہوں کہ دو اونٹ سامان حمل ونقل کرنے والے اور دو اونٹ سواری والے تمہیں دوں تا کہ تم اپنی زندگی کا سامان مہیا کر سکو اور وہ مال (دینار و درہم) جو بی بی خدیجہؑ نے تمہیں دیا ہے، اُس سے تم اپنی شادی کا انتظام کرلو۔ میں قریش میں تمہاری شادی کا انتظام کرواتا ہوں۔ ان اہم اُمور کی انجام دہی کے بعد مجھے پرواہ نہیں، جس وقت چاہے موت آ جائے۔

حضرت محمد۔ چچا جان! آپ جس طرح اِن اُمور کو انجام دینا چاہتے ہیں، انجام دیجیے!

حضورؐ اور جنابِ خدیجہؑ کے درمیان گفتگو

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح سویرے غسل کیا، صاف ستھرا لباس پہنا،

خوشبو لگائی اور جنابِ خدیجہؑ کے گھر آئے۔ جب جنابِ خدیجہؑ نے آپ کو دیکھا تو بیحد خوش ہوئیں۔ میسرہ، جنابِ خدیجہؑ کا غلام وہاں موجود تھا۔ جنابِ خدیجہؑ نے آپ کی آمد کی خوشی میں چند اشعار بھی پڑھے اور عرض کیا:

''میں خدا سے ڈرتی ہوں کہ آپؐ سے جو گفتگو بھی ہو، وہ ثمر بخش ہو۔ خدا آپؐ پر اپنی بے انتہا نعمتیں نازل فرمائے۔ کیا کوئی ایسا کام یا حاجت ہے جو میں کرسکوں؟''

یہ گفتگو جب پیغمبرؐ خدا نے سنی تو حیاء کے آثار آپؐ کے رُخِ مبارک پر نمایاں ہوئے اور انہوںؐ نے اپنے سر کو جھکا دیا۔ آپ کی پیشانی مبارک سے پسینے کے قطرے گرنا شروع ہو گئے۔

جنابِ خدیجہؑ نے بڑی محبت سے عرض کیا:

''کیا میں سوال کروں تو آپؐ جواب دیں گے؟''

حضورؐ: ہاں کیوں نہیں!

جنابِ خدیجہؑ: جو اونٹ اور مال آپ کو اس تجارتی سفر کے منافع میں مجھ سے ملے ہیں، آپؐ اس سے کیا کام انجام دیں گے؟

حضورؐ: آپ یہ سوال کیوں پوچھنا چاہتی ہیں؟

جنابِ خدیجہؑ: میں چاہتی ہوں کہ اُس میں اضافہ کروں۔

حضورؐ: سنیں! میرے چچا ابو طالبؑ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھے دو اونٹ بار برداری والے اور دو اونٹ سواری والے عطا کریں گے جس سے وہ میری قریش میں کسی ایسی خاتون سے شادی کا انتظام کریں گے جو تھوڑے حق مہر اور مال پر راضی ہو جائے اور مجھے اُن چیزوں کیلئے مجبور نہ کرے جن کو مہیا کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں۔

جنابِ خدیجہؑ: میرے آقا! کیا آپؐ پسند نہیں کرتے کہ میں آپ کی شادی کا ایسی خاتون سے انتظام کروں جو آپؐ کے دل و روح کو خوش کرے؟

حضورؐ: ہاں! میں ایسی ہی ہمسر سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔

جنابِ خدیجہؑ: میں نے آپؐ کے لئے آپ کی ہمسر آپؐ ہی کی قوم سے منتخب کی ہے جو مال و دولت کے لحاظ سے، حسن و جمال کے اعتبار سے، پاکدامنی و عفت کے حساب سے، تمام عورتوں سے برتر ہے۔ جو آپؐ کے کاموں میں آپ کی مدد بھی کرے گی اور آپؐ کے تھوڑے مال و دولت پر راضی ہوگی۔ وہ آپؐ کے علاوہ کسی اور سے راضی نہیں۔ وہ اپنوں میں آپؐ سے زیادہ نزدیک ہے۔ عرب کے بادشاہ اور اُمراء اُس کی وجہ سے آپؐ سے حسد کرتے ہیں۔ ہاں! البتہ جس طرح اُس کی خوبیاں ہیں، اُس میں کوئی خامی بھی ہے۔

حضورؐ: اُس کی خامی کیا ہے؟

جنابِ خدیجہؑ: اُس کی خامی یہ ہے کہ اُس کی عمر آپؐ سے زیادہ ہے۔

حضورؐ: اُس کا نام کیا ہے؟

جنابِ خدیجہؑ: "هِیَ مَمْلُوكَتُكَ خَدِيْجَه"۔

"اُس آپ کی کنیز کا نام خدیجہ ہے"۔

یہ سننے کے بعد پیغمبرؐ خدا نے سر جھکا لیا۔ پیشانی سے شرم و حیاء کا پسینہ گرنے لگا اور آپؐ دریائے سکوت میں غوطہ زن ہو گئے۔

جنابِ خدیجہؑ نے دوبارہ بات شروع کی اور کہا:

"اے میرے سردار! آپؐ میرے سوال کا جواب نہیں دے رہے۔ خدا کی قسم!

آپ میرے محبوب ہیں۔ میں آپؐ کے کسی کام کی مخالفت نہیں کروں گی اور میں آپ کی کنیز بن کے رہوں گی"۔

اس موقع پر جنابِ خدیجہؓ نے کچھ اشعار پڑھے جو تاریخ کی کتابوں میں ضبط ہیں۔ اُس میں سے ایک شعر یہ تھا:

فَاحُکُمْ بِمَاشِتَ وَمَا ترضٰی
فَالْقَلْبُ مَایُرضِیہِ اِلَّا رِضَاکَ

"آپؐ جو چاہتے ہیں، اُس کا حکم کریں، میرا دل تو سوائے آپ کی رضا کے کسی اور پر راضی نہیں ہوگا"۔

جنابِ خدیجہؓ نے اصرار کیا کہ آپ کوئی جواب دیں؟

حضورؐ: اے میرے چچا کی بیٹی! آپ ایک دولت مند خاتون ہیں اور میں خالی ہاتھ انسان ہوں، اس لئے میں تمہاری جیسی خاتون سے زندگی گزارنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ آپ جیسی خاتون مجھ جیسے انسان سے زندگی گزارنے پر راضی نہ ہوگی۔ میں ایک ایسی عورت کی تلاش میں ہوں جو مالی لحاظ سے میری ہی سطح کی ہو اور مجھ جیسی سادہ زندگی گزارنے کی عادی ہو۔ لیکن آپ تو ایک ملکہ کی مانند ہیں، لہٰذا آپ کا ہمسر بھی کوئی بادشاہ ہی ہونا چاہئے۔

جنابِ خدیجہؓ: خدا کی قسم! بے شک آپ کے پاس دولت کم ہے اور میرے پاس دولت زیادہ ہے لیکن جو اپنی جان بھی آپ پر فدا کرنے کو تیار ہو، وہ اپنی دولت کو خرچ کرنے سے کب دریغ کرے گی۔ میں اپنے غلام،

اپنی کنیزیں اور اپنا تمام مال آپؐ کے اختیار میں دے دوں گی۔ ربِ کعبہ کی قسم! میں گمان نہیں کرتی کہ کوئی چیز آپؐ کے اور میرے درمیان فاصلہ پیدا کر سکے گی۔

اس کے بعد جنابِ خدیجہؑ کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ مجھے اُس خدائے بزرگ کی قسم جو آنکھوں سے پنہاں ہے اور لوگوں کے دلوں کے بھیدوں سے آگاہ ہے! میں اس کیلئے (یعنی آپؐ سے ازدواج کیلئے) سب سے زیادہ حقدار ہوں۔ آپؐ اپنے چچا کے پاس جائیں اور اُن کو میرے گھر خواستگاری کیلئے بھیجیں۔ حق مہر کی بڑی رقم سے نہ گھبرائیں۔ حق مہر کی رقم کی فراہمی میرے ذمے رہنے دیں۔ اس کے علاوہ باقی سب اُمور کی ذمہ داری بھی میری ہی ہوگی۔ آپ جائیں اور ان تمام اُمور کی انجام دہی کیلئے مطمئن رہیں۔

یہ سب سننے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا حضرت ابو طالبؑ کے پاس آئے اور سارا ماجرا سنایا۔ حضرت ابو طالبؑ نے کہا:

''چلو! باقی چچاؤں کو بھی آگاہ کریں اور پھر ہم مل کر جنابِ خدیجہؑ کے گھر خواستگاری کیلئے جائیں گے''۔

صفیہ اور نفیسہ کا شادی کیلئے کوشش کرنا

کچھ واقعات جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، کے بعد جنابِ خدیجہؑ پوری طرح پیغمبرؐ خدا کے ساتھ ازدواج کیلئے تیار ہو گئیں اور اب انتظار میں رہنے لگیں کہ کب آپؐ کے خاندان والے خواستگاری کیلئے آتے ہیں کیونکہ اس سے پہلے وہ عرب کے بڑے بڑے

سرداروں اور اُمراء کی طرف سے خواستگاری کے پیغامات کو واضح الفاظ میں انکار کر چکی تھیں۔ ان کے مقابلہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، جن کے پاس مالِ دنیا نہ تھا، کیلئے جنابِ خدیجہؑ کا دل تڑپ رہا تھا اور اُن کو پانے کیلئے وہ لمحہ بہ لمحہ انتظار کی گھڑیاں گن گن کر گزار رہی تھیں۔

جنابِ خدیجہؑ نے اپنی ایک مخلص سہیلی جن کا نام نفیسہ تھا اور وہ اہلِ قریش سے تھیں، کو بلایا اور سارا ماجرا نفیسہ بنت منبہ کو بتایا۔ پھر اُس سے کہا کہ حضورؐ کی خدمت میں جائے اور شادی کیلئے راہ کو ہموار کرے۔

نفیسہ حضورؐ کی خدمت میں آئی اور عرض کرنے لگی:

نفیسہ: یا محمدؐ! آپ شادی کیوں نہیں کر رہے ہے؟

حضورؐ: میرا ہاتھ دنیا کے مال و دولت سے خالی ہے۔ اس کے مہیا ہونے پر انشاء اللہ شادی کرلوں گا۔

نفیسہ: میں حاضر ہوں کہ آپ کی اس مشکل کو برطرف کردوں اور آپؐ کے لئے ایک حسین اور ثروت مند خاتون کو متعارف کرواؤں۔

حضورؐ: تم ایسی خاتون کو کہاں سے پیدا کر سکتی ہو؟

نفیسہ: میں اس کیلئے ایک شریف خاتون جنابِ خدیجہؑ کو تیار کروں گی۔

حضورؐ خاموش ہو گئے اور اپنی اس خاموشی سے نفیسہ کو مثبت جواب دیا۔

اس کے بعد نفیسہ جنابِ خدیجہؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حضورؐ کی آمادگی اور رضایت بیان کی اور اس شادی کو انجام دینے کیلئے مزید کوششیں شروع کر دیں۔

اب یہ موضوع جنابِ خدیجہؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھروں تک ہی محدود نہ رہا بلکہ خاندانِ قریش میں زیرِ بحث آنے لگا اور یہ خبر جنابِ خدیجہؑ کے چچا عمرو

بن اسد تک بھی پہنچی۔

پیغمبرؐ خدا کے تمام چچا اس بات پر حیران تھے کہ جنابِ خدیجہؑ عرب کی ایک معروف اور دولت مند ترین خاتون ہیں۔ آیا وہ اُنؐ کے بھتیجے حضرت محمدؐ، جو دولتِ دنیا سے ظاہری طور پر خالی ہیں اور معاشرے کے غریب فرد ہیں، سے کس طرح شادی پر راضی ہو سکتی ہیں!

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچاؤں کو واضح طور پر کہا کہ وہ اُٹھیں اور جنابِ خدیجہؑ کے گھر خواستگاری کیلئے چلیں کیونکہ اُنہوں نے اپنی رضایت کا اعلان پہلے ہی کر دیا ہے۔ لہٰذا جواب نفی میں ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جنابِ رسولِؐ خدا کے چچاؤں نے اس بات کی تصدیق کی اور اپنی بہن صفیہ (حضورؐ کی پھوپھی) کو خواستگاری اور تحقیق کیلئے جنابِ خدیجہؑ کے گھر بھیجا۔ جنابِ صفیہ نے بہترین لباس زیب تن کیا اور جنابِ خدیجہؑ کے گھر کی جانب روانہ ہو گئیں۔ گھر کے نزدیک ان کی ملاقات جنابِ خدیجہؑ کی کنیزوں سے ہوئی۔ وہ کنیزیں جلدی سے گھر کے اندر گئیں اور بی بی خدیجہؑ کو جنابِ صفیہ کی آمد کی اطلاع دی۔

جنابِ خدیجہؑ نے فوراً گھر کو مہمان کے استقبال کیلئے آمادہ کرنے کا حکم دیا اور خود دروازے پر خوش آمدید کہنے کیلئے آئیں۔ اسی دوران جنابِ خدیجہؑ کا پاؤں لباس کے ساتھ اٹکا اور وہ ایک دفعہ لرزیں۔ قریب تھا کہ گر جاتیں لیکن سنبھل گئیں۔ فوراً اُن کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے:

"لَا اَفْلَحَ مَنْ عَادَاکَ یَا مُحَمَّد"

"یا محمدؐ! جس کسی نے تم سے دشمنی کی، وہ کامیاب نہ ہوا"۔

صفیہ نے اس کلام کو سنا اور اسے نیک فال تصور کیا اور اپنے آپ سے کہا کہ یہ

نیک شگون ہے۔ یہ بی بی خدیجہؓ کی رضایت اور آمادگی کا ثبوت ہے۔ یہ ان کی حضرت محمدؐ سے وصالِ خیر کی خوشخبری بھی ہے۔

پس جنابِ صفیہ نے گھر کے دروازے پر دستک دی۔ خود جنابِ خدیجہؓ نے دروازہ کھولا اور استقبال کیا اور بڑے ادب واحترام سے بی بی صفیہ گھر میں داخل ہوئیں۔ جنابِ خدیجہؓ نے اپنی کنیزوں کو حکم دیا کہ مہمان کیلئے کھانا لایا جائے۔ اس پر بی بی صفیہ نے کہا:

''میں کھانا کھانے کیلئے نہیں آئی ہوں، بلکہ اے میرے چچا کی بیٹی! میں یہاں ایک بہت اہم کام کی غرض سے آئی ہوں تا کہ موضوع کے بارے میں تم سے خود سوال کروں اور دیکھوں کہ جو میں نے سنا ہے، وہ درست ہے یا نہیں!''

جنابِ خدیجہؓ نے پوچھا: ''موضوع کیا ہے؟''

اس پر بی بی صفیہ نے اُس کی وضاحت کی تو اب جنابِ خدیجہؓ نے کہا:

''ہاں! یہ ٹھیک ہے۔ بے شک تم اس کو ظاہر کرو یا چھپاؤ، میں نے خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کی درخواست کی ہے اور حق مہر بھی اپنے مال سے ادا کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ پس وہ (حضرت محمدؐ) اس بارے میں جو کہیں، اُسے غلط تصور نہ کرو۔ میں جانتی ہوں کہ حضرت محمدؐ خدائے بزرگ کی طرف سے مبعوث کئے جائیں گے''۔

صفیہ مسکرائیں اور کہا: ''خدا کی قسم اے خدیجہؓ! تم نے جو مثبت جواب دیا ہے، میں اس کی تائید کرتی ہوں۔ میں نے حضرت محمدؐ سے زیادہ نورانی چہرہ نہیں دیکھا اور اُنؐ کے شیریں کلام سے زیادہ شیریں کلام نہیں سنا۔ اُن کی زیبا ترین باتوں سے بہتر باتیں نہیں سنی ہیں''۔

اس کے بعد صفیہ چاہتی تھیں کہ واپس لوٹیں لیکن جنابِ خدیجہؓ نے کہا کہ ذرا

رُکیں اور پھر ایک بہترین لباس بی بی صفیہ کو تحفہ کے طور پر عطا کیا اور پیار و محبت سے اُن کو گلے لگایا اور کہا:

''یَاصَفِیَّةُ بِاللّٰہِ عَلَیۡکِ اِلَّا اَعِنۡتِیۡنِیۡ عَلٰی وِصَالِ مُحَمَّدٍ''.

''اے صفیہ! خدا کی قسم، تم پر لازم ہے کہ تم حضرت محمدؐ سے وصال کیلئے میری مدد کرو''۔

صفیہ نے جواب دیا: ''میں اس کام کو ضرور کروں گی''۔

صفیہ خوشی خوشی جنابِ خدیجہؑ کے گھر سے باہر آئیں اور اپنے بھائیوں کے گھر کی طرف چلنے لگیں۔ جب وہاں پہنچیں تو بھائیوں نے پوچھا:

''صفیہ! کیا خبر لائی ہو؟''

صفیہ نے کہا: ''اگر کام کرنا چاہتے ہو تو پھر اُٹھو، خدا کی قسم! جنابِ خدیجہؑ تو آپ کے بھتیجے کی اس قدر مشتاق ہیں کہ اس کو لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی''۔

پیغمبرِ اکرمؐ کے تمام چچا، سوائے ابولہب کے، بہت خوش ہوئے اور سب کے سب اکٹھے جنابِ خدیجہؑ کے گھر کی طرف خواستگاری اور دیگر رسوم کیلئے چل پڑے۔ ان کے آگے آگے حضرتِ ابوطالب علیہ السلام تھے۔ سب سے پہلے یہ حضرات جنابِ خدیجہؑ کے والد خویلد کے پاس آئے۔ پھر اُن کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس آئے۔ ورقہ بن نوفل نے بڑے پُرتپاک انداز میں اُن سب کا استقبال کیا اور اُن کو خوش آمدید کہا۔ پھر ورقہ اور جنابِ خدیجہؑ کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی اور رسمِ نکاح کیلئے حالات سازگار ہو گئے۔

جنابِ خدیجہؑ کی کیفیت

جنابِ خدیجہؑ نے اس موقع پر، جب اُن کی مرادیں پوری ہو رہی تھیں، چند اشعار کہے جو اُن کی پیغمبرؐ خدا سے عشق و محبت کی عکاسی کرتے ہیں۔ ہم قارئین کیلئے اُن کا فارسی ترجمہ نقل کر رہے ہیں:

دلم آشفتۂ روی محمدؐ سراسر کشتۂ کوی محمدؐ

شدم واقف ز سرِّ قاب قوسین چو دیدم طاق ابروی محمدؐ

گل رویش چو یاد آرم بہ خاطر شوم سرمست از بوی محمدؐ

تمام انبیاء از شوق دیدار نظر افکندہ بر سوی محمدؐ

عزیز مصر با حسن و ملاحت غلام حال ھندوی محمدؐ

ہزاران لشگر از دلہای عشاق اسیر تار گیسوی محمدؐ

معطر گشتہ بزم ہشت جنت ز عطر نفحۂ خوی محمدؐ

زلال سلسبیل و نہر و تسنیم روان گردیدہ از جوی محمدؐ

گسستہ بت پرستان تار زنّار چو بشنیدند یو ہوی محمدؐ

سر خود را بتان بر خاک سودند ز سوز چشم پر نور محمدؐ

جنابِ خدیجہؑ کا عشق، عشقِ مجازی نہ تھا کیونکہ عشقِ مجازی کی اساس ہوا و ہوسِ نفسانی پر ہوتی ہے لیکن جنابِ خدیجہؑ کے عشق کی بنیاد عرفانِ الٰہی اور اسرارِ خداوندی پر تھی اور اس نے جنابِ خدیجہؑ کے دل میں گھر بنالیا تھا۔ جنابِ خدیجہؑ ایک پاک و پاکیزہ فضا میں خدا کے اعلیٰ ترین انسان پر قربان ہونا چاہتی تھیں۔ اس مطہر ماحول میں عشقِ حیوانی کیلئے کوئی راہ نہ تھی۔ اسی واسطے آسمان سے ایک ندا آئی:

"اِنَّ اللّٰہَ زَوَّجَ الطَّاھِرَۃَ بِالطَّاھِرِ الصَّادِقِ"۔

"بے شک اللہ نے پاک وطاہرہ بی بی کو طاہر و صادق مرد کے ساتھ ازدواج میں منسلک کیا"۔

اس دوران آنکھوں کے سامنے حائل پردے ہٹ گئے۔ جنت کی حوریں اس عقد پیغمبرؐ خدا بہ ہمراہ جنابِ خدیجہؓ پر عطر افشانی کرنے لگیں اور سب بیک زبان کہنے لگیں:

"هٰذَامِنْ طَيِّبٍ"

"یہ بہترین خوشبو اس مردِ پاک کے وجود کی وجہ سے ہے"۔

عمارِ یاسرؓ اور ھالہ کی ازدواج کیلئے کوششیں

کچھ روایات کے مطابق جن لوگوں نے جنابِ خدیجہؓ اور پیغمبرؐ خدا کی شادی میں کوششیں کی تھیں، اُن میں جنابِ ہالہ (جنابِ خدیجہؓ کی بہن) اور حضرت عمارِ یاسرؓ (رسولِ خدا کے معروف صحابی) بھی شامل ہیں۔

یہ روایت اس طرح سے ہے کہ جنابِ خدیجہؓ نے اس مقدس ازدواج کو عملی جامہ پہنانے کیلئے مثبت، پاک اور اہم کوششیں کی تھیں جن کی تفصیل اس روایت کی رو سے اس طرح ہے:

عمارِ یاسرؓ کہتے ہیں کہ وہ کس طرح پیغمبرؐ اسلام کی شادی کے بارے میں سب سے زیادہ آگاہ اور باخبر تھے! عمارِ یاسر کہتے ہیں کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست تھے۔ ایک دن پاک پیغمبرؐ اور وہ صفاء و مروہ کے راہ میں اکٹھے تھے اور اسے عبور کر رہے تھے کہ اچانک میں نے جنابِ خدیجہؓ کو اُن کی بہن ہالہ کے ساتھ دیکھا۔ جیسے ہی اُن کی نظر ہم پر پڑی، ہالہ بی بی میرے پاس آئیں اور پوچھنے لگیں:

''بتاؤ تمہاری نظر میں حضرت محمدؐ اور جنابِ خدیجہؓ کی شادی خانہ آبادی کیسی رہے گی؟''

میں نے جواب میں کہا کہ مجھے نہیں معلوم!

اس کے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور گیا اور اُن کو سارے واقعہ سے آگاہ کیا۔ رسولِ خداؐ نے مجھے کہا کہ لوٹ جاؤ اور اُن سے کہو کہ اس موضوع پر بات چیت کیلئے کوئی دن مقرر کریں تاکہ بات شروع کی جا سکے۔ میں نے ایسا ہی کیا اور وعدے کے دن جنابِ خدیجہؓ نے اپنے چچا عمرو بن اسد کو بلایا اور پیغمبرؐ خدا کی طرف سے اُن کے چچا صاحبان حضرتِ ابوطالب علیہ السلام کی سربراہی میں اُس محفل میں شریک ہوئے۔ بات چیت کے بعد مختلف نکات پر اتفاقِ رائے ہوا۔ پھر اس کے بعد رسمِ نکاحِ حضرت محمدؐ اور جنابِ خدیجہؓ انجام پذیر ہوئی۔

جنابِ خدیجہؓ کے والد خویلد کا واقعہ

اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اگر اُس وقت جنابِ خدیجہؓ کے والد گرامی جناب خویلد حیات تھے تو پھر کیوں تمام جگہ جنابِ خدیجہؓ کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کا ذکر آتا رہا ہے؟

اس سوال کے جواب کیلئے مندرجہ ذیل نکات پر اگر غور کیا جائے تو یہ مسئلہ واضح ہو جائے گا:

1۔ جنابِ خویلد کفار کے ساتھ ایک جنگ میں بہت سال پہلے مارے جا چکے تھے۔ اس لئے جنابِ خدیجہؓ نے اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل، جو ایک پڑھے لکھے اور دانشمند انسان تھے، کے ذمہ یہ سارا کام سپرد کیا ہوا تھا۔ اسی واسطے وہ اس کام کو انجام دے رہے تھے۔

2۔ جنابِ خویلد زندہ تھے لیکن چونکہ اُن کے بھتیجے ورقہ بن نوفل ایک پڑھے لکھے اور دانشمند انسان تھے اور اُن کو جنابِ خدیجہؑ بھی عقلمند اور سمجھ دار انسان تسلیم کرتی تھیں، لہٰذا خویلد نے اُنہیں اس معاملہ میں اپنا وکیل مقرر کیا ہوا تھا تا کہ وہ جنابِ خدیجہؑ کے عقد کے تمام مسائل کو نمٹائیں۔

3۔ خویلد ایک بہادر اور شجاع انسان تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ غصیلے اور جلد باز بھی تھے۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر دو صفات یعنی شجاعت اور غصیلا پن کسی ایک فرد میں اکٹھی ہو جائیں تو اس کا نتیجہ عموماً عاقلانہ اور معقولانہ نہیں ہوتا۔

4۔ جنابِ خویلد کی عقل و دانش اُس معیار پر نہ تھی جہاں انسان مادیت کو مکمل طور سے بھلا کر معنویت کو ترجیح دیتا ہے۔ جنابِ خویلد کی نظر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عشقِ خدا میں ڈوبی ہوئی اور بظاہر مالِ دنیا سے محروم زندگی کسی طرح بھی جنابِ خدیجہؑ کی بے پناہ مال و دولت والی زندگی کا جوڑ نہ تھی۔ جنابِ خویلد کو معلوم نہ تھا کہ اُن کی بیٹی نے پیغمبرؐ خدا کو اپنی باطنی نظروں سے پہچان لیا تھا اور وہ ہر قیمت پر آپؐ سے ازدواج چاہتی تھیں۔ جنابِ خویلد اپنی بیٹی کے کم حق مہر کے مخالف تھے لیکن جب اُن کی اس موضوع پر اپنی بیٹی سے بات چیت ہوئی تو وہ بھی قائل ہو گئے اور اس ازدواج کیلئے اقدام کرنے لگے۔

5۔ کچھ حاسد اور متکبر افراد جیسے ابوجہل وغیرہ نے جنابِ خویلد کو غلط سوچ دی ہوئی تھی اور وہ اس شادی کی اُن کے سامنے سخت مخالفت کرتے رہتے تھے جس سے جنابِ خویلد بھی کسی حد تک اُن کے موافق ہو گئے تھے اور اس شادی کی مخالفت کرتے تھے۔ وہ صرف ظاہر کو دیکھ رہے تھے اور اس میں عظیم سعادت کو فراموش کر رہے تھے۔ ہم اُن کی کیفیت کو درج ذیل واقعہ سے بیان کرتے ہیں:

جس وقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا صاحبان، جن کی رہبری جنابِ ابو طالب علیہ السلام کر رہے تھے، بات چیت کیلئے جنابِ خدیجہؑ کے گھر پہنچے، جنابِ خدیجہؑ کے والد خویلد بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے اس شادی کیلئے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر آپ کوہِ ابو قبیس جتنا سونا بھی حق مہر میں دیں تو میں پھر بھی اس شادی پر رضا مند نہیں ہوں۔

پیغمبرؐ خدا کے چچاؤں نے ایک دوسرے پر نگاہ کی۔ حضرتِ حمزہؓ نے حضرتِ ابو طالبؑ اور باقیوں سے کہا کہ اب ہمارا یہاں بیٹھنا بے مقصد ہے۔ آؤ اُٹھیں اور چلیں۔ اس دوران جنابِ خدیجہؑ کی ایک کنیز اُس محفل میں آئی اور حضرتِ ابو طالبؑ کو اشارے سے بلایا۔ حضرت ابو طالبؑ اُٹھے اور اُس کنیز کے ساتھ پردے کے پیچھے جنابِ خدیجہؑ کے پاس گئے۔ جنابِ خدیجہؑ نے سلام کیا اور اُن کو خوش آمدید کہا:

''اے میرے آقا! میرے والد کی ان جوشیلی باتوں کا بُرا نہ منایئے۔ آپ ایسا کریں کہ یہ تھیلا (جس میں درہم و دینار تھے) اپنی طرف سے تحفہ کے طور پر میرے والد کو پیش کریں۔ اُمید ہے کہ اس طرح یہ تحفہ دیکھ کر اُن میں لچک و نرمی پیدا ہو جائے گی اور وہ اپنی سوچ کو بدل لیں گے''۔

جنابِ ابو طالبؑ واپس مجلس میں آ گئے۔ کچھ دیر کے بعد انہوں نے اُس تھیلی کا منہ کھولا اور تمام دینار و درہم جنابِ خویلد کے دامن میں ڈال دیئے اور کہا:

''یہ میرے بھتیجے کی طرف سے آپ کیلئے تحفہ ہے، یہ حق مہر کی رقم کے علاوہ ہے''۔

جب خویلد نے یہ تحفہ دیکھا تو ایک مرتبہ وہ گہری سوچ میں ڈوب گئے اور انہوں نے جانچ لیا کہ یہاں دنیاوی مال کی کمی ہے نہ معنوی و روحانی دولت کی۔ اُن کا غصہ بھی جاتا رہا اور ٹھنڈے دل سے انہوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اعلیٰ شخصیت کا موازنہ

کسی بھی دنیاوی رئیس اور بادشاہ سے کیا۔ پھر ایک دفعہ مجلس میں کھڑے ہو کر اس طرح کہا:

''اے گروہِ عرب اور بزرگانِ قوم! مجھے خدا کی قسم ہے کہ آسمان نے ابھی تک ایسے شخص پر سایہ نہیں کیا اور زمین نے اپنے اوپر اُس کا وزن نہیں اُٹھایا جو محمد مصطفےٰؐ سے زیادہ مرتبہ رکھتا ہو۔ میں اس پر راضی ہوں کہ میری بیٹی خدیجہؑ، حضرتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمسر ورفیقِ حیات بنے''۔

اس طرح یہ مسئلہ حل ہو گیا اور عقد کی راہ میں تمام رکاوٹیں دور ہو گئیں۔

روایت کے مطابق جنابِ خدیجہ نے حضورؐ کو چار ہزار دینار بھیجے تا کہ وہ رسم عقد کے موقع پر یہ رقم بطور حق مہر اپنی طرف سے ادا کر سکیں اور ساتھ ہی یہ پیغام بھی بھیجا:

''اے میرے آقا! آپؐ یہ رقم اپنے چچا عباس کو دیں تا کہ وہ اپنے ہاتھ سے جنابِ خدیجہ کے والد خویلد کو ادا کر سکیں''۔

اس رقم کے علاوہ جنابِ خدیجہ نے ایک عدد قیمتی لباس اور عبا بھی بھیجی تا کہ اُسے بھی اُن کے والد کو تحفہ کے طور پر پیش کیا جا سکے۔

جنابِ عباس اور حضرتِ ابو طالبؑ یہ رقم اور لباس لے کر خویلد کے پاس آئے اور اُن کے حضور پیش کیا۔

خویلد نے جب یہ چیزیں وصول کر لیں تو اپنی بیٹی سے رابطہ کیا اور کہا کہ بیٹی! شادی کیلئے تیاری کرو۔ یہ حق مہر جو بھیجا گیا ہے، یہ تمہارا ہے اور یہ قیمتی لباس مجھے دیا گیا ہے۔ خدیجہؑ! سنو، خدا کی قسم! تم ایسے شخص سے شادی کر رہی ہو جو اپنے جمال وکمال میں یکتا ہے اور کسی کو بھی ایسا شوہر ابھی تک نصیب نہیں ہوا۔

ابو جہل، جس نے پہلے جنابِ خدیجہؑ سے شادی کی خواہش اور درخواست کی تھی، جسے جنابِ خدیجہؑ نے رد کر دیا تھا، کے دل میں حسد اور بغض پیدا ہوا اور اُس نے یہ مشہور

کردیا کہ یہ حق مہر کی رقم اور لباس جنابِ خدیجہؑ کا ہی مال ہے۔ ابوجہل اب یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح جنابِ خدیجہؑ اور پیغمبرؐ خدا کی شادی میں رخنہ ڈال دیا جائے۔

حضرت ابوطالبؑ اپنی تلوار لئے ہوئے سرزمین ابطح میں آئے۔ بہت سے لوگ وہاں پر آپؑ کے اردگرد جمع ہوگئے۔ حضرت ابوطالبؑ نے بآوازِ بلند اعلان کیا کہ اے لوگو! تم نے عیب نکالنے والوں کی باتوں کو سنا لیکن تم جان لو کہ اگر مالدار عورتیں اپنا حق مہر خود ادا کردیں تو یہ کوئی عیب کی بات نہیں۔ میرا بھتیجا محمدؐ ایسی شخصیت کا مالک ہے جس کو یہ تحفہ دیا جانا چاہئے۔ دشمنانِ محمدؐ کے سروں پر خاک جو ایسے عیب نکالتے ہیں۔ حضرت محمدؐ اس قابل ہیں کہ اُنؐ سے ایسی محبت کی جائے۔

اس طرح سے حضرت ابوطالبؑ نے دشمنوں کے شر کو اُسی جگہ دبا دیا اور اُن کی سازش کو ناکام کردیا۔

جنابِ خدیجہؑ کا خطبۂ نکاح

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب شام کے تجارتی سفر سے واپس پہنچے تو اُس کے پندرہ یا ساٹھ روز کے بعد آپؐ کا نکاح جنابِ خدیجہؑ سے اُنہی کے گھر قرار پایا۔ اس محفل میں جنابِ پیغمبرؐ خدا کے چچا صاحبان اور جنابِ خدیجہؑ کے نزدیکی رشتہ دار (جنابِ خدیجہؑ کا چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل اور دوسرے بزرگانِ قریش مکہ) شامل ہوئے۔

معروف محدث محمد بن یعقوب کلینی وفات 328 ہجری قمری، اپنی کتاب ''فروعِ کافی'' میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مندرجہ ذیل روایت کرتے ہیں:

جب پیغمبرؐ خدا نے جنابِ خدیجہؑ سے عقد کا ارادہ کیا تو حضرت ابوطالبؑ باقی خاندان کے چند افراد کے ساتھ ورقہ بن نوفل کے پاس آئے اور پھر جنابِ خدیجہؑ کے گھر میں پہنچے۔

اُس وقت حضرت ابو طالبؑ نے خطبہ نکاح پڑھا جو نیچے لکھا جا رہا ہے:

"اَلْحَمْدُ لِرَبِّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِىْ جَعَلَنَا مِنْ زَرْعِ اِبْرَاهِيْمَ، وَ ذُرِّيَّةِ اِسْمَاعِيْلَ، وَ اَنْزَلَنَا حَرَمًا آمِنًا، وَ جَعَلَنَا الْحُكَّامَ عَلَى النَّاسِ، وَ بَارَكَ لَنَا فِىْ بَلَدِنَا الَّذِىْ نَحْنُ فِيْهِ، ثُمَّ اِنَّ ابْنَ اَخِىْ هٰذَا مِمَّنْ لَا يُوْزَنُ بِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ اِلَّا رَجَحَ بِهِ، وَ لَا يُقَاسُ بِهِ رَجُلٌ اِلَّا عَظُمَ عَنْهُ، وَ لَا عِدْلَ لَهُ فِى الْخَلْقِ، وَ اِنْ كَانَ مُقِلًّا فِى الْمَالِ فَاِنَّ الْمَالَ رِفْدٌ جَائِرٌ، وَ ظِلٌّ زَائِلٌ، وَ لَهُ فِىْ خَدِيْجَةَ رَغْبَةٌ، وَ لَهَا فِيْهِ رَغْبَةٌ، وَ قَدْ جِئْنَاكَ لِنَخْطِبَهَا اِلَيْكَ بِرِضَاهَا وَ اَمْرِهَا، وَ الْمَهْرُ عَلَىَّ فِىْ مَالِىَ الَّذِىْ سَأَلْتُمُوْهُ عَاجِلَةً وَ آجِلَةً، وَ لَهُ وَ رَبِّ هٰذَا الْبَيْتِ حَظٌّ عَظِيْمٌ وَ دِيْنٌ شَائِعٌ وَ رَأْىٌ كَامِلٌ".

"تمام حمد و تعریف اُس خدا کیلئے جو اس خانۂ کعبہ کا مالک ہے اور جس نے ہمیں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے قرار دیا اور ہمیں ایک امن کی جگہ پر بسایا اور ہمیں لوگوں کے اوپر حاکم بنایا اور اس شہر پر اپنی بہت سی برکتیں نازل فرمائیں۔ یہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا بھتیجا ہے اور اگر قریش کے کسی فرد سے

بھی اس کا مقابلہ کیا جائے تو یہ اُن سے بلند تر ہے۔ ایسے شخص کی بنی نوع انسان میں کوئی مثال نہیں۔ وہ ہر لحاظ سے باقی تمام انسانوں سے بزرگ و بالا ہے۔ اگرچہ میرا بھتیجا دنیاوی مال و دولت نہیں رکھتا لیکن یہ مال و دولت تو اللہ کی عطا ہے اور وہ ضرورت کے مطابق اپنے بندوں کو دیتا ہے۔ میرے بھتیجے کی موجودہ کیفیت بالکل عارضی ہے، دائمی نہیں ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بدل جائے گی۔ میرا بھتیجا جنابِ خدیجہؓ سے شادی چاہتا ہے اور بی بی خدیجہؓ بھی میرے بھتیجے سے شادی چاہتی ہیں۔ ہم اسی واسطے (اے ورقہ بن نوفل) تمہارے پاس آئے ہیں تاکہ بی بی خدیجہؓ کی مکمل رضامندی اور تمہاری وساطت سے یہ رشتہ طے کریں۔ حق مہر کی ادائیگی میرے ذمہ ہے، جس طرح چاہو گے، نقد یا بعد میں ادا کردیا جائے گا۔ مجھے ربِ کعبہ کی قسم! میرا بھتیجا محمدؐ بہت بڑے رتبہ کا مالک ہے۔ وہ عظیم سوچ و بچار کا حامل ہے اور دین الٰہی کو پھیلانے والا ہے''۔

اس کے بعد ابو طالبؑ خاموش ہوگئے اور ورقہ بن نوفل نے بات شروع کی۔ لیکن پوری بات نہ کہہ سکے کہ اُن کی زبان میں لکنت پیدا ہوگئی اور وہ بات کو مکمل نہ کرسکے۔ شاید اس لئے کہ ورقہ بن نوفل ابھی تک ایک مسیحی عالم تھے۔

جنابِ خدیجہؓ جو پردہ کے پیچھے سے ساری گفتگو سن رہی تھیں، اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

''اے میرے چچازاد بھائی! بے شک تم مردوں کی محفل میں مجھ سے زیادہ اہمیت رکھتے ہو لیکن تم مجھے میری جان سے زیادہ عزیز نہیں ہو''۔

پھر جنابِ خدیجہؓ نے حضورؐ پاک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''یا محمدؐ! میں خود اپنے آپ کو آپؐ کے ساتھ عقد کیلئے حاضر کرتی ہوں اور حق مہر کی ادائیگی بھی میرے ذمہ ہے۔ آپؐ اپنے چچا جنابِ ابو طالبؑ کو سفارش کریں کہ ایک اونٹ کی

قربانی دیں تا کہ شادی کی رسم ادا کی جاسکے اور میں بھی آپ کو اپنا مکمل اختیار دیتی ہوں"۔

اس موقع پر حضرت ابو طالبؑ نے تمام حاضرین سے کہا کہ آپ سب گواہ رہیں کہ بی بی خدیجہؑ نے میرے بھتیجے (حضرت محمدؐ) سے شادی کیلئے اپنی مکمل رضامندی ظاہر کردی ہے اور حق مہر کی ادائیگی بھی اپنے ذمہ لے لی ہے۔

اہلِ قریش کے حاضرین میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: عجیب ہے، آج تک ہم نے نہیں دیکھا کہ کوئی عورت اپنے حق مہر کی ادائیگی اپنے ذمہ لے لے۔

حضرت ابو طالبؑ نے جب اُس شخص کی یہ بات سنی تو سخت ناراض ہوئے اور اُس ناراضگی کے عالم میں کہنے لگے:

"ہاں! اگر اور مرد بھی میرے بھتیجے (حضرت محمدؐ) جیسے ہوں تو اُن کیلئے بھی بڑی سے بڑی رقم خرچ کر کے اور حق مہر ادا کر کے اپنا لیا جائے تو اس میں کوئی نقصان نہیں لیکن اگر تمہارے جیسے مرد ہوں تو وہ بہت بڑا حق مہر ادا کرنے کے بغیر شادی نہیں کر سکتے"۔

حضرت ابو طالبؑ کے اس کلام کے بعد تمام محفل پر سکوت چھا گیا۔

پھر حضرت ابو طالبؑ نے ایک اونٹ کی قربانی دی اور شادی کے کھانے کا انتظام کیا۔ حضرت محمدؐ اپنی زوجہ بی بی خدیجہؑ کے پاس چلے گئے۔

خوشی کے اس موقعہ پر عبداللہ بن غنم نے، جو اہلِ قریش سے تھا، درج ذیل اشعار پڑھے:

هَنِیئاً مَرِیئاً یا خَدِیجَةُ قَد جَرَت

لَکِ الطَّیْرُ فی ماکَانَ مِنکِ بِاَسْعَدِ

تَزَوَّجْتِهِ خَیْرَ البَرِیَّةِ کُلِّهَا

وَمَنْ ذَالَّذِیْ فِی النَّاسِ مِثْلُ مُحَمَّدٍ

وَبَشَّرَ بِهِ الْبِرَانِ عِیسَی بْنَ مَرْیَمٍ

وَمُوسَی بْنَ عِمْرانٍ فَیَا قُرْبَ مَوْعِدٍ

اَقَرَّتْ بِهِ الْکُتَّابُ قِدْماً بِاَنَّهُ

رَسُولٌ مِنَ الْبُطْحَاءِ هَادٍ وَ مُهْتَدٍ

''اے خدیجہؑ! تمہیں کو مبارک ہو کہ تمہاری قسمت کا پرندہ عظیم سعادت اور خوش بختی کی طرف محوِ پرواز ہے۔

''کیونکہ تم نے خیر البریہ یعنی سب انسانوں سے اچھے انسان سے شادی کی ہے اور پوری انسانیت میں کون حضرت محمدؐ کے مثل ہے؟

''اللہ کے دو نبیوں نے یعنی عیسیٰ ابن مریم اور موسیٰ بن عمران نے حضرت محمدؐ کے آنے کی خوشخبری دی ہے اور وقتِ وعدہ اب قریب ہے۔

''گزرے ہوئے زمانہ میں بزرگوں نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ سرزمین بطحا پر ایک پیغمبر ظہور کرے گا جو مکمل رہنما اور ہدایت شدہ ہوگا''۔

بعض روایات کے مطابق ورقہ بن نوفل نے بھی خطبہ پڑھا اور جنابِ خدیجہؑ کی طرف سے وکالت کرتے ہوئے اس عقد کو قبول کیا اور حاضرین اہلِ قریش کو اس پر گواہ بنایا۔ اس کے بعد جنابِ خدیجہؑ نے اپنی کنیزوں کو حکم دیا کہ شادی کے جشن کا انتظام کیا جائے۔ پھر حضرت ابو طالبؑ نے ایک اونٹ قربان کیا اور لوگوں کو کھلایا۔ لوگ آتے، شادی کا کھانا کھاتے، شادی کی مبارکباد دیتے اور چلے جاتے۔

یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ عرب کی روایات کے مطابق حضرت ابو طالبؑ نے

جنابِ خدیجہؑ کا مہر یہ بیس اونٹ مقرر کیا۔ دوسری روایات کے مطابق حق مہر پانچ سو دینار مقرر کیا۔

رسم نکاح اور جشن عروسی کے بعد حضرت محمدؐ اُٹھے تا کہ اپنے چچا حضرت ابو طالب علیہ السلام کے ہمراہ اپنے گھر واپس جائیں۔ اس پر جنابِ خدیجہؑ نے بڑی محبت سے پیغمبرؐ خدا کی خدمت میں عرض کیا:

''اِلٰی بَیْتِک فَبَیْتِی بَیْتُکَ وَاَنَاجَارِیَتُکَ''.

''اے میرے سردار! اپنے اس گھر میں تشریف لائیں کیونکہ میرا گھر آپ کا گھر ہے اور میں تو بس آپ کی کنیز ہوں''۔

حقیقت میں جنابِ خدیجہؑ کا یہ کلام ان کی عاجزی، سچائی، خلوص، ایثار اور عقلمندی کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے شوہر کے سامنے اس طرح انکساری سے کام لیا کہ اپنے تمام مال و دولت کو ان کے اختیار میں دے دیا اور خود کو ان کی کنیز سے بھی کم تر شمار کیا۔

اس طرح پیغمبرؐ خدا نے اپنی بعثت سے پندرہ سال پہلے جنابِ خدیجہؑ سے شادی کی اور دونوں میاں بیوی نے بہت محبت اور عزت کے ساتھ زندگی گزارنا شروع کی۔ اس طرح انہوں نے ایک خوبصورت اور پیار و محبت سے بھرپور گھر کو آباد کیا۔ یقین سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اُس دن تک آسمان نے ایسے شوہر اور بیوی کو نہ دیکھا ہوگا جن کی شادی کی بناء محبتِ خدا اور دین اسلام کی بقا ہو۔

شادی کا جشن اور ولیمہ

جنابِ خدیجہؑ نے اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کو بہت بڑی رقم اور اموال دیئے اور کہا کہ اس رقم اور مال کو حضورؐ کی خدمت میں لے جاؤ اور ان کی خدمت میں اسے

تحفہ کے طور پر پیش کرو اور کہو کہ آپؐ اس مال کو جس طرح چاہیں، خرچ کریں۔ اس کے علاوہ میرے پاس جو کچھ بھی موجود ہے، یعنی جائیداد، مال و دولت، غلام اور کنیزیں، یہ سب کے سب میں آپ کی خدمت میں پیش کرتی ہوں۔

ورقہ بن نوفل کعبہ کے نزدیک آیا اور چشمہ زمزم اور مقامِ ابراہیمؑ کے درمیان کھڑے ہوکر باآوازِ بلند اعلان کیا:

''اے عرب کے رہنے والو! سن لو کہ خدیجہؑ تم سب کو گواہ بنا کر یہ کہتی ہے کہ میں نے خود اپنے آپ کو، اپنی تمام مال و دولت کو، اپنے تمام غلاموں اور کنیزوں کو اور اپنی تمام جائیداد اور حق مہر کو حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے اور ان تمام کو حضرت محمدؐ نے قبول کر لیا ہے۔ یہ سارا کام میں خدیجہؑ نے حضورؐ کی ذاتِ گرامی کے عشق و محبت میں کیا ہے۔ اس پر تمام اہلِ عرب گواہ رہیں''۔

اس کے بعد جنابِ خدیجہؑ نے بڑی مقدار میں بھیڑ بکریاں، پیسہ، لباس، عطر اور دوسری اشیاء حضرت ابو طالبؑ کی خدمت میں بھی تحفہ کے طور پر بھیجیں۔ حضرت ابو طالبؑ نے دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کیا جو تین دن تک جاری رہا۔ تمام لوگوں کو دعوت دی گئی کہ وہ تقریبِ ولیمہ میں شرکت کریں۔ اس دعوت میں پیغمبرؐ خدا کے تمام چچا خدمت میں مصروف تھے اور آنے والوں کی میزبانی کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

جنابِ خدیجہؑ نے شہر طائف کے ہنرمندوں کو دعوت دی تاکہ وہ آئیں اور جشن کی رونق کو دوبالا کریں۔ جشن کی خوبصورتی کو بڑھانے کیلئے کئی قسم کے چراغاں کیے گئے۔ عنبر و عطر کا چھڑکاؤ کیا گیا اور راستوں کو پھولوں سے سجایا گیا۔ شادی کی رات جنابِ خدیجہؑ کو بڑی شان و شوکت کے ساتھ حضرت محمدؐ کے گھر لایا گیا۔ پیغمبرؐ خدا کی پھوپھی جنابِ صفیہؓ نے اس مقدس شادی پر اشعار بھی پڑھے۔

اس کے بعد گھر کو خالی کردیا گیا اور جنابِ خدیجہؑ حضورؐ کی خدمت میں پیش ہوئیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پروردگار نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ بہشت سے ایک مقدار مشک اور عنبر لے کر مکہ کے پہاڑوں پر چھڑکاؤ کریں۔ حضرت جبرئیلؑ نے اس حکم پر عمل کیا اور مشک وعنبر کو پہاڑوں اور مکہ کے گھروں اور راستوں پر بارش کی۔ اس سے مکہ کی پوری فضا مہک گئی۔ یہاں تک کہ ہر خاوند اپنی بیوی سے پوچھتا تھا کہ بتاؤ اتنی اچھی خوشبو کہاں سے آرہی ہے؟ اس پر بیوی جواب دیتی تھی:

''هَذَا مِنْ طِيبِ خَدِيجَةُ وَمُحَمَّدٍ''.

''یہ خوشبو حضرت خدیجہؑ اور حضورؐ کی شادی کی خوشبو ہے''۔

جنابِ صفیہ کا دوسری عورتوں کے ہمراہ قصیدہ پڑھنا

شادی کی رات مختلف قسم کے چراغاں سے مکہ چمک اُٹھا تھا اور جنابِ صفیہ (پیغمبرِ خدا کی پھوپھی) عورتوں میں حمد وقصیدہ پڑھ رہی تھیں جس سے محفل کی رونق اور بڑھ گئی۔ اس کی تفصیل اس طرح بیان کی جاتی ہے:

بنی ہاشم کی عورتیں جنابِ مصطفےٰؐ کی نورانی شادی کی محفل میں آئیں۔ اُنہوں نے رنگارنگ اور قیمتی لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان پر جنابِ رسولِ خداؐ کی پھوپھی جنابِ صفیہ عطر چھڑک رہی تھیں۔ ایک خوشگوار جنت نظیر خوشبو ہر جگہ پھیل گئی۔

صفیہ کون؟

جنابِ صفیہ، پیغمبرِ خداؐ کی سگی پھوپھی تھیں اور جنابِ خدیجہؑ کی پیغمبرِ خدا سے شادی

طے کروانے میں ان کا بہت اہم کردار تھا۔

جنابِ صفیہ حضرت خدیجہؓ کی شادی کے انتظام کیلئے اکثر ان کے گھر جایا کرتیں اور دونوں گھروں کے درمیان ایک اچھا ماحول پیدا کرنے میں ان کا اہم کردار ہے۔ وہ ایک عقل منداور بہادر خاتون تھیں، لہٰذا ہم چند سطریں اُن کے مزید تعارف میں لکھتے ہیں:

جنابِ صفیہ حضرت ابو طالبؑ کی بہن اور زبیر کی والدہ تھیں۔ یہ خاتون بہت سی صلاحیتوں کی مالکہ تھیں۔ اس کے علاوہ ایک جرأت مند خاتون تھیں جو راہِ اسلام میں ہر موقع پر مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرتی تھیں۔ جنابِ صفیہ ہجرت کے بیسویں سال تہتر سال کی عمر میں فوت ہوئیں۔ آپ کی قبر قبرستانِ جنت البقیع، مدینہ میں واقع ہے۔

یہ تقریباً پیغمبرؐ خدا کی ہم عمر تھیں۔ ان کی شجاعت کے کئی واقعات ملتے ہیں جن میں سے مختصراً درج کئے جاتے ہیں۔

جنگِ خندق میں جنگ کے دوران جنابِ صفیہ کچھ عورتوں کے ساتھ قلعہ قارع میں موجود تھیں۔ اچانک آپ نے دیکھا کہ ایک یہودی قلعہ کے اردگرد سراغ رسانی کر رہا ہے۔ جنابِ صفیہ نے سوچا کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں یہ یہودی مسلمانوں کی اندرونی حالت کی خبر کو اپنی قومِ یہود تک پہنچا دے اور مسلمانوں کو اس سے نقصان پہنچ جائے۔ انہوں نے اپنی کمر کے ساتھ چادر باندھی اور ایک لکڑی کا مضبوط ڈنڈا پکڑ کر اُس یہودی پر حملہ کر دیا، یہاں تک کہ وہ یہودی ہلاک ہو گیا۔

جنگِ خندق میں جنابِ صفیہ نے ایک نیزہ ہاتھ میں لیا اور اُن مسلمانوں کا راستہ روکا جو جنگ سے فرار چاہتے تھے۔ جنابِ صفیہ نیزہ لے کر اُس راستے پر بیٹھ گئیں جہاں سے فرار ہونے والے واپس بھاگتے تھے۔ آپ نے نہ صرف اُن کا راستہ روکا بلکہ اُن کو تبلیغ بھی کی کہ کیوں رسولؐ اللہ کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ رہے ہو؟ کیا تم نے اُن کا کلمہ نہیں پڑھا او

اُن کی رسالت کی گواہی نہیں دی؟

جنگِ خندق میں جب پیغمبرؐ خدا کے چچا اور جنابِ صفیہ کے بھائی حضرتِ حمزہؓ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے تو ذلیل دشمنوں نے آپ کے جسم کے اعضاء کاٹ دیئے۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ اپنے مخالفوں کو مرنے کے بعد بھی معاف نہیں کرتے تھے اور اس طرح کی ذلیل حرکتیں کرتے تھے۔ حضرتِ حمزہؓ کے ساتھ بھی کفار نے ایسا ہی سلوک کیا۔ جب رسولِؐ خدا اپنے چچا حضرتِ حمزہؓ کی لاش پر آئے تو اس منظر کو دیکھ کر بہت غمگین ہوئے۔ آپؐ نے صفیہ کو دور کھڑے ہوئے دیکھا تو زبیر سے کہا کہ جاؤ اور اپنی والدہ سے کہو کہ اس طرف نہ آئیں اور اپنے بھائی کے ٹکڑے ٹکڑے جگر کو نہ دیکھیں۔

زبیر اپنی والدہ کے پاس آئے اور جنابِ رسولِؐ خدا کا پیغام پہنچایا۔

جنابِ صفیہ نے کہا کہ مجھے اپنے بھائی کی لاش پر آنے سے کیوں روک رہے ہیں؟ یہ تو صحیح ہے کہ میرے بھائی کی لاش کی بے حرمتی کی گئی ہے اور اُس کے جسم کے اعضاء کاٹ دیئے گئے ہیں لیکن راہِ خدا میں تو یہ:

"وَذٰلِکَ فِی اللّٰہِ قَلِیْلٌ.....

ایک چھوٹی بات ہے۔ جو کچھ ہوا ہے، ہم اُس پر غمگین ہیں اور اسے راہِ خدا میں نذرانہ سمجھتے ہیں۔ انشاء اللہ ہم اس مصیبت پر صبر کریں گے۔

جب پیغمبرؐ خدا نے جنابِ صفیہ کا اس قدر حوصلہ و صبر دیکھا تو زبیر سے کہا کہ اسے آزاد چھوڑ دو۔

جنابِ رسولِؐ خدا کی رحلت کے وقت، صفیہ آپ کے خاندان میں سے ابھی حیات تھیں۔ آپ کی رحلت پر جنابِ صفیہ نے بڑے دردناک اشعار پڑھے۔

جنابِ صفیہ، جنابِ فاطمہؑ کے ہمراہ ماں کی طرح رہیں، ہمیشہ اُنؑ کے غم واندوہ

میں شریک رہیں اور اُنؐ کی برابر حمایت کرتی رہیں۔

پیغمبرؐ خدا جب بستر رحلت پر تھے تو اپنی بیٹی جنابِ فاطمہؑ اور اپنی پھوپھی جنابِ صفیہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

''نیک کام انجام دیجئے (کیونکہ نیک اعمال نجات کا باعث ہیں) وگرنہ میں خدا کے نزدیک سفارش نہ کرسکوں گا''۔

شادی کا دن۔مبارک دن

اِس میں کوئی شک نہیں کہ پیغمبرؐ خدا کی جنابِ خدیجہؓ سے شادی کا دن ایک مبارک ترین دن تھا۔ اِس دن کی برکات بے شمار ہیں۔ اِس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک خوبصورت پھل آور درخت کا پودا لگایا جائے۔ جب یہ درخت بڑا ہو جائے تو لوگ اس سے فیضیاب ہوں اور قیامت تک فیضیاب ہوتے رہیں اور اس کے طرح طرح کے معنوی پھلوں سے مستفید ہوتے رہیں۔

اسی وجہ سے کہ اس دن کی خیر و برکت عظیم ہے اور یہ سرچشمہ فیوضِ الٰہی ہے، ہمیں اس کی یاد ہمیشہ مناتے رہنا چاہئے۔ اس دن ہمیں خوشی منانا چاہئے اور خدا کا شکر بھی ادا کرنا چاہئے کہ جس نے ہمیں یہ دن دوبارہ دکھایا۔ یہ دن دس ربیع الاوّل کا دن ہے۔

اُس دن پیغمبرؐ خدا کی عمر صرف پچیس برس تھی جبکہ جنابِ خدیجہؓ کی عمر چالیس سال تھی (بعض روایات کے مطابق عمر اٹھائیس برس تھی)۔ مستحب ہے کہ اس دن اہلِ ایمان روزہ رکھیں تا کہ پروردگار کا شکر ادا ہو کہ جس نے اُن کو یہ سعادت بخشی کہ انہوں نے جنابِ رسولِ خدا اور جنابِ خدیجہؓ کی شادی کو پسند کیا جس کو اللہ نے خود پاک اور پسندیدہ قرار دیا ہے۔

دین اسلام میں اصولی طور پر یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہر بڑی نعمت کے عطا ہونے پر نمازِ شکر ادا کی جائے، قربانی دی جائے اور اُس دن (نعمت کے عطا ہونے والے دن) کی یاد منائی جائے۔ سورۂ کوثر کا مطالعہ انہی مطالب کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

پیغمبرؐ خدا نے اس مبارک شادی کے بعد اللہ کا شکر ادا کیا اور بہت سے نیک اعمال انجام دیئے جن میں اُمِ ایمن، جو آپ کی والدہ کی کنیز تھیں اور والدہ کی وفات کے بعد آپ کو ورثہ میں ملی تھیں، آزاد کر دیا۔ بعض کا کہنا ہے کہ اُمِ ایمن، جنابِ خدیجہؓ کی بہن ہالہ کی کنیز تھیں اور انہوں نے پیغمبرؐ خدا کو دی تھیں۔

جنابِ خدیجہؓ کا شادی پر عاقلانہ جواب

قریش کی بعض جاہل اور حاسد عورتوں نے جنابِ خدیجہؓ کی برائیاں تلاش کرنا شروع کیں اور شادی کرنے پر ان کی ملامت کی۔ اُن کی ملامت کو صرف ایک جملے میں یہاں لکھ رہے ہیں:

''اے خدیجہؓ! اتنی دولت و ثروت کی مالکہ ہوتے ہوئے تم نے کس طرح ابو طالبؑ کے یتیم بھتیجے سے شادی کی ہے جس کے پاس ظاہری طور پر دنیا کی کوئی شے نہیں (یعنی کوئی دولت نہیں، اونٹ، بھیڑ بکریاں وغیرہ کچھ نہیں) خالی ہاتھ ہے۔ اے خدیجہؓ! کیا یہ شادی تمہارے لئے شرمندگی کا باعث نہیں؟''

اس قسم کی سرزنش و ملامت کی باتیں جنابِ خدیجہؓ تک بھی پہنچیں۔ جنابِ خدیجہؓ ایک عقل مند خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنی کنیزوں کو ایک عمدہ کھانا تیار کرنے کا حکم دیا اور تمام شہر کی عورتوں کو کھانے کی دعوت دی۔ جب تمام عورتیں جمع ہوگئیں اور سب نے کھانا کھالیا تو جنابِ خدیجہؓ اُن عورتوں کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا:

''اے مکہ شہر کی عورتو! میں نے سنا ہے کہ تم نے اور تمہارے شوہروں نے میری شادی جنابِ محمد مصطفیٰؐ سے ہونے پر اعتراض کیا ہے اور اس میں نقص نکالے ہیں۔ میں تم سب سے سوال کرتی ہوں، کیا تمہارے درمیان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا شریف النفس شخص موجود ہے؟ کیا پورے مکہ میں اور اس کے چاروں اطراف میں تم میں سے کسی

نے حضورؐ جیسا باکمال، بااخلاق، بافضیلت اور نیک شخص دیکھا ہے؟ میں نے انہی کمالات کی وجہ سے اُنؐ سے شادی کی ہے۔ میں نے اُنؐ سے ایسی باتیں سنی ہیں اور دیکھی ہیں جو بہت عالیشان ہیں، اس لئے یہ کسی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ کوئی غیر ذمہ دارانہ باتیں بنائے اور ناسمجھی میں کوئی الزام تراشی کرے۔

گرش ببینی و دست ترنج بشناسی
روا بود کہ ملامت کنی زلیخا را

تمام عورتیں یہ سننے کے بعد سکتے میں آ گئیں اور خاموش ہو گئیں۔ اُن کی یہ خاموشی خود اعلان کر رہی تھی کہ اُن کے پاس جواب میں کہنے کیلئے کچھ نہیں ہے۔

جنابِ خدیجہؑ نے یہ کام (شادی) مکمل سمجھداری اور خدا کی رضا کیلئے انجام دیا تھا۔

جنابِ خدیجہؑ پر عورتوں کی ملامت اور خدا کی طرف سے عنایات

مکہ کی عورتوں کی طرف سے تنقید اتنی شدید تھی کہ انہوں نے سب سنی اَن سنی کر دی اور جنابِ خدیجہؑ سے سخت ناراض ہو گئیں۔ انہوں نے جنابِ خدیجہؑ کے گھر آنا جانا ممنوع قرار دے دیا، یہاں تک کہ مکہ کی عورتوں نے جنابِ خدیجہؑ کو سلام کرنا بھی بند کر دیا۔ وہ کسی دوسری عورت کو بھی اجازت نہیں دیتی تھیں کہ وہ جنابِ خدیجہؑ کے گھر آئے جائے۔ یہ سلسلہ جاری رہا اور شادی کے بعد کئی سال گزر گئے لیکن مکہ کی عورتوں میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ اُن کو اعتراض صرف یہی تھا کہ خدیجہؑ اپنے اس مال و دولت کے ہوتے ہوئے کیونکر عبداللہ کے یتیم کے ساتھ شادی پر رضامند ہوئیں۔ اس حال میں کہ حضرت محمدؐ بن عبداللہ کے پاس ظاہراً کوئی دنیاوی مال و دولت نہ تھا۔

ان کی ناراضگی کا یہ عالم تھا کہ بعثت کے پانچویں سال جنابِ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی ولادتِ باسعادت ہوئی۔ اُس وقت جنابِ خدیجہؑ کی شادی کو بیس سال گزر چکے تھے۔ یہ تمام عرب میں ایک نیک رسم تھی کہ جب بھی کسی کے ہاں بچے کی ولادت ہوتی تو عورتیں ماں کی مدد کیلئے جاتیں۔ اسی لئے جنابِ خدیجہؑ نے اس موقع پر مکہ کی عورتوں کو اور خصوصاً قریش کی عورتوں کو پیغام بھیجا اور مدد کرنے کی استدعا کی، لیکن اُن سب کی طرف سے ایک ہی گستاخانہ جواب آیا کہ:

''اے خدیجہؑ! تم نے ہماری مخالفت کی ہے اور ہماری باتوں کو کوئی اہمیت نہیں

دی۔ حضرت عبداللہ کے یتیم اور نادار بیٹے سے شادی کر لی، اس لئے ہم ہرگز تمہاری مدد کیلئے نہیں آئیں گی بلکہ کسی کام میں بھی تمہاری مدد نہیں کریں گی''۔

جنابِ خدیجہؑ مکہ کی عورتوں کی سرزنش سے پہلے ہی غمزدہ تھیں اور اُس کے اوپر اُن کا یہ جواب جب جنابِ خدیجہؑ کے پاس پہنچا تو جنابِ خدیجہؑ ایک دفعہ سخت پریشان ہو گئیں اور مدد و تائیدِ الٰہی کی طلبگار ہوئیں۔

جنابِ خدیجہؑ کا دعا کرنا تھا کہ خدا کا خاص لطف و کرم ہوا۔ جنابِ خدیجہؑ کیا دیکھتی ہیں کہ بلند قد و قامت کی چار عورتیں جو ظاہراً اہلِ قریش سے نظر آتی تھیں، جنابِ خدیجہؑ کے گھر میں آئیں۔ جنابِ خدیجہؑ اُن کو دیکھ کر تھوڑا سا پریشان ہوئیں۔ اُن میں سے ایک نے کہا کہ اے بی بی! پریشان نہ ہو، ہم اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمہارے پاس تمہاری مدد کیلئے آئی ہیں۔ ہم سب تمہاری بہنیں ہیں۔ دیکھو بہن! میں سارہ ہوں، یہ آسیہ ہیں جو جنت میں آپ کے ہمراہ ہوں گی، یہ مریم دختر عمران ہیں اور یہ صفورا حضرتِ شعیب پیغمبر خدا کی بیٹی ہیں۔ اللہ نے اس وقت ہمیں تمہاری تیمارداری کیلئے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ ان میں ایک جنابِ خدیجہؑ کے آگے، ایک پیچھے، ایک دائیں اور ایک بائیں بیٹھ گئیں۔ پس اس وقت جنابِ فاطمہ زہراؑ کا اس دنیا میں ظہور ہوا اور دنیا اُنؑ کے نورِ پاک سے روشن ہو گئی۔

ہاں صاحبان! یہ مکہ کی عورتوں کی جنابِ خدیجہؑ سے دشمنی و عداوت اتنی دیر تک چلی کہ بیس سال گزرنے کے بعد بھی اس میں کوئی کمی نہ ہوئی اور وہ اس پر تیار نہ تھیں کہ اب ہی اس سے باز آ جاتیں۔

اصولوں کی رسموں پر فتح

اس میں کوئی شک نہیں کہ پیغمبرِ خدا ایک شریف ترین خاندان کے اچھے قد و قامت والے خوبصورت جوان تھے۔ اسی واسطے اُس زمانے کی جوان اور خوبصورت لڑکیاں

آپؐ سے شادی کی خواہش مند تھیں اور اس میں کوئی رکاوٹ وغیرہ بھی نہ تھی۔

اسی طرح اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جنابِ خدیجہؑ مال و دولت والی اور شان و شوکت والی خاتون تھیں۔ اگر وہ چاہتیں تو کسی جوان شہزادے یا بادشاہ یا مال و دولت والے کسی تاجر سے شادی کر سکتی تھیں۔ (اُن سے شادی کیلئے بہت سے افراد نے خواہش کا اظہار بھی کیا تھا)۔ اس طرح جنابِ خدیجہؑ اپنی زندگی کو بڑے آرام و آسائش سے گزار سکتی تھیں۔ یہ سوچ ہر دور کے انسانوں میں پائی جاتی ہے، خصوصاً اُس وقت جزیرۃ العرب میں تو یہ فکر عام تھی۔ لوگ ظاہری شان و شوکت، مال و دولت، آسائش اور آرام طلبی کو تمام چیزوں سے بالاتر تصور کرتے تھے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا حضرت محمدؐ نے کیوں ایک چالیس سالہ خاتون سے شادی کی اور بی بی خدیجہؑ نے کیوں ایک یتیم اور نادار (ظاہراً) فرد سے شادی کا انتخاب کیا؟
حقیقت تو یہ ہے کہ یہ شادی عام رسم و رواج کو پاؤں کے نیچے کچل گئی ہے اور اس شادی کی بنیاد شرافت، عفت، پاکدامنی اور معرفتِ خدا تھی، نہ کہ معاشرتی رسم و رواج کی پیروی اور آرام طلبی۔

اُن کے انتخاب کا دارومدار نیک سیرت و اعلیٰ کردار تھا؛ نہ کہ ظاہری صورت۔
اُنہوں نے اُن تمام جاہلانہ رسم و رواج کو توڑ دیا جن کی بنیاد نسلی تعصب اور ظاہری ثروت سے تھی۔

اُس زمانہ کے جاہل اور خود غرض افراد یہ سمجھتے تھے کہ پیغمبر خدا حضرت محمدؐ نے یہ شادی مال و دولت کے لالچ میں کی ہے۔ اس پر حیرت ہے، کیا اُن کو یہ معلوم نہیں کہ آنحضرتؐ نے پچیس سال کی عمر تک شادی نہ کی اور اگلے پچیس سال تک حضرت خدیجہؑ کے ساتھ زندگی بسر کی یعنی آپؐ نے ایسی خاتون کے ساتھ شادی کی جن کی عمر چالیس (40)

سال تھی اور پینسٹھ (65) سال تک آپ کی زوجہ رہیں؟

کیا ایک فرد کی پچیس سال سے پچاس سال تک کی ازدواجی زندگی ایک ایسی خاتون کے ساتھ جس کی عمر چالیس سے پینسٹھ سال تک رہی ہو، یہ ثبوت کافی نہیں کہ آپؐ نے یہ شادی اصولوں کی خاطر کی تھی، نہ کہ ظاہری ضروریات کی وجہ سے؟ یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ جب تک جنابِ خدیجہؓ زندہ رہیں، رسولِ خداؐ نے کسی دوسری عورت سے شادی نہ کی۔ جب جنابِ خدیجہؓ کی وفات ہوئی، اُس کے ایک سال کے بعد تک آپؐ نے کسی سے شادی نہ کی۔

دوسری طرف جنابِ خدیجہؓ نے بھی دنیاوی راہ و رسم کو توڑا اور اُس زمانے کی عورتوں اور مردوں کی ملامت اور سرزنش کی کوئی پرواہ نہ کی۔ انہوں نے ان کے اعتراضات کو کوئی اہمیت نہ دی اور عملاً ثابت کر دیا کہ شوہر کے انتخاب کیلئے معیار تو صرف نیک اخلاق، ایمان، جوانمردی اور عقل مندی ہے، نہ کہ مال و دولت اور ظاہری شان و شوکت۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جنابِ خدیجہؓ نے مکہ کی عورتوں کے اعتراضات کے جواب میں کہا تھا:

”کیا آپ پورے جزیرۃ العرب میں ایسا شخص دکھا سکتی ہیں جو ذاتی اخلاق اور کمالات میں حضورؐ سے بہتر ہو؟ میں نے انہی کمالات کی بناء پر انؐ سے شادی کی ہے“۔

یہ وہ عظیم درس ہیں جو پیغمبرؐ خدا اور جنابِ خدیجہؓ نے ہم سب کو سکھائے یعنی ظاہری خوبصورتی اپنی جگہ پر لیکن انتخاب کا معیار ایمان، تقویٰ اور معرفت ہونا چاہیے۔

اسی واسطے جنابِ رسولِ خداؐ نے عورتوں کو سفارش کرتے ہوئے فرمایا ہے:

”اِذَا جَائَکُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ خُلْقَهُ وَدِيْنَهُ فَزَوِّجُوْهُ“.

”جب بھی تمہارے لئے کوئی ایسا رشتہ آئے جس کے اخلاق اور دین کو تم پسند کرو

تو اُس سے شادی کیلئے رضامندی کا اظہار کرو"۔

ایک اور جگہ پر آپؐ نے فرمایا: "اِیَّاکُمْ وَخَضْرَاءَ الدِّمَنِ"۔

"ایسے سبزہ زار سے پرہیز کرو جو گندی جگہ پر اُگا ہو"۔

ایک شخص نے سوال کیا: یارسولؐ اللہ! اِس سے آپ کی کیا مراد ہے؟

تو آپؐ نے فرمایا:

"اَلْمَرْئَۃُ الْحَسْنَاءِ فِی مَنْبَتِ السُّوء"

"ایسی خوبصورت عورتوں سے بچو جو غیر مہذب خاندانوں سے ہوں"۔

جوانی میں ترکِ عیش و عشرت

یہ لوگوں کا معمول ہے کہ جب بہت سی دولت بغیر محنت کے ہاتھ لگ جائے تو وہ عیش و عشرت میں پڑ جاتے ہیں۔ ان کے ذہن سے خوفِ خدا جاتا رہتا ہے اور وہ ایسے کام انجام دیتے ہیں جو شرعاً تو حرام ہیں لیکن اُن کو وقتی طور پر خوشی دیتے ہیں۔

بہادر شاہ ظفر کا درج ذیل شعر ملاحظہ ہو:

ظفرؔ آدمی اُس کو نہ جانئے گا ہو چاہے کتنا ہی صاحبِ فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہے جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

اگر بغیر کسی محنت کے کسی انسان کو جوانی میں بہت زیادہ دولت ہاتھ لگ جائے تو وہ عیاشی میں پڑ جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا جس کے پاس کوئی مال و دولت نہ تھا اور وہ فقیرانہ زندگی گزار رہا تھا۔ اُس کے جسم پر بہت پھٹا پرانا لباس تھا اور وہ جنگل میں ریت پر سویا ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ اُس کے قریب سے گزرے تو اُس نے عرض کی:

''اے موسیٰ، اے پیغمبر خدا! آپؑ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں کہ مجھے بھی کچھ رزق عطا ہو کیونکہ میں تنگدستی کی وجہ سے موت کے قریب ہوں''۔

موسیٰ علیہ السلام نے اُس کیلئے دعا کی، پھر وہاں سے کوہِ طور پر چلے گئے۔

چند روز گزرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اُسی راستے سے گزرے، دیکھا کہ اُسی فقیر کو لوگوں نے قید کیا ہوا ہے اور بہت سے لوگ اُس کے اردگرد جمع ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے؟

لوگوں نے جواب دیا کہ یہ شخص شراب خور ہے اور شراب پینے کے بعد اس نے لوگوں کو فحش گالیاں دیں اور قتل و غارت پر آمادہ ہوا۔ اس طرح اس نے ایک شخص کو قتل کر دیا ہے۔ اب ہم نے اس کو پکڑ کر قید کر دیا ہے تاکہ قصاص کے طور پر اس کو پھانسی دی جا سکے۔

اللہ تعالیٰ بھی قرآن مجید میں فرماتا ہے:

''وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْ فِی الْاَرْضِ''

''اور اگر اللہ اپنے بندوں کیلئے رزق بڑھا دیتا تو وہ زمین میں ضرور بغاوت کرتے''۔ (شوریٰ، آیت: 27)

جنابِ موسیٰ نے جب یہ سارا حال دیکھا تو ہر کام میں حکمتِ الٰہی کا اقرار کیا اور اپنی جسارت پر توبہ و استغفار کیا۔

جب حضرت محمدؐ نے جنابِ خدیجہؑ سے شادی کی تو جنابِ خدیجہؑ نے اپنی تمام دولت اور بے حساب ساز و سامان پیغمبرؐ خدا کے اختیار میں دے دیا۔ اُس وقت پیغمبرؐ خدا اپنی جوانی کے بہترین سال بسر کر رہے تھے۔

اُنؐ کے پاس اب عیش و عشرت اور آرام دہ زندگی گزارنے کے تمام وسائل مہیا ہو گئے تھے۔ اگر حضرت محمدؐ ایک عام انسان ہوتے تو ان تمام وسائل کی موجودگی آپ کو صراطِ

مستقیم سے منحرف کرسکتی تھی لیکن آپؐ تو اللہ کے برگزیدہ پیغمبرؐ تھے۔ آپ کو ان ظاہری مال و دولت کی چمک متاثر نہ کرسکی۔ آپؐ نے اس چندروزہ دنیا کے ساتھ دل نہیں لگایا تھا۔ آپ کا لگاؤ صرف اور صرف خدا کے ساتھ تھا اور وہ ہمیشہ اپنے خالق کی عظمت کے شکرگزار رہتے تھے اور لوگوں کی بےخبری اور غفلت پر غمگین رہتے اور آنسو بہاتے۔

جنابِ خدیجہؓ کا گھر جیسے شادی سے پہلے تھا، یعنی مرکز محبت، مرکز مدد برائے بیوگان، مرکز مدد برائے یتامیٰ اور مرکز مدد برائے فقراء تھا۔ آج شادی کے بعد بھی اُسی طرح مرکز بنا ہوا تھا بلکہ اُس سے بھی بہتر کیونکہ اب محتاجوں اور ضرورت مندوں کی مدد پہلے سے زیادہ جلدی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگرانی میں ہوتی تھی۔

حضرت محمدؐ نے کبھی بھی جنابِ خدیجہؓ کی دولت کو اپنی دولت تصور نہ کیا اور کبھی بھی اسے اپنی ضروریات کیلئے استعمال نہ کیا۔ وہ ہمیشہ ایک بہت ہی سادہ زندگی گزارتے رہے اور اس مال کو ضرورت مندوں کی ضرورتیں مہیا کرنے کیلئے خرچ کرتے رہے۔ کبھی کبھی آپؐ کی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ اطرافِ مکہ سے تشریف لاتیں اور ان کی ظاہری حالت قحط زدگی کی وجہ سے بہت خراب ہوتی۔

حضرت محمدؐ اور جنابِ خدیجہؓ بڑے پیار و محبت کے ساتھ اپنے اموال سے ان کی مدد فرماتے۔ پیغمبرِ خداؐ اپنی عباء کو زمین پر بچھادیتے اور اپنی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ کو بڑے احترام کے ساتھ اُس پر بٹھاتے اور ان کی خاطر مدارت فرماتے۔ آخر میں ان کی حتّی المقدور مدد فرما کر ان کو خوشی خوشی رخصت فرماتے۔

یہ ہم سب کیلئے ایک عظیم درسِ اخلاق ہے جس کا وجود معاشرے کیلئے اور معاشرتی قدروں کیلئے ضروری ہے۔ ان دو مہربان ہستیوں نے یعنی حضرت محمدؐ اور جنابِ خدیجہؓ نے ہمیں یہ بھی سکھایا کہ دولت کو صحیح راستے میں خرچ کرنا چاہئے اور ہر طرح کی فضول

خرچی اور بے موقع ومحل خرچ سے بچنا چاہئے۔

عیش وعشرت کی زندگی قابلِ تحسین نہیں اور انسان کو چاہئے کہ وہ ان پستیوں سے باہر نکلے اور لذتِ معنوی کو لذتِ دنیا پر ترجیح دے کیونکہ لذتِ حقیقی بے یار ومددگار افراد کی مدد کرنے ہی سے ملتی ہے۔

چنانچہ سعدی اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:

اگر لذتِ ترک لذت بدانی
دگر لذتِ نفس لذت ندانی

ہر زمانہ میں اور خصوصاً آج کے زمانے میں زندگی کی سب سے بڑی مشکل جو انسانوں کو رنجیدہ اور مایوس کررہی ہے، وہ ان کی فضول خرچی اور اشیائے مصنوعات کی فرضی ضروریات ہیں۔ مولا امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں:

"اَلا وَاِنَّ اِعْطاءَ الْمَالِ فِی غَیرِحَقِّهِ تبْذِیرٌ وَ اِسْرَافٌ، وَهُوَیَرْفَعُ صَاحِبَهُ فِی الدُّنْیاوَیَضَعُهُ فِی الْآخِرَۃِ".

"آگاہ رہئے کہ مال ودولت کا بے جا مصرف فضول خرچی ہے اور اس سے یہ ممکن ہے کہ صاحبِ مال کا دنیا میں چند روز کیلئے درجہ وعزت بڑھ جائے لیکن آخرت میں یہ اُس صاحب کیلئے باعثِ زوال وشرمندگی ہے"۔

متعدد ازدواجِ پیغمبرؐ پر ایک نظر

مسیحی دانشمندوں نے پیغمبرؐ خدا پر مختلف اعتراضات کئے۔ انہوں نے ایک بڑا اعتراض آپ کی شادیوں پر کیا۔ انہوں نے پیغمبرؐ خدا کی شادیوں کو دنیاوی لذات کے حصول

کیلئے تعبیر کیا جو سراسر غلط اور حقائق کے خلاف ہے۔ ہم یہاں پر مختصراً اس موضوع پر بحث کریں گے تاکہ اُن کے اعتراض کا جواب دیا جاسکے۔

رسولِ خداؐ اور دیگر آئمہ کے متعدد ازدواج کا راز مندرجہ ذیل نکات میں تھا:

- ایک اچھے گھر کی تشکیل، آبادی اور اولاد کی تربیت وافزائش۔
- عورتوں کی شخصیت وعزت کی بقا اور ان کی تربیت۔
- عورتوں کو اخلاقی فساد سے بچانا۔
- جاہلیت کی پرانی رسموں کو توڑنا اور اسلامی سنتوں کا اجراء۔
- بے سہارا عورتوں کی سرپرستی۔
- اسلام کی سیاسی واجتماعی ترقی کیلئے وقت کی ضرورت۔

پیغمبرِ خداؐ نے زیادہ شادیاں اس واسطے ہرگز نہیں کیں کہ دنیاوی مقاصد ولذات حاصل کر سکیں بلکہ آپ کی شادیوں میں ایک یا دو کے علاوہ باقی سب بیوہ اور پچاس سال سے اوپر کی خواتین تھیں جن کے پاس رہنے کیلئے سادہ فرش تک نہ تھا۔ ان سے شادیوں کا مقصد ان کی سرپرستی اور ان کیلئے آبرومندانہ زندگی مہیا کرنا تھا۔ اس واسطے آپؐ پر زیادہ شادیاں کرنے کا الزام سراسر زیادتی اور ناجائز ہے۔

اس کی تائید میں ہم معترض کی نگاہ اس طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ جنابِ محمدؐ نے 25 سال کی عمر تک کوئی شادی نہ کی اور 25 سال کی عمر میں جنابِ خدیجہؑ، جن کی عمر چالیس سال تھی، شادی کی۔ پھر ان کے ساتھ تقریباً 25 سال تک زندگی بسر کی۔ اس طرح آپؐ نے آغازِ جوانی یعنی پندرہ سال سے 25 سال تک کوئی شادی نہ کی۔ اپنی عمر کے پچیس سے پچاس سال تک ایسی خاتون سے عمر بسر کی جن کی عمر 40 سے 65 سال تک رہی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنابِ خدیجہؑ کی زندگی میں دوسری کوئی

شادی نہ کی جبکہ ظاہری طور پر کوئی چیز مانع نہ تھی۔ جنابِ خدیجہؑ کی وفات کے ایک سال تک آپؐ نے کوئی شادی نہ کی۔

کیا یہ درست ہے کہ ایک شخص جو 35 سال تک یعنی (پندرہ سال سے پچاس سال تک) اس طرح زندگی گزارے، اُس پر اس طرح کی الزام تراشی کی جائے، یہ بے انصافی نہیں تو اور کیا ہے!!

جنابِ خدیجہؑ کی وفات کے ایک سال بعد پیغمبرِ اسلام نے بعثت کے گیارہویں سال میں ایک بیوہ خاتون بنام سودہ، دخترِ زمعہ سے شادی کی۔ سودہ کا شوہر سکران بن عمرو مسلمانوں میں سے تھا اور حبشہ ہجرت کر گیا تھا۔ وہاں جا کر مسیحی ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہاں وفات پا گیا۔ سودہ بے آسرا و تنہا رہ گئی۔ پیغمبرِ اسلام نے اس کی عزت و آبرو کی حفاظت و سرپرستی کیلئے اُس سے شادی کی۔ کچھ مدت کے بعد آپؐ نے عائشہ، دخترِ ابوبکر سے شادی کی۔ پیغمبرِ خدا کی ازواج میں جنابِ خدیجہؑ کی وفات کے بعد فقط عائشہ ہی ایسی تھیں جو ابھی دوشیزہ تھیں۔ پیغمبرِ اسلام جب تک مکہ میں رہے، فقط یہی دو (سودہ و عائشہ) بیویاں تھیں۔

پیغمبرِ خدا ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور سیاسی، اجتماعی، انسانی اور مہر و محبت کی بنیاد پر چند عورتوں سے شادی کی جن کی عمر پچاس سال سے زیادہ تھی۔ اُن میں سے بعض ظاہری دلکشی بھی نہ رکھتی تھیں۔

مدینہ میں جس پہلی عورت سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شادی کی، وہ اُمِ سلمہ (ہند بنتِ امیہ مخزونی) تھیں۔ وہ عاتکہ کی بیٹی تھیں جو آپ کی پھوپھی تھیں۔ اُن کے شوہر کا نام ابوسلمہ بن عبدالاسد تھا۔ ابوسلمہ جنگِ اُحد میں زخمی ہو گئے تھے اور انہی زخموں کی وجہ سے کچھ عرصہ بعد شہید ہو گئے۔ اُس وقت پیغمبرِ اسلام نے اُمِ سلمہ سے شادی کی۔ حقیقت میں یہ شادی یتیموں کی سرپرستی، جنابِ اُمِ سلمہ کی عزت و آبرو کی حفاظت اور لطف

کا نشان تھی۔ آپؐ نے ہجرت کے چوتھے سال ان سے شادی کی جبکہ یہ عمر کے لحاظ سے بڑھاپے کی طرف گامزن تھیں۔

آپؐ نے دوسری شادی حفصہ بنت عمر بن خطاب سے کی جن کا پہلا شوہر حنیس بن عبداللہ بن خذافہ سہمی تھا۔ حنیس ہجرت کے تیسرے سال مدینہ میں وفات پا گئے۔ اس کے ایک مدت بعد آپؐ نے حفصہ سے شادی کی۔ اس شادی کا محرک بھی زیادہ تر جذبۂ لطف و مہربانی تھا اور دوسرا سیاسی مقصد بھی تھا۔ اس شادی کی وجہ سے عمر بن خطاب نرم پڑ گئے اور پیغمبرؐ اسلام کا رابطہ قبیلہ عدی سے مضبوط ہو گیا۔ اگرچہ پیغمبرؐ اسلام اس شادی سے راضی نہ تھے لیکن اسلام کی ترقی کی خاطر جو بھی مشکلات اس ضمن میں آ رہی تھیں، وہ بڑے صبر و تحمل سے برداشت کر رہے تھے۔

پیغمبرؐ اسلام نے ایک شادی زینب، دختر جحش سے کی جو آپ کی پھوپھی اُمیمہ کی بیٹی تھی۔ یہ شادی رسوم کو توڑنے کی خاطر تھی کیونکہ زید بن حارثہ پیغمبرؐ اسلام کا غلام تھا جسے آپؐ نے آزاد کر دیا تھا اور اُس کی شادی اپنی پھوپھی کی بیٹی زینب (دختر امیمہ) سے کر دی جو اہلِ قریش تھی۔ ان کی آپس میں نہ نبھ سکی اور زید نے زینب کو طلاق دے دی۔ پیغمبرؐ نے اس کے بعد زینب سے شادی کر لی۔ اُس زمانۂ جاہلیت میں کسی غلام کے ساتھ یا اُس شخص کے ساتھ جو پہلے کبھی غلام رہا ہو، کے ساتھ شادی کرنا ایک عیب سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح کسی طلاق یافتہ کنیز کے ساتھ شادی بھی باعثِ ذلت سمجھا جاتا تھا۔ پیغمبرؐ خدا نے ان دونوں بُری رسموں کے خلاف جہاد کیا اور زینب کی شادی زید کے ساتھ کر دی۔ اس کے بعد زید نے زینب کے ساتھ طبیعت نہ ملنے کی وجہ سے طلاق دے دی۔ رسولِ خداؐ نے زینب کے ساتھ شادی کر کے دنیا کو بتا دیا کہ یہ رسمیں جو لوگوں میں رائج ہیں، ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ پیغمبرؐ خدا نے خود ان کے خلاف عمل کر کے ان بُری رسموں کو شکست دے دی۔

رسولِ خدا کی باجویریہ بنتِ حارث سے شادی بھی ایک عظیم مثال ہے۔ باجویریہ ایک بیوہ کنیز تھی۔ آپؐ نے اُس کو خرید کر آزاد کردیا اور آزاد کرنے کے بعد اُس سے شادی کرلی۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُم حبیبہ، دختر ابوسفیان اور صفیہ دختر حی بن اخطب (جو یہودی تھا اور مسلمانوں کی قید میں آگیا تھا) اور میمونہ دختر حارث ہلالی اور ماریہ قبطیہؑ سے شادیاں صرف ان عورتوں کی عزت وآبرو کی بحالی اور شفقت کی نظر سے کی۔ اگر سب کی تفصیل یہاں لکھی جائے تو یہ ایک طولانی کتاب بن جائے گی، لہٰذا اختصار کو مدِنظر رکھتے ہوئے ہم یہاں صرف اُمِ حبیبہ اور ماریہ قبطیہ کے احوال لکھنے پر اکتفا کریں گے۔

اُمِ حبیبہ جن کا نام رملہ تھا، ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔ انہوں نے بعثت رسولؐ کے اوائل میں اسلام قبول کرلیا تھا اور عبیداللہ بن جحش سے شادی کرلی تھی۔ مشرکین مکہ کی آزار رسانی کی وجہ سے اپنے شوہر کے ہمراہ حبشہ ہجرت کرگئیں۔ عبیداللہ حبشہ جاکر عیسائی ہوگیا اور کچھ عرصہ بعد فوت ہوگیا۔ اُمِ حبیبہ وہاں تنہا رہ گئیں۔ اس کی اطلاع پیغمبرؐ خدا تک پہنچی۔ آپؐ نے اُس کی عزت افزائی کیلئے اور اُس کی حفاظت کیلئے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو پیغام بھیجا کہ وہ پیغمبرؐ اسلام کی طرف سے خواستگاری کریں۔ نجاشی نے ایک شاندار جشن کا اہتمام کیا اور اس میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وکیل عمرو بن امیہ کے توسط سے آپ کا اُمِ حبیبہ سے عقد جاری کیا۔

ہجرت کے پانچویں سال حبشہ کے مہاجر مدینہ لوٹے اور اُمِ حبیبہ پیغمبرؐ خدا کے گھر تشریف لائیں۔

اُمِ حبیبہ راہِ اسلام میں اس قدر معرفت پا چکی تھیں کہ جب ان کا باپ ابوسفیان معاہدۂ صلح حدیبیہ کے ٹوٹنے کے بعد مذاکرات کیلئے مدینہ آیا اور رسولِ اکرمؐ کے گھر میں

داخل ہوا اور اُس نے چاہا کہ رسولِ خدا کے بستر پر بیٹھے تو اُم حبیبہ نے فوراً پیغمبرؐ خدا کا بستر اکٹھا کر کے علیحدہ کر دیا۔ ابوسفیان اپنی بیٹی کے اس عمل پر سخت ناراض ہوا اور کہنے لگا: کیا تو جانتی نہیں کہ تیرا باپ عرب کا ایک رئیس اور قبیلے کا سردار ہے۔ تو چاہتی ہے کہ تیرا باپ اس بسترِ پر نہ بیٹھے؟

اُمِ حبیبہ نے کہا: بابا! یہ صحیح ہے کہ میں نہیں چاہتی کہ آپ رسولِ خدا کے بستر پر بیٹھیں کیونکہ آپ مشرک ہیں، لہٰذا نجس ہیں اور آپ کا پیغمبرؐ خدا کے بستر پر بیٹھنا جائز نہیں۔ میں اس کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتی کہ کوئی مشرک ایک پاک ترین ہستی کی جگہ پر بیٹھے۔

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُمِ حبیبہ کس قدر معرفتِ رسولؐ رکھتی تھیں۔ کیا ایسی خاتون کو بے یار و مددگار چھوڑ دینا جائز ہے یا اُس کی شرافت کی حفاظت کیلئے اُس کی حمایت کرنا بہتر ہے؟

پیغمبرؐ خدا نے اسی بنیاد پر کہ ایسی خاتون کی حمایت کی جانی چاہئے، اُس سے شادی کی تھی اور اُمِ حبیبہ ہمیشہ اس پر افتخار کرتی تھیں کہ اُنہیں یہ عظیم قدر و منزلت حاصل ہوئی۔

یہ واقعات بخوبی ظاہر کرتے ہیں کہ پیغمبرؐ خدا نے شادیاں کسی جنسی غرض کیلئے نہیں کی تھیں بلکہ ان کا مقصد صرف اور صرف بیوہ، بے سہارا اور مومنہ عورتوں کی عزت و شرافت کی حفاظت اور حمایت تھا۔ نیز معاشرے کے غلط رسم و رواج کو توڑا جائے تاکہ معاشرے میں عورتوں کی عزت و احترام میں اضافہ ہو۔

پیغمبرؐ خدا کی ازواج میں ماریہ قبطیہ بھی تھیں۔ یہ اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کی کنیز تھیں۔ جب ماریہ قبطیہ نے اسلام قبول کر لیا تو مقوقس نے ارادہ کیا کہ دیگر تحائف کے ساتھ اسے بھی پیغمبرؐ خدا کی خدمت میں بھیجے۔

ماریہ کا بھائی جس کا نام مایور تھا، نے جب دیکھا کہ اُس کی بہن نے اسلام قبول

کرلیا ہے اور اسلام کی شیدائی ہوگئی ہے تو اُس نے بھی اسلام قبول کرلیا۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہجرت کے ساتویں سال ماریہ کو اپنا ہمسر بنا لیا۔ ان کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ابراہیم رکھا گیا۔ ابراہیم ہجرت کے آٹھویں سال، جب اُس کی عمر تقریباً اٹھارہ ماہ تھی، فوت ہوگیا۔ پیغمبرؐ خدا اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پر بہت غمگین ہوئے کیونکہ آپؐ اپنے بیٹے ابراہیم سے بہت پیار کرتے تھے۔ جب ابورافع پیغمبرؐ خدا کے پاس ابراہیم کی ولادت کی خبر لے کر آیا تھا تو آپؐ نے ایک جانور اُس کو اس خوشخبری کے عوض دیا تھا۔

ان واقعات کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ماریہ سے شادی پیغمبرؐ خدا کے کہنے پر نہیں ہوئی تھی بلکہ اُسے تو آپ کی خدمت میں تحفہ دیا گیا تھا۔ چونکہ اُس نے اسلام قبول کرلیا تھا اور وہ مدینہ میں تن تنہا تھی، اُس کے اہلِ خانہ نے اُس کی طرف سے منہ پھیر لیا تھا تو آپؐ نے اس پر دستِ شفقت رکھتے ہوئے اور انسانی ہمدردی کے تحت شادی کی تھی۔

علی علیہ السلام
جنابِ خدیجہؑ کے نورِ چشم

جنابِ رسولِؐ خدا اور جنابِ خدیجہؓ کی شادی کو پانچ سال گزرے تھے کہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے اس دنیا میں آنکھ کھولی۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علی علیہ السلام کو بہت عزیز رکھتے تھے اور دن رات، سوتے جاگتے علی علیہ السلام کی نگرانی کرتے تھے اور اُن پر مہربانی و شفقت کرتے تھے۔ بعض اوقات اُنؑ کو گود میں لے لیتے تھے اور بعض اوقات اُنؑ کو اپنے کندھوں پر بٹھا لیتے تھے۔ اُنؑ کو کئی قسم کے تحفے لا کر دیتے تھے۔ اس پر علیؑ، حضورؐ سے بہت خوش رہتے تھے۔ حضورؐ اکثر فرماتے تھے کہ یہ بچہ میرا حامی اور وصی ہوگا۔

جنابِ خدیجہؓ نے دیکھا کہ حضورؐ پاک علی علیہ السلام سے بہت محبت کرتے ہیں،

لٰہذا وہ بھی حضرت علیؑ سے بہت پیار کرتی تھیں۔ علی علیہ السلام کو نہلاتیں اور صاف ستھرا لباس پہناتیں، اچھی اور خوبصورت قمیص اُنؑ کو دیتیں، اپنی کنیزوں اور غلاموں کو حکم دیتیں کہ علی علیہ السلام کو اُٹھائیں (بغل میں یا کندھوں پر) اور ان کو تفریح کروائیں۔ وہ حضرت علی علیہ السلام پر شفقت و مہربانی کرتیں۔ اس طرح جنابِ خدیجہؑ ہمیشہ حضرتِ ابو طالبؑ کے گھر آمد و رفت رکھتی تھیں۔ جنابِ ابو طالبؑ اور اُنؑ کی زوجہ فاطمہ بنت اسد بھی جنابِ خدیجہؑ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ حضرت محمدؐ اور جنابِ خدیجہؑ دونوں علی علیہ السلام سے ایسی والہانہ محبت کرتے تھے کہ لوگ حضرت علیؑ کو مخاطب کر کے کہتے تھے:

''هٰذا اَخو مُحَمَّدٍ وَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَيْهِ وَقُرَّةُ عَيْنِ خَدِيْجَةَؑ''.

''یہ حضرت محمدؐ کے بھائی ہیں اور وہ اِن سے سب لوگوں سے زیادہ محبت کرتے ہیں اور یہ جنابِ خدیجہؑ کی آنکھوں کا تارا ہیں''۔

پیغمبرؐ کا طرزِ زندگی اور جنابِ خدیجہؑ

جنابِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت سے پہلے ہر ماہ چند شب و روز اور ہر سال ماہِ رمضان کوہِ حرا کی چوٹی پر اللہ کی عبادت کی غرض سے گزارتے تھے۔ وہ خدا کی عظمت و بزرگی، خلقتِ انسان اور کائنات پر غور و فکر کرتے ہوئے خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز رہتے۔ یہ آپ کی ایسی عبادت تھی جس کی بنیاد عقل اور خدا کی ذات میں گہری سوچ پر تھی۔

کوہِ حرا ایک بلند پہاڑ ہے جو مکہ کے شمال مشرق میں تقریباً چھ کلومیٹر کے فاصلے پر عرفات کے راستے میں واقع ہے اور مکہ شہر تقریباً اُس کے دامن میں واقع ہے۔ یہ پہاڑ مکہ کے دوسرے پہاڑوں سے جدا ہے اور اُن سب سے اونچا اور بڑا ہے۔

اس پہاڑ کے دامن میں ایک غار ہے جسے غارِ حرا کہتے ہیں۔ یہ غار بڑے بڑے پتھروں کے ٹکڑوں سے بنی ہوئی ہے۔ اس غار کے دہانے کا رُخ خانۂ کعبہ کی طرف ہے۔ اس غار کی بلندی ایک میانہ قد انسان کی بلندی کے برابر ہے۔ اس کی چوڑائی اس سے کچھ کم ہے اور ایک شخص بمشکل اس میں سوسکتا ہے۔ جب انسان اس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتا ہے تو جلال و جبروتِ خدا، عظمتِ الٰہی اور خلقتِ انسان کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ بے ساختہ اُس کی زبان سے صرف یہی کلمہ نکلتا ہے:

اللہ اکبر

(بے شک) اللہ سب سے بڑا ہے۔

انسان اپنی ہی سوچ میں غرق ہو جاتا ہے اور حکیمِ ثنائی نے خالق کائنات کے بارے میں کیا خوب اشعار کہے ہیں:

مَلِکا ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی

نروم جز بہ ہمان رہ کہ توام رہنمائی

بری از رنج و گدازی، بری از درد و نیازی

بری از بیم و اُمیدی، بری از چون و چرائی

ہمہ درگاہ تو جویم، ہمہ از فضل تو پویم

ہمہ توحید تو گویم، کہ بہ توحید سزائی

تو حکیمی، تو عظیمی، تو کریمی، تو رحیمی

تو نمائندۂ فضلی ، تو سزاوار ثنائی

نتوان وصف تو گفتن کہ تو در فہم نگنجی

نتوان شبہ تو جستن کہ تو در وہم نیائی

امام ہادی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پیغمبرؐ اسلام جب شام کے تجارتی سفر سے واپس پہنچے تو جو مال و دولت میسر آیا، وہ غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیا۔ خود ہر روز صبح کوہِ حرا کی چوٹی پر تشریف لے جاتے اور وہاں عظمتِ خدا کا نظارہ کرتے تھے۔ اپنے تصور میں دریاؤں، سمندروں، صحراؤں، گلستانوں، میدانوں اور ریگستانوں کا ادراک کرتے۔ ان سب قدرتِ الٰہیہ کے آثار کو باطن کی آنکھ سے دیکھتے کہ کس طرح اپنے خالق و پروردگار کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اپنے خالق کی حمد و ثناء کرتا ہے اور اُس کی عبادت کرتا ہے جس طرح اُس کی عبادت کا حق ہے۔

پیغمبرؐ خدا کی عملی زندگی کا آغاز اسی کوہِ حرا سے ہوا۔ آپؐ ہمیشہ مادّی دنیا سے الگ تھلگ ہو کر تنہائی کی تلاش میں رہتے تھے جہاں اُس پروردگار کی حمد و ثناء بجالائیں اور عبادتِ خدا میں مصروف رہیں۔ آپؐ کا چالیس سال تک (یعنی اعلانِ بعثت تک) یہی معمول رہا۔ آپ عشق خدا میں غرق رہتے تھے۔ بالآخر آپؐ نے منشائے الٰہی کے تحت اعلانِ بعثت کیا۔

جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا کی عمر اُس وقت پچپن سال کے قریب تھی۔ آپؑ نے اپنے عظیم شوہر کی باطنی کیفیت کو جانچ لیا تھا، لہٰذا وہ کبھی بھی اُن کی تنہائی پسندی اور عبادتِ الٰہی پر معترض نہ ہوتی تھیں اور کبھی بھی اُن کو اپنی گھریلو زندگی کی مصروفیات میں نہیں اُلجھاتی تھیں بلکہ جب بھی حضرتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کوہِ حرا کی جانب جاتے تھے (جہاں آنا جانا آسان کام نہیں) تو جنابِ خدیجہؑ آپ کو خدا حافظ کہتیں اور دیر تک آپ کی راہ کو دیکھتی رہتیں، یہاں تک کہ پیغمبرؐ اسلام آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے۔ بعض اوقات خود بھی آب و غذا پہنچانے کی غرض سے غارِ حرا تشریف لے جاتیں یا خبر گیری اور حفاظت کی نظر سے غارِ حرا کا چکر لگاتیں۔ بعض اوقات آپ کی عبادت اور خلوت میں مخل ہوئے بغیر آپ کی خیر و

عافیت معلوم کرنے کیلئے دوسرے افراد کو بھی بھیجتی تھیں۔

ہاں! شاید اسی واسطے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی شریکِ حیات چاہتے تھے جو نہ صرف اُنؐ کے عظیم روحانی اور معنوی کاموں میں مانع نہ ہو بلکہ اِن کاموں میں اُن کی پشت پناہی بھی کرے۔ درحقیقت جنابِ خدیجہؑ انہی خوبیوں کی حاملہ خاتون تھیں۔

اگرچہ حضورؐ پاک نے ابھی اعلانِ نبوت نہ کیا تھا اور خورشیدِ اسلام ابھی طلوع نہ ہوا تھا لیکن جنابِ خدیجہؑ کا عقیدہ اور ایمان اُس وقت بھی وہی تھا جو اعلانِ نبوت کے بعد تھا اور وہ شروع سے ہی آپ کی زبردست حمایت و مدد کرتی چلی آرہی تھیں۔ جنابِ خدیجہؑ آپؐ کے مقام و منزلت کی معرفت رکھتی تھیں۔ آغازِ بعثت ہی میں ایک روز کا ذکر ہے کہ جب پیغمبرؐ خدا گھر میں تشریف لائے تو جنابِ خدیجہؑ نے دیکھا کہ گھر نورانی ہوگیا ہے۔ فوراً پوچھا کہ یہ نور، یہ روشنی کیسی ہے؟

پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: ''یہ نورِ نبوت ہے، پس آپ کہیں:

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰه''۔

''خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرتِ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں''۔

جنابِ خدیجہؑ نے جواب میں کہا:

''طَالَ مَاعَرَفْتُ ذٰالِکَ''۔

''یہ بات (کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرتِ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں) تو میں نے بہت عرصہ پہلے جان لی تھی''۔

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ صحاحِ ستہ (برادرانِ اہلِ سنت کی معتبر کتابوں) میں یہ روایت درج ہے کہ ماہِ رمضان میں پیغمبرؐ خدا غارِ حرا میں مقیم تھے، اُسی مقام سے وحی اور بعثت

کا آغاز ہوا اور اُس وقت حضرتِ علی علیہ السلام، جنابِ خدیجہؑ اور اُن کا ایک غلام جنابِ رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔

آپ نے دیکھا کہ معرفتِ جنابِ خدیجہؑ کتنی تھی! جنابِ خدیجہؑ، رسولِ خداؐ کی سچی، مخلص، ہمدرد اور وفادار بیوی تھیں۔ جس طرح پیغمبرِؐ خدا استقبالِ بعثت کیلئے اور پہلی قرآنی آیت کے نزول کے ذریعے سننے کیلئے سخت مشکلات کو برداشت کرتے ہوئے غارِ حرا میں منتظر تھے، اُسی طرح جنابِ خدیجہؑ اور حضرت علیؑ بھی پیغمبرِؐ خدا کے اعلانِ بعثت کا شدت سے انتظار کر رہے تھے۔ مکہ کے دیگر لوگ بت پرستی اور لہو ولہب میں مصروف تھے لیکن جنابِ خدیجہؑ، شریکِ حیاتِ باصفا، پیغمبرِؐ اسلام کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہتی تھیں۔ اُن کی زبانِ خاموشی گویا یوں کہہ رہی ہو:

باصد ہزار جلوه برون آمدی که من

باصد ہزار دیده تماشا کنم تورا

طوبیٰ و سدره گر به قیامت به من دہند

یک جا فدای قامت رعنا کنم تورا .

تعریفِ خدیجہؑ از زبانِ حضرتِ آدمؑ

اس باب کے آخر میں ہم آپ کی توجہ ایک بڑی دلچسپ روایت کی طرف دلانا چاہتے ہیں جس سے جنابِ خدیجہؑ کی وفاداری، بے لوث خدمت، محبت اور نرم دلی ظاہر ہوتی ہے۔ یہ صفات حضرتِ آدم صفی اللہ جو اس روئے زمین پر پہلے انسان تھے، جنابِ خدیجہؑ کی ولادت سے کئی ہزار برس پہلے بیان کر گئے تھے۔

حضرتِ آدم علیہ السلام نے فرمایا:

''قیامت کے روز میں تمام انسانوں کا باپ اور سردار ہوں گا لیکن میرے بیٹوں

میں سے ایک بیٹا جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، مجھ سے دو فضیلتوں کی وجہ سے افضل ہوگا جو یہ ہیں:

☆ اُن کی بیوی (خدیجہ سلام اللہ علیہا) اُن کی انتہائی وفادار، شریکِ کار اور غم خوار ہوں گی جبکہ میری بیوی حوا اُس حد تک نہیں پہنچی ہوئی ہے۔

☆ وہ میرا بیٹا مکمل طور پر اپنے نفس امارہ پر غالب ہوگا (یعنی وہ ترکِ اولیٰ کا بھی مرتکب نہ ہوا ہوگا) جبکہ میں اُس منزل پر نہیں ہوں۔

چو بشنوی سخن اہلِ دل مگو کہ خطاست
سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجا است

دوسرا حصہ

پہلی مسلمان خاتون
کی
قربانیاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا پہلی مسلمان خاتون تھیں۔ امام حسین علیہ السلام نے روزِ عاشورا اپنے آپ کو دشمنوں میں متعارف کرواتے ہوئے فرمایا تھا:

"اَنْشِدُکُمُ اللّٰہَ ھَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ جَدَّتِیْ خَدِیْجَۃَ بِنْتَ خُوَیْلِدٍ اَوَّلَ نِسَاءِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اِسْلَامًا؟ قَالُوْا! بَلٰی"۔

"میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ میری جدۂ امجد جنابِ خدیجہؑ بنت خویلد تھیں اور وہ اس اُمت کی پہلی خاتون تھیں جنہوں نے اسلام کو قبول کیا تھا؟ سب حاضرین نے کہا: ہاں"۔

تمام مؤرخین اور مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ جنابِ خدیجہؑ پہلی خاتون تھیں جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا اور پہلے مرد حضرت علی علیہ السلام تھے جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ جیسا کہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اور جنابِ خدیجہؑ وحی کے آغاز کے وقت یعنی بروز سوموار پیغمبرؐ خدا کے پاس غارِ حرا میں موجود تھے اور اُسی وقت دونوں نے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا تھا۔

اہلِ سنت اور شیعہ کتب سے بہت سی روایاتِ متواترہ ملتی ہیں جن کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سب سے پہلے شخص ہیں جو ایمان لائے تھے۔

جنابِ خدیجہؑ کے بارے میں یہ بات تو قطعی ہے کہ وہ عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لائی تھیں لیکن جنابِ خدیجہؑ، حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ ہی ایمان لائی تھیں

یا پہلے ایمان لائیں یا بعد میں ایمان لائی تھیں، یہ بات واضح نہیں ہو سکی۔ لیکن روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ پہلے شخص جو ایمان لائے، وہ حضرت علی علیہ السلام تھے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں روایت کی گئی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام بروز منگل ایمان لائے اور جنابِ خدیجہؑ ان کے بعد۔

روایاتِ موصولہ کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام اور جنابِ خدیجہؑ اعلانِ بعثت سے پہلے ہی آپؐ کے معجزات اور کرامات کو دیکھتے ہوئے آپ کی رسالت پر یقین وایمان رکھتے تھے اور اس یقین کی وجہ ہی سے وہ آپؐ کے پیچھے پیچھے رہتے تھے۔ جب پیغمبرؐ خدا نے اپنی بعثت کا اعلان کیا (27 رجب، سال 40 عام الفیل یا اُسی سال کے ماہِ مبارک میں) تو اُس وقت انہوں نے ظاہراً زبان سے اقرار کیا اور خدا کی وحدانیت اور حضورؐ کی رسالت کی گواہی دی، اس لئے پہلے یا بعد میں ایمان لانا کسی اہمیت کا حامل نہیں جبکہ اُن کا ایمان اس اعلانِ بعثت سے پہلے ثابت ہے۔

زید بن حارثہ کا ایمان لانا

زید بن حارث تیسرے فرد ہیں جو دین اسلام پر ایمان لائے۔ زید اہلِ یمن سے تھے۔ جاہلیت کے دور میں اُن کو مکہ لایا گیا اور غلام بنا کر بازارِ عکاظ میں بیچ دیا گیا۔ حکیم بن حزام (جنابِ خدیجہؑ کا بھائی) نے بعثت سے بہت پہلے اُس کو جنابِ خدیجہؑ کیلئے غلام کے طور پر خریدا تھا اور جنابِ خدیجہؑ نے اُسے رسولِ خداؐ کو بخش دیا تھا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو آپؐ نے اپنے غلام زید کو بھی اسلام کی دعوت دی۔ زید نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور فوراً اسلام لے آیا اور مسلمان ہو گیا۔ بعض روایات میں ایسے بھی درج ہے کہ پیغمبرؐ خدا جب جنابِ خدیجہؑ کی جانب سے بازارِ عکاظ میں تجارتی اُمور انجام دے رہے تھے تو آپؐ نے زید بن حارثہ کو

دیکھا کہ یہ بڑا سمجھدار اور چست و چوبند ہے تو آپؐ نے اسے جنابِ خدیجہؓ کیلئے خرید لیا تو جنابِ خدیجہؓ نے اس غلام کو حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا جسے آپؐ نے بعد میں آزاد کر دیا۔

زید کا دین اسلام کی طرف بہت زیادہ جھکاؤ اس بات کا باعث بنا کہ جنابِ خدیجہؓ اس کو بہت عزیز رکھتی تھیں۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ بعض روایات کے مطابق بعثت کے آغاز کے وقت غارِ حرا میں جنابِ خدیجہؓ، حضرت علیؑ اور زید موجود تھے، زید بن حارثہ جو بعد میں ایک عظیم مسلمان ثابت ہوئے، رسولِ خدا کو بھی بہت عزیز تھے۔ اسی واسطے پیغمبرِ خدا نے اعلان کیا کہ زید کو زید بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا جائے۔

پیغمبرِ اسلام نے اپنے چچا کی بیٹی زینب، جو قریشی تھیں، کی شادی زید سے کر دی۔ وہ ہمیشہ زید کو باقی آزاد افراد کے ہم پلہ تصور کرتے تھے۔

زید نے رسولِ خدا کے ہمراہ اسلامی جنگوں میں شرکت کی اور بہادری کے جوہر دکھائے اور قربانیاں دیں۔ آخر میں جنگِ موتہ جو آٹھویں ہجری میں شام میں واقع ہوئی، میں بطور سربراہِ لشکر اور دوسرے پرچم دارِ اسلامی شامل ہوئے (پہلے پرچم دارِ اسلامی حضرت جعفر طیارؓ تھے) اور جامِ شہادت نوش فرمایا۔

بعض روایات کے مطابق آغازِ اسلام میں جنابِ خدیجہؓ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ زید جو اُس وقت جنابِ خدیجہؓ کا غلام تھا، نے بھی اپنی مالکہ کی پیروی کرتے ہوئے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ پیغمبرِ خدا نے جنابِ خدیجہؓ سے کہا کہ زید کو مجھے بخش دیں تو جنابِ خدیجہؓ نے زید کو پیغمبرِ خدا کو بخش دیا۔ جیسے ہی زید حضورؐ کے پاس آیا، آپؐ نے اُسے آزاد کر دیا۔

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ جب زید جنابِ خدیجہؓ کا غلام تھا تو بی بی خدیجہؓ نے محسوس کیا کہ پیغمبرِ خدا اُس کو بہت عزیز رکھتے ہیں، لہٰذا بی بی خدیجہؓ نے زید کو حضورؐ کے

حوالے کردیا اور حضورؐ پاک نے اُسے آزاد کردیا۔ یہی بات باعث بنی کہ زید نے بی بی خدیجہؑ کے فوراً بعد اسلام قبول کرلیا اور وہ اسلام کے پہلے مسلمانوں میں شامل ہوگیا۔

جنابِ خدیجہؑ کا اسلام قبول کرنا

پیغمبرؐ خدا کی عمر کے چالیس سال گزر گئے۔ 27 رجب کا دن آن پہنچا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہِ حرا پر عبادات و مناجاتِ خدا تعالیٰ میں مشغول تھے کہ جبرئیلؑ امین نازل ہوئے، رسالت کی خوشخبری دی اور کہا کہ یہ پڑھیں:

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

"اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَ کْرَمُ. الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ".

"پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو لہو کی پھٹکی سے۔ پڑھ ور تیرا ہی پروردگار سب سے کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے تعلیم دی اور انسان کو وہ کچھ سکھا دیا جو کچھ وہ نہ جانتا تھا"۔ (علق: 1 تا 5)

پیغمبرؐ خدا وحی کے نازل ہونے کے بعد سخت تھکان اور سردی محسوس کرنے لگے۔ آپؐ نے جنابِ خدیجہؑ سے کہا:

"زَمِّلُوْنِیْ وَدَثِّرُوْنِیْ"

"میرے اوپر چادر یا کمبل ڈال دیں تاکہ میں کچھ استراحت کرسکوں"۔

اُس کفر اور جاہلیت کے زمانہ میں کارِ رسالت کوئی آسان چیز نہ تھی۔ آپؐ اسی سوچ میں چادر لئے لیٹے تھے کہ مشرکین و کفار سے مقابلہ کیونکر ہوگا کہ جبرئیلؑ امین نازل

ہوئے اور سورۂ مدثر کی یہ آیات لے کر آئے:

"یَاَیُّھَا الْمُدَثِّرُ. قُمْ فَاَنْذِرْ. وَ رَبَّکَ فَکَبِّرْ. وَ ثِیَابَکَ فَطَھِّرْ. وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ. وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَکْثِرُ. وَلِرَبِّکَ فَاصْبِرْ".

"اے کپڑا اوڑھنے والے (رسولؐ) اُٹھو اور ڈراؤ۔ اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک کر ڈالو اور میل کچیل کو دھو ڈالو اور نیکی اس لئے نہ کرو کہ (اس سے) زیادہ کی خواہش رکھو اور اپنے پروردگار کیلئے صبر کرو"۔ (مدثر: 1 تا 7)

بے شک پیغمبرؐ خدا کو اس بات کا یقین کامل تھا کہ جو کچھ اُنؐ پر جبرئیل علیہ السلام لے کر آئے ہیں، وہ خدا کی جانب سے ہے لیکن آپؐ پر بے چینی کی کیفیت ایک طبعی چیز تھی کیونکہ انسانی روح جتنی بھی توانا ہو، اُس خدائے بزرگ سے ارتباط کوئی معمولی چیز نہیں۔ یہ پہلا رابطہ اور وحی کا آغاز اور وہ بھی کوہِ حرا پر، یہ سب باعث بنا کہ آپ کو تھکان اور سردی لگنے کا احساس ہونے لگا۔ آپؐ اس حالت میں اپنے گھر تشریف لائے۔ آپؐ کے ہر غم میں شریک آپ کی غم خوار جنابِ خدیجہؓ نے آپ کو تسلی دی اور مسکرا کر استقبال کیا۔ اس پر آپ کی ساری پریشانی جاتی رہی اور پیغمبرؐ خدا کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہو گئے۔ جنابِ خدیجہؓ نے کہا:

"اے رسولِؐ خدا! آپ کو رسالت مبارک ہو۔ خدائے بزرگ صرف آپ کی بزرگی اور بلندی چاہتا ہے۔ آپؐ بے شک خدا کے رسولؐ ہیں"۔

اگرچہ جنابِ خدیجہؓ وحی کی حقانیت اور طلوعِ اسلام پر مکمل یقین رکھتی تھیں لیکن اپنے جد حضرت ابراہیمؑ کی طرح اطمینانِ قلب چاہتی تھیں کیونکہ سورۂ بقرہ کی آیت 260

میں حضرتِ ابراہیمؑ نے اللہ سے عرض کیا تھا:

''وَاِذْقَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی.

قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ.قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ''.

''جب حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی تھی کہ اے پروردگار مجھے دکھا کہ تو مُردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ فرمایا کیا تم ایمان نہیں لائے؟ عرض کی: ایمان ضرور لایا ہوں لیکن اس لئے کہ میرا قلب مطمئن ہو جائے''۔

اسی لئے جنابِ خدیجہؑ نے اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کو مشورہ کیلئے بلایا اور اُن کا نظریہ پوچھا۔ ورقہ نے کہا:

''اے خدیجہؑ! جب بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کے آثار دیکھوتو اُنؐ کے سر سے اُن کا عمامہ تھوڑی دیر کیلئے اُٹھالو۔ اگر اس پر وحی کے آثار ختم ہو جائیں تو یہ وحی حق ہے اور نازل ہونے والا جبرئیلؑ ہے اور اگر سر سے عمامہ ہٹانے پر آثار باقی رہیں تو یہ وحی نہیں اور نہ ہی جبرئیلؑ فرشتہ ہے بلکہ شیطان ہے''۔

جنابِ خدیجہؑ نے جب وحی کے آثار دیکھے تو اطمینانِ قلب کیلئے اس عمل کو دہرایا۔ جب پیغمبرؐ کا سر برہنہ ہوا تو وحی کے آثار ختم ہو گئے اور جب عمامہ دوبارہ سر پر رکھا تو آثارِ وحی لوٹ آئے۔ پس جنابِ خدیجہؑ کو یقین کامل ہو گیا کہ وحی برحق ہے اور آثار رحمانی ہیں، شیطانی نہیں۔

روایت کی گئی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام جب پہلی بار وحی لے کر آئے تو انہوں نے رسولِ خداؐ کے ہاتھ میں دیبا کا ایک ورق دیا اور کہا کہ پڑھیں:

''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ.خَلَقَ الْاِنْسَانَ

مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الاَ کْرَمُ.الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ"۔

اس کے بعد جب رسولِ خدا گھر لوٹے تو عجیب کیفیت تھی۔ جہاں سے گزرتے اور جس راستے سے گزرتے تو راستے کے تمام پتھر اور درخت یہی کہتے ہوئے نظر آئے:

"اے خدا کے رسولؐ! آپؐ پر سلام ہو"۔

جب رسولِ خدا گھر میں داخل ہوئے تو گھر نورانی ہوگیا۔ چارسُو روشنی پھیل گئی۔

جنابِ خدیجہؑ نے پوچھا کہ یہ نور کیسا ہے؟

پیغمبرؐ خدا نے جواب دیا:

"ھٰذَا نُوْرُالنُّبُوَّةِ ، قُولِی لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰه"۔

"یہ نور، نورِ نبوت ہے، تم بھی کہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے رسولؐ ہیں"۔

جنابِ خدیجہؑ نے کہا کہ میں بہت پہلے سے اس حقیقت سے آگاہ تھی۔ اُس وقت جنابِ خدیجہؑ نے کلمہ پڑھا اور دین اسلام قبول کرلیا۔

پیغمبر اسلامؐ نے کہا: "مجھے سردی محسوس ہورہی ہے"۔

جنابِ خدیجہؑ ایک کمبل لے آئیں اور رسولِ خداؐ نے اُسے اوڑھ لیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ غیبی آواز آئی:

"یَآیُّھَا ا لْمُدَثِّرُ. قُمْ فَاَنْذِرْ. وَ رَبَّکَ فَکَبِّرْ. وَ ثِیَابَکَ فَطَھِّرْ. وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ. وَلَا تَمْنُنْ

تَسْتَکْثِرُ. وَلِرَبِّکَ فَاصْبِرْ"۔

جب وحی کی منزل تمام ہوئی تو رسولِ خداؐ کھڑے ہو گئے۔ اپنے ہاتھ کانوں تک لائے اور کہا:

"اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر"۔

اُس وقت جس نے بھی آپ کی آواز سنی، وہ بھی آپؐ کے ساتھ پکار اُٹھا:

"اللہ اکبر، اللہ اکبر"۔

جنابِ خدیجہؑ کی ورقہ بن نوفل سے ملاقات

اس سے پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ ورقہ بن نوفل جو جنابِ خدیجہؑ کے چچا کے بیٹے تھے، ایک بہت پڑھے لکھے عیسائی عالم اور محقق تھے۔ جنابِ خدیجہؑ اکثر اپنے کاموں میں مشورہ کیلئے اُن کو بلا لیتی تھیں۔ پیغمبرؐ خدا سے ازدواج میں بھی ورقہ بن نوفل کا بڑا مثبت کردار تھا۔

بعض روایات کے مطابق نزولِ وحی کے بعد اور جنابِ خدیجہؑ کے اسلام قبول کرنے کے بعد جنابِ خدیجہؑ نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس جائیں گی اور اُن تمام واقعات سے، جو طلوعِ اسلام کے سلسلہ میں رونما ہو رہے ہیں، آگاہ کریں گی۔ پس جنابِ خدیجہؑ ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ اُن کے درمیان جو گفتگو ہوئی، وہ یہ ہے:

خدیجہؑ: جبرئیلؑ کون ہیں؟

ورقہ: قُدُّوسٌ قُدُّوسٌ، جس شہر میں اللہ کی عبادت نہیں ہوتی، وہاں جبرئیلؑ کا گزر نہیں ہوتا۔

خدیجہؑ: حضرت محمدؐ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ جبرئیلؑ اُن پر نازل ہوئے ہیں۔

ورقہ: اگر جبرئیلؑ اس سرزمین پر نازل ہوئے ہیں تو اس سرزمین پر خدا کی عظیم نعمتیں بھی نازل ہوئی ہوں گی۔ جبرئیلؑ وہی عظیم فرشتہ ہیں جو خدا کی وحی لے کر حضرتِ موسیٰؑ اور حضرتِ عیسیٰؑ پر بھی نازل ہوتے تھے۔

خدیجہؓ: مجھے بتائیں کہ کیا تم نے آسمانی کتابوں تورات وانجیل میں پڑھا ہے کہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ ایک پیغمبر کو مبعوث فرمائے گا جو یتیم ہوگا اور خدا اُس کو پناہ دے گا۔ جس کے پاس کوئی مال نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اُسے سب سے بے نیاز کردے گا۔ قریش کے ایک بڑے خاندان کی عورت اُس کی مدد واعانت کرے گی؟

ورقہ: ہاں! اُس پیغمبر کی یہی نشانیاں ہیں جو تم نے بیان کی ہیں۔

خدیجہؓ: کیا اُس پیغمبر کی اِس کے علاوہ اور بھی کوئی نشانیاں ہیں؟

ورقہ: ہاں، وہ پیغمبر پانی پر چلے گا اور مُردوں سے باتیں بھی کرے گا کیونکہ حضرتِ عیسیٰؑ پانی پر چلتے تھے اور مُردوں سے باتیں کرتے تھے۔ پتھر اُن کو سلام کرتے تھے اور درخت اُن کی رسالت کی گواہی دیتے تھے۔

جنابِ خدیجہؓ ورقہ بن نوفل کی یہ باتیں سن کر واپس اپنے گھر پلٹ آئیں۔

خدیجہؓ، شریکِ غمِ محمدؐ

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آغازِ بعثت میں ایک خواب دیکھا جو واقعی عجیب بھی تھا اور لرزہ خیز بھی۔ آپؐ جنابِ خدیجہؓ کے پاس آئے اور فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے پیٹ کو اپنی جگہ سے باہر نکالا گیا ہے اور اُسے دھونے کے بعد واپس اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا ہے۔

جنابِ خدیجہؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! یہ خواب خیر وسعادت کی علامت ہے۔ آپ کو مبارک ہو کہ اللہ آپ کی بہتری اور بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں چاہتا۔

جنابِ خدیجہؑ اس وقت کی سخت شرائط میں اپنے شوہر کی حقیقی غم خوار، باوفا شریکِ حیات، دوست اور ہمدم تھیں۔ جو واقعہ بھی پیغمبرؐ خدا کی ناراحتی کا باعث بنتا، آپؑ اُس میں دکھ درد بٹاتیں اور اپنے شوہر کیلئے آرام وراحت اور سکون کا باعث بنتی تھیں۔ حضورؐ کے غم کو دور کرنے کی کوشش کرتیں اور جنابِ خدیجہؑ کی یہی روِش اُنؑ کی آخری عمر تک رہی۔

قصہ مختصر یہ کہ جب پیغمبرؐ خدا گھر سے باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو دعوتِ اسلام دیتے تھے تو آپ کو مختلف قسم کی اذیتیں دی جاتیں۔ کچھ لوگ زبان سے ایسی باتیں کہتے جِس سے پیغمبرؐ اسلام کو اذیت پہنچتی۔ کچھ لوگ عملی طور پر ایسے حالات پیدا کرتے کہ آپؐ سخت تکلیف محسوس کرتے۔ آپؐ پریشان حال، تھکے ماندے اور بھاری بھاری قدموں سے واپس گھر لوٹتے۔ اُس وقت جنابِ خدیجہؑ آپؐ کے زخموں کی دوا ہوتی تھیں اور آپؐ کے پریشان دل کیلئے راحت وسکون کی کرن ہوتی تھیں۔

پس جنابِ خدیجہؑ وہ خاتون تھیں جو رحمت اللعالمینؐ کے لئے بھی تسکینِ قلب کا باعث تھیں۔

خدیجہؑ کی پادری عداس سے ملاقات

عداس اُس زمانہ کا ایک مشہور عیسائی پادری تھا جو مکہ میں زندگی بسر کرتا تھا۔ بڑھاپے کی وجہ سے اُس کی ابروئیں اُس کی آنکھوں پر لٹک آئی تھیں۔ جنابِ خدیجہؑ اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل سے ملاقات وگفتگو کرنے کے بعد پادری عداس کے پاس تشریف لے گئیں اور اُن کے ساتھ مکالمہ کیا جو قارئین کی دلچسپی کیلئے نیچے درج کیا جا رہا ہے:

خدیجہؑ: جناب پادری صاحب! مجھے بتائیں کہ جبرئیلؑ کون ہیں؟

جبرئیلؑ کا نام سننے پر پادری عداس نے کہا: ''قُدُوسٌ قُدُوسٌ'' اور اس نام کی

عظمت کی وجہ سے بارگاہِ ایزدی میں سجدہ ریز ہوگیا۔ اُس نے کہا کہ جس شہر میں خدا کی عبادت نہ ہوتی ہو، وہاں جبرئیلؑ کا ذکر بھی نہیں ہوتا۔

خدیجہؑ: جناب پادری صاحب! میرے لئے جبرئیلؑ کی صفات بیان فرمائیں۔

عداس: خدا کی قسم! میں اُس وقت تک کوئی بات نہیں کروں گا جب تک تم مجھے یہ نہ بتاؤ کہ تم نے جبرئیلؑ کا نام کہاں سے سنا؟

خدیجہؑ: پادری صاحب! پہلے مجھ سے وعدہ کریں کہ اس گفتگو کو عام نہیں کریں گے!

عداس: میں تم سے ایسا وعدہ کرتا ہوں۔

خدیجہؑ: میرے شوہر حضرت محمدؐ نے مجھے بتایا ہے کہ جبرئیلؑ اُنؐ کے پاس آتے ہیں۔

عداس: جبرئیلؑ وہی عظیم فرشتہ جو حضرتِ موسیٰؑ پر اور حضرتِ عیسیٰؑ پر بھی نازل ہوتا تھا اور اُمورِ رسالت کو وحی کے ذریعہ اُن تک پہنچاتا تھا۔ خدا کی قسم! اگر جبرئیلؑ اس سرزمین پر آجائیں تو اس سرزمین پر خدا کی بہت عظیم خیر و برکت نازل ہوگی۔ لیکن اے خدیجہؑ! بعض اوقات شیطان انسان پر اثر انداز ہوتا ہے اور اُسے کچھ کاموں کی خبر دیتا ہے اور انسان کو شک و شبہات میں ڈال دیتا ہے۔ تم ایسا کرو کہ یہ دعا لے لو اور اپنے شوہر پر پڑھو۔ اگر وہ مجنون ہوں گے تو اس دعا کے اثر سے اُن کا جنون جاتا رہے گا اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق پر ہوں گے تو یہ دعا اُن کو کوئی ضرر نہ دے گی۔

جنابِ خدیجہؑ نے وہ لکھی ہوئی دعا لی اور اپنے گھر واپس پلٹ آئیں۔ دیکھا کہ رسولِ خداؐ حالتِ وحی میں ہیں اور جبرئیلؑ اُنؐ کے پاس ہیں۔ جبرئیلؑ سورۂ قلم کی یہ آیات پڑھ رہے تھے:

"نٓ وَالْقَلَمِ وَمَايَسْطُرُوْنَ. مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ

بِمَجۡنُوۡن. وَاِنَّ لَکَ لَاَجۡرًا غَیۡرَمَمۡنُوۡن. وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ. فَسَتُبۡصِرُ وَ یُبۡصِرُوۡنَ. بِاَیِّکُمُ الۡمَفۡتُوۡنُ". (القلم: 1تا6)

"ن۔ قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں، تم اپنے رب کی نعمت کے سبب دیوانے نہیں ہو اور یقیناً تمہارے لئے ایسا اجر ہے جو منقطع ہونے والا نہیں ہے اور بے شک تمہارا اُخلق بہت بڑھا ہوا ہے۔ سو، بہت جلد تم بھی دیکھ لوگے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے دیوانہ کون ہے؟"

جنابِ خدیجہؑ نے جب یہ آیات سنیں تو (اپنی گفتگو جو پادری عداس سے ہوئی تھی، کے تناسب سے) بہت خوش ہوئیں اور سارا ماجرا رسولِ خدا سے بیان فرمایا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ساری باتیں سنیں۔ جنابِ خدیجہؑ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہو جائیں، پادری عداس کے پاس چلتے ہیں۔

پیغمبرؐ خدا اُٹھے اور جنابِ خدیجہؑ کے ہمراہ پادری عداس کے پاس چلے گئے۔ پیغمبرؐ خدا نے سلام کیا۔ عداس نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ میرے نزدیک آئیں۔ پیغمبرؐ خدا اُس کے نزدیک ہوئے۔ عداس نے عرض کیا کہ ذرا اپنی قمیص کو اوپر اُٹھائیے۔ پیغمبرؐ خدا نے ایسا ہی کیا تو عداس نے دیکھا کہ دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت چمک رہی ہے۔

پادری عداس اُسی وقت سجدہ میں گر گیا اور کہا:

"قُدُّوۡسٌ قُدُّوۡسٌ".

"خدا کی قسم! آپ وہی پیغمبرؐ ہیں جن کی آمد کی خوشخبری حضرتِ موسیٰ اور حضرتِ عیسیٰ علیہما السلام نے بھی دی تھی۔ اے خدیجہؑ! اس پیغمبرؐ کے لئے بڑے بڑے حادثات و واقعات رونما ہوں گے"۔

اس کے بعد پیغمبرؐ خدا کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا:

''مجھے ربّ محمد کی قسم! میری عمر جتنی بھی طولانی ہو جائے، میں آپؐ کے ہمراہ آپؐ کے دشمنوں سے جنگ کروں گا۔ آپؐ جلد ہی اپنے رب کی طرف سے تبلیغات پر مامور ہوں گے۔ آپؐ اپنا وظیفہ انجام دیں گے لیکن لوگ آپ کو جھٹلائیں گے، یہاں تک کہ لوگ آپ کو اپنے شہر سے باہر نکال دیں گے''۔

یہ باتیں حضورؐ پر سخت گزریں اور فرمایا: 'کیا یہ لوگ مجھے شہر سے نکال دیں گے؟'

عداس نے عرض کیا: ''ہاں، ہر پیغمبر آپ کی رسالت کی طرح لوگوں کیلئے ہدایت لے کر آیا اور اُن کی قوموں نے اُن کو اپنے شہروں سے نکال دیا اور اُنہی کے قوم کے لوگ اُن کے سخت ترین دشمن ہو گئے، مگر اللہ اور اُس کے فرشتے آپؐ کے مددگار رہوں گے''۔

اس کے بعد پیغمبرؐ خدا عداس کے پاس سے اُٹھ کر واپس اپنے گھر چلے گئے۔

ورقہ بن نوفل کا قبولِ اسلام

ورقہ بن نوفل، جنابِ خدیجہؑ کا چچا زاد بھائی، جو ہمیشہ جنابِ خدیجہؑ کو نیک مشورے دیتا تھا، کے بارے میں دو روایات نقل کی گئی ہیں۔ ہم قارئین کی توجہ ہر دو روایات کی طرف مبذول کروانا چاہتے ہیں:

ا۔ روایتِ اوّل

ورقہ بن نوفل بہت بوڑھا اور نابینا ہو گیا۔ ایک روز جنابِ خدیجہؑ، جنابِ رسولِؐ خدا کے ہمراہ ورقہ بن نوفل کے پاس آئیں اور کہا کہ اے میرے چچا کے بیٹے! اپنے برادر زادہ جنابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سنو۔

ورقہ: اے میرے برادرزادہ! آپؐ نے کیا دیکھا؟

حضورؐ: جبرئیلؑ مجھ پر نازل ہوئے ہیں اور خدا کی وحی مجھ تک پہنچائی ہے۔

ورقہ: کیا وہی جبرئیلؑ جو حضرتِ موسیٰؑ اور حضرتِ عیسیٰؑ پر نازل ہوتے تھے اور وحیِ خدا پہنچاتے تھے؟ اے کاش! میں جوان ہوتا اور اُس وقت جب لوگ آپ کو اس شہر کے چھوڑنے پر مجبور کریں تو میں آپؐ کا مکمل دفاع کرسکتا؟

حضورؐ: کیا یہ لوگ مجھے شہر سے نکال دیں گے؟

ورقہ: آپ کی طرح تمام پیغمبر جو آئینِ الٰہی لے کر آئے، اُن کی قوم نے اُنہیں اپنے شہر سے نکال دیا۔ اگر اُس وقت میں موجود ہوا تو آپؐ کا مکمل دفاع کروں گا اور پوری قوت سے آپ کی مدد کروں گا۔

مگر ورقہ اس سے قبل کہ اسلام قبول کرنے کا اعلان کرتا، اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

اس بات کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ پیغمبرؐ خدا نے خدیجہ سلام اللہ علیہا سے پوچھا:

''ورقہ بن نوفل کا اسلام لانے کا معاملہ کہاں تک پہنچا ہے؟''

جنابِ خدیجہؑ نے عرض کیا: ''یارسولؐ اللہ! ورقہ بن نوفل نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی ہے لیکن موت نے اُسے اتنی مہلت نہیں دی کہ وہ اس کا اظہار کر دیتا''۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے اُسے عالمِ خواب میں دیکھا ہے کہ اُس کے جسم پر سفید لباس تھا۔ اگر وہ اہلِ جہنم سے ہوتا تو اُس کے جسم پر کوئی دوسرا لباس ہوتا''۔

علامہ مجلسی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''تعبیر بتانے والے کہتے ہیں کہ قمیص عالمِ خواب میں دین کی نشاندہی کرتی ہے اور اُس کی سفیدی اُس کے دین کی ہر قسم کے انحرافات و فساد سے پاک ہونے کی

دلیل ہے"۔

۲۔ روایتِ دوم

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جبرئیلؑ کو غارِ حرا میں اُس کی اپنی شکل میں اور میکائیل اور دوسرے فرشتوں کے ہمراہ بہت دفعہ دیکھا ہے جیسے اُنہوں نے ایک چار پایوں والی بہشتی کرسی بچھائی ہو اور پیغمبرؐ اسلام کے سر پر تاجِ نبوت پہنایا ہو اور ہاتھ میں پرچمِ حمد دیا ہو اور کہتے ہوں کہ حضورؐ! کرسی پر تشریف لے جایئے اور خدائے بزرگ کی حمد و ثناء بیان فرمایئے۔ پیغمبرؐ اسلام نے اُن کے کہنے پر ایسا ہی کیا۔ رسولِؐ خدا جس وقت غارِ حرا سے نیچے اُتر کر اپنے گھر کی طرف آ رہے تھے تو راستے میں سب پتھر اور درخت آپ کی تعظیم کر رہے تھے اور کہتے تھے:

"اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ پر ہمارا سلام ہو"۔

آپؐ نے جبرئیلؑ کو اس صورت میں دیکھا کہ اُن کے پاؤں زمین پر اور سر آسمان پر تھا۔ اُن کے بال و پر مغرب و مشرق تک پھیلے ہوئے تھے اور اُن کی دو آنکھوں کے درمیان یہ لکھا ہوا تھا:

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه"۔

پیغمبرؐ نے اُس سے فرمایا: "تم کون ہو؟ خدا تم پر رحمت کرے۔ میں نے تو آج تک مخلوق میں تم جیسا عظیم اور تم جیسا خوبصورت چہرہ نہیں دیکھا؟"

اُس فرشتے نے کہا کہ میں جبرئیلؑ روحِ امین ہوں جو تمام پیغمبروں اور رسولوں پر نازل ہوتا رہا ہوں"۔

پیغمبرؐ خدا جب گھر آئے تو اِس واقعہ کی خبر جنابِ خدیجہؑ کو دی۔ جنابِ خدیجہؑ

اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور اُن کو پورے واقعہ سے آگاہ کیا۔ ورقہ نے کہا کہ اے خدیجہؓ! تجھے مبارک ہو کیونکہ یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرتِ موسیٰؑ اور حضرتِ عیسیٰؑ پر نازل ہوتا رہا ہے۔ پھر ورقہ نے درج ذیل اشعار پڑھے:

اِنَّ ابنَ عَبدِاللّٰہِ اَحمَدُ مُرسَلُ
اِلٰی کُلِّ مَنْ ضَمَّتْ عَلَیہِ الاَباطِحُ

وَظَنّی بِہٖ اَنْ سَوفَ یُبعَثُ صَادِقاً
کَمَا اَرسَلَ الْعَبْدَانِ نُوحٌ وَصَالِحُ

وَ مُوسٰی وَ اِبْرَاھِیمُ حَتّٰی یَریٰ لَہٗ
بَھَاءٌ وَمَنشُورٌ مِنَ الذِّکرِ وَاضِحُ

"بے شک حضرتِ احمد (پیغمبرؐ خدا کے ناموں میں سے ایک نام ہے) جو عبداللہ کے بیٹے ہیں، رسولوں میں سے ہیں، اُن کو اللہ نے تمام ابطح کے رہنے والوں اور اطراف کے لوگوں کیلئے بھیجا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ وہ بہت جلد ایک صادق رسول کے طور پر مبعوث ہوں گے جس طرح اللہ نے اپنے بندوں نوحؑ اور صالحؑ کو لوگوں کے درمیان رسول بنا کر بھیجا تھا۔

اور وہ حضرتِ موسیٰؑ اور حضرتِ ابراہیمؑ کی طرح ہیں۔ وہ بلند مقام اور آسمانی کتاب کے ساتھ بہت جلد دنیا میں روشن ہوں گے۔ اُن کی روشنی ہر جگہ پھیل جائے گی"۔

ورقہ کو اب یقین ہوگیا کہ حضرتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منصبِ رسالت پر فائز ہو چکے ہیں۔ اسی لئے ایک روز خانۂ کعبہ کے طواف کے دوران ورقہ، رسولِ خداؐ کی خدمت

میں پہنچے اور اپنے دین اسلام اور ایمان کو اس طرح ظاہر کیا اور پیغمبرؐ خدا سے مخاطب ہو کر یوں عرض کیا:

''خدا کی قسم! آپؐ اِس اُمت کے رسولؐ ہیں اور عنقریب مشرکین کے ساتھ جہاد کریں گے۔ کاش! میری عمر میرا ساتھ دے اور میں آپؐ کے ہمراہ آپؐ کے دشمنوں سے جنگ کروں!''

اس کے بعد ورقہ آگے بڑھا اور اُس نے پیغمبرؐ خدا کے سر کو چوما اور مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد وہ بوڑھا ہو گیا۔ اُس کی بینائی بھی جاتی رہی۔ کچھ دنوں کے بعد وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ وہ ایک مسیحی عالم تھا اور صرف چند افراد کے علاوہ اُس نے مکہ کے لوگوں سے ایمان لانے میں سبقت کی۔ رسولِ خداؐ نے اُس کی شان میں ارشاد فرمایا:

''لَقَدْ رَأَیْتُ الْقِسَّ فِی الْجَنَّةِ، عَلَیْهِ ثِیَابٌ خُضْرٌ، لِاَنَّهُ آمَنَ بِی، وَصَدَّقَنِی''۔

''میں ورقہ (مسیحی عالم) کو جنت میں دیکھ رہا ہوں کہ اُس نے سبز جنتی لباس پہنا ہوا ہے کیونکہ وہ مجھ پر ایمان لایا تھا اور اُس نے میری رسالت کی تصدیق کی تھی''۔

نمازِ خدیجہؑ

امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام نہج البلاغہ میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

''وَلَقَدْ کَانَ یُجَاوِرُ کُلَّ سَنَةٍ بِحِرَاءَ، فَاَرَاهُ وَلَا یَرَاهُ غَیْرِی، وَلَمْ یَجْمَعْ بَیْتٌ وَاحِدٌ یَوْمَئِذٍ فِی الْاِسْلَامِ غَیْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَخَدِیْجَةَ وَاَنَا ثَالِثُهُمَا

اَرٰی نُوْرَالْوَحْیِ وَالرِّسَالَۃِ وَاَشُمُّ رِیْحَ النُّبُوَّۃِ"۔

"پیغمبرؐ خدا کئی سالوں تک غارِ حرا میں مجاور بنے رہے (عبادتِ خدا میں مشغول رہے)۔ صرف میں اُن کو دیکھتا تھا۔ میرے علاوہ اور کوئی اُن کو نہیں دیکھتا تھا۔ اُن دنوں میں اسلام صرف اور صرف رسولِ خداؐ کے گھرانے تک محدود تھا اور کسی جگہ نہ تھا۔ حالت یہ تھی کہ آپؐ اور خدیجہؑ اور تیسرا میں تھا جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا"۔

ان مطالب کی تائید دیگر روایات بھی کرتی ہیں جن میں:

1۔ حضرت علی علیہ السلام نے ایک یہودی کے سوال کے جواب میں فرمایا:

"میں پہلا شخص ہوں جس نے اسلام کو قبول کیا اور اس واقعہ کو تین سال گزر گئے۔ میرے اور جنابِ خدیجہؑ کے علاوہ کوئی تیسرا شخص نہ تھا جو نماز پڑھتا اور جو کچھ پیغمبرؐ پر نازل ہوا ہے، اُس کی گواہی دیتا"۔

2۔ اسد بن عبداللہ بجلّی، یحیٰی سے اور وہ اپنے والد عفیف بن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ زمانۂ جاہلیت میں (آغازِ بعثتِ رسولؐ) مکہ گیا۔ میں نے چاہا کہ گھر والوں کیلئے عطریات اور لباس خریدوں۔ اسی دوران عباس (پیغمبرؐ کے چچا) کے پاس گیا جو اُن دنوں تجارت کرتے تھے۔ میں اُن کے پاس بیٹھ گیا اور خانۂ کعبہ کی طرف نگاہ کرنے لگا، یہاں تک کہ غروبِ آفتاب کا وقت ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک جوان وہاں آیا، اُس نے آسمان کی طرف نگاہ کی۔ اسی دوران ایک دس سالہ لڑکا وہاں پہنچا جو اُس کے دائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ اسی طرح ایک خاتون اُس نوجوان کے بائیں جانب کھڑی ہو گئی۔ اب تینوں نے نماز ادا کرنا شروع کی۔ رکوع و سجود کیا۔

میں نے عباس سے کہا کہ میں یہ عجیب چیز دیکھ رہا ہوں، یہ کیا ہے؟

عباس: ہاں، یہ واقعی عجیب اور ایک عظیم چیز ہے! کیا تم اس نوجوان کو جانتے ہو؟

مَیں: نہیں، میں ان کو نہیں جانتا۔

عباس: یہ محمدؐ ابن عبداللہ ہیں اور میرے بھائی کے بیٹے ہیں۔ اس دوسرے نوجوان کو جانتے ہو، یہ کون ہیں؟

مَیں: نہیں، میں ان کو بھی نہیں جانتا۔

عباس: یہ علی ابن ابی طالب علیہما السلام ہیں اور یہ بھی میرے بھائی کے بیٹے ہیں۔ کیا تم جانتے ہو کہ یہ خاتون کون ہیں؟

مَیں: میں نہیں جانتا۔

عباس: یہ خدیجہؑ بنت خویلد ہیں اور محمدؐ ابن عبداللہ کی شریکِ حیات ہیں۔ میرے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خبر دی ہے کہ اُنؐ کے رب نے، جو زمین و آسمان کا مالک و خالق ہے، اُس نے اس دین کیلئے یہ فرمان دیا ہے:

''وَلاَ وَاللّٰهِ مَا عَلَى الْاَرْضِ كُلِّهَا اَحَدٌ عَلٰى هٰذَا الدِّيْنِ غَيْرَ هٰؤُلاٰءِ الثَّلاٰثَةِ''.

''خدا کی قسم! اس روئے زمین پر سوائے اِن تینوں کے اس دین پر اور کوئی نہیں''

3۔ ایک اور روایت میں یہی ماجرا تھوڑے سے فرق کے ساتھ عبداللہ بن مسعود نقل کرتے ہیں جس کا ذکر ہم یہاں پر ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلی ہی چیز جو اسلام اور رسولِ خداؐ سے میں نے سیکھی، وہ یہ تھی کہ میں اپنے چچاؤں اور اپنے قبیلہ کے افراد کے ہمراہ مکہ آیا، ہمارا خیال تھا کہ عطر خریدیں۔ ہمیں عباس بن عبدالمطلب (جو عطر فروخت کرتا تھا) کے پاس جانا ہوا۔ عباس بن عبدالمطلب

کعبہ میں زم زم کے کنویں کے پاس بیٹھے تھے۔ ہم اُن کے پاس بیٹھ گئے۔ اسی دوران ایک شخص جس نے دو سفید پارچوں سے اپنے جسم کو ڈھانپا ہوا تھا (جیسے احرام باندھا ہوتا ہے) جس کی گھنی داڑھی اور گھنے بال تھے، سفید اور چمکدار دانت تھے، خوبصورت چہرہ جیسے چمکتا ہوا چاند ہو، باب الصّف (صفا اور مروہ کی جانب باب) کی جانب سے داخل ہوا۔ اُس کے دائیں ایک خوبصورت نوجوان کو دیکھا جو اُس کے ساتھ ساتھ آرہا تھا اور اِن کے پیچھے ایک خاتون برقعہ پوش آرہی تھی، وہ تینوں حجر اسود کی طرف گئے۔ سب سے پہلے اُس شخص نے حجر اسود کے اوپر ہاتھ پھیرا، پھر اُس نوجوان نے اور پھر اُس خاتون نے حجر اسود پر ہاتھ پھیرا۔ اس کے بعد تینوں نے طوافِ کعبہ شروع کیا اور سات چکر مکمل کئے۔ اس کے بعد اُن تینوں نے حجر اسماعیل کے کنارے نمازِ باجماعت پڑھی۔ وہ شخص آگے تھا، نوجوان اُس کے پیچھے اور وہ خاتون اُن دونوں کے پیچھے تھی۔ اُس شخص نے جب اللہ اکبر کہا تو اپنے ہاتھوں کو کانوں تک بلند کیا، یہاں تک کہ قنوت تک پہنچے۔ قنوت کو انہوں نے لمبا کیا اور اُس کے بعد نماز تمام کی۔

میں نے چونکہ ایسی چیز پہلے کبھی نہ دیکھی تھی، اس لئے عجیب محسوس کیا۔ میں نے اور میرے ساتھیوں نے عباس بن عبدالمطلب سے پوچھا کہ یہ کونسا دین ہے جو مکہ میں جاری ہے، اس سے پہلے تو ہم نے ایسا نہیں دیکھا تھا؟

عباس بن عبدالمطلب نے کہا کہ یہ شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، میرے بھائی کے بیٹے ہیں اور وہ نوجوان میرے بھائی ابوطالبؑ کے بیٹے علیؑ ہیں اور وہ خاتون خدیجہؑ بنت خویلد ہیں جو محمدؐ کی بیوی ہیں اور کہا:

"وَاللّٰهِ مَا عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ يَدِيْنُ بِهٰذَا الدِّيْنِ

اِلّاھٰوُلَاءِ الثَّلاثَۃِ".

"خدا کی قسم! پوری روئے زمین پر ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں جو اس دین پر ہو"۔

4۔ عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ پیغمبرؐ خدا، جنابِ خدیجہؑ کے ہمراہ نماز ادا کررہے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام اُنؐ کے نزدیک آئے اور کہا کہ یہ کیا ہے؟ پیغمبرؐ خدا نے فرمایا: یہ دین اسلام ہے۔ حضرت علیؑ نے اس کی تصدیق کی اور اُنؐ کے ساتھ مل گئے، یہاں تک کہ لوگوں کو خبر ہوگئی کہ یہ نماز ہے۔ مشرکین نے کہنا شروع کردیا کہ (نعوذ باللہ) محمدؐ دیوانہ ہوگئے ہیں۔ اس صورتِ حال میں سورۂ قلم کی آیت نازل ہوئی:

"مَآاَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ".

"تو اپنے پروردگار کی نعمتوں سے دیوانہ نہیں"۔

بہت سی روایات ایسی ملتی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ سب سے پہلے فرد حضرتِ علی علیہ السلام تھے جنہوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی۔

نماز اور آغازِ بعثت

یہ بات مشہور ہے کہ دن رات میں پانچ نمازیں اُس وقت فرض ہوئیں جب پیغمبرؐ خدا پروردگارِ عالم کی دعوت پر معراج کیلئے آسمانوں پر اور عرش پر تشریف لے گئے۔ یہاں پر یہ سوال اُٹھایا جاسکتا ہے کہ آغازِ بعثت میں پیغمبرؐ خدا، حضرت علی علیہ السلام اور جنابِ خدیجہؑ کون سی نمازیں پڑھتے تھے؟

اس کے جواب میں روایات سے مدد لیتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شبِ معراج پروردگارِ عالم نے تو پچاس (۵۰) رکعت نمازِ شبانہ روز کو گھٹا کر اُمتِ محمدیؐ کی آسانی کیلئے 17 (سترہ) رکعت کردیا تھا۔ پس نماز تو موجود تھی۔

اس لئے آغازِ بعثت سے ہی نماز کا وجود تھا لیکن بعد میں اس کے احکام میں تبدیلی ممکن ہے۔ قرآن کی وہ سورتیں جو آغازِ بعثت میں مکہ میں نازل ہوئی تھیں، اُن میں نماز کا ذکر ہے، مثلاً سورۂ کوثر اور سورۂ ماعون وغیرہ۔ اسی طرح سورۂ مدثر کی آیت 43 میں بھی نماز کا ذکر ہے جبکہ یہ سورت آغازِ بعثت میں مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ اسی طرح سورۂ مزمل میں بھی نماز کا ذکر ہے اور یہ سورۃ بھی مکی ہے اور آغازِ بعثت میں نازل ہوئی تھی۔

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ آغازِ بعثت میں نمازیں ابھی واجب نہیں ہوئی تھیں پھر بھی مستحب نماز کا وجود ہونا تو عین ممکن ہے۔

نمازِ جعفرؓ طیار پر ابوطالبؑ کا خوش ہونا

روایات کے مطابق اعلانِ نبوت کے پہلے تین سال میں سوائے پیغمبرؐ اسلام،

حضرت علی علیہ السلام اور جنابِ خدیجہؑ کے کسی اور نے نماز نہیں پڑھی۔ یہ تینوں ہستیاں غارِ حرا میں اور دیگر جگہوں پر مشرکین کی نگاہوں سے بچ بچا کر نمازِ با جماعت ادا کرتے تھے۔ ایک روز جنابِ ابو طالبؑ اپنے بیٹے جعفر طیارؓ کے ہمراہ ایک جگہ سے گزر رہے تھے کہ اُن کی نظر اپنے بھتیجے محمدؐ پر پڑی جو آگے کھڑے تھے اور اُنؐ کے پیچھے دائیں جانب علیؑ کھڑے تھے اور پیچھے جنابِ خدیجہؑ کھڑی تھیں، یہ تینوں نمازِ با جماعت ادا کر رہے تھے۔ حضرت ابو طالبؑ نے اپنے بیٹے جعفر طیارؓ سے کہا:

"صَلِّ جَنَاحَ ابْنِ عَمِّکَ".

"اپنے چچا کے بیٹے کی اقتداء میں (بائیں) جانب نماز ادا کرو"۔

جعفر طیار فوراً گئے اور پیغمبرؐ اسلام کی اقتداء کی اور نماز پڑھی۔ جنابِ ابو طالبؑ اپنے بیٹے جعفر طیار کے نماز پڑھنے پر، جو دراصل مسلمان ہونے کی دلیل تھی، بہت خوش ہوئے اور انہوں نے درج ذیل اشعار پڑھے:

اِنَّ عَلِیّاً وَ جَعْفَراً ثِقَتِی
عِنْدَ مُسْلِمِ الزَّمَانِ وَالْکَرْبِ

وَاللّٰہِ لَا اَخْذُلُ النَّبِیَّ وَ لَا
یَخْذِلُہُ مِنْ بَنِی ذُو حَسَبِ

لَا تَخْذِ لَا وَانْصُرا اِبْنَ عِمِّکُمَا
اَخِی لِاُمِّی مِنْ بَیْنِھِمْ وَ اَبِی

"خدا کی قسم! میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنہا نہیں چھوڑوں گا اور میرے

بیٹے علیؑ اور جعفرؑ، جو شریف النفس ہیں، وہ بھی اُنہیں اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔ اے میرے بیٹو! علیؑ اور جعفرؑ اپنے چچا (عبداللہ) کے بیٹے کو اکیلا نہ چھوڑنا بلکہ اُن کی مدد کرنا کیونکہ وہ میرے بھائی کے جگر کا ٹکڑا ہے"۔

بعض روایات کے مطابق زید بن حارثہ بھی اس نماز میں شامل ہو گئے تھے۔

ہم اس مقام پر جنابِ خدیجہؑ کو ایک سچی مسلمان، نڈر اور بیباک خاتون پاتے ہیں جو جعفر طیار سے بھی پہلے پیغمبرؐ خدا کی اقتداء میں حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ نماز پڑھنے میں مشغول تھیں۔ اُس وقت دین اسلام پر چلتے ہوئے نماز پڑھنا خطرِ موت یا خطرِ (سخت ترین) اذیت سے خالی نہ تھا۔

تصدیقِ خدیجہؑ

عیسیٰ بن مستفاد کہتے ہیں کہ میں نے امام موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام کی خدمت میں عرض کیا: "یا مولاؑ! ہمیں بتائیے کہ ابتدائے اسلام کے زمانہ میں حضرت علیؑ اور جنابِ خدیجہؑ کا کیا کردار تھا؟"

جواب میں امام موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام نے فرمایا:

"میں نے اپنے بابا امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہی سوال کیا تھا تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ جب سب سے پہلے علیؑ اور خدیجہ سلام اللہ علیہا نے اسلام قبول کیا تو پیغمبرؐ خدا نے دونوں کو بلایا اور کہا کہ آپ دونوں خدا کی رضا کی خاطر مسلمان ہوئے ہیں اور اُس کے احکام کو تسلیم کرتے ہیں۔ ابھی جبرئیلؑ میرے پاس ہیں اور وہ آپ دونوں کو اسلام کی خاطر میری بیعت کرنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ پس اسلام کی بیعت کریں تاکہ سلامتی پائیں اور دین اسلام کی اطاعت کریں تاکہ ہدایت پائیں"۔

حضرت علیؑ اور جنابِ خدیجہؑ دونوں نے کہا:

''اے رسولِؐ خدا! ہم نے آپ کی بیعت اور اطاعت قبول کی''۔

پیغمبرؐ: جبرئیلؑ کہتے ہیں کہ اسلام چند شرائط اور چند عہد و پیمان کا نام ہے اور اُن میں سب سے اہم اللہ کی وحدانیت کا اقرار اور اُس کے رسولؐ کی رسالت کی گواہی دینا ہے۔ پس آپ بھی اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیجئے اور اُس کے رسولؐ کی رسالت کی گواہی دیجئے۔

حضرت علیؑ اور جنابِ خدیجہؑ نے کہا:

''ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اُس کا کوئی شریک نہیں، وہ واحد ہے، اُس کا کوئی بیٹا نہیں اور نہ ہی اُس کی کوئی بیوی ہے۔ وہ ان چیزوں سے مبرّا ہے۔ ہم اُس کی وحدانیت کا اعتراف کرتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے عبد ہیں اور اُس کے رسولؐ ہیں۔ اللہ نے اُن کو تمام اہلِ جہان کی طرف قیامت تک کیلئے رسولؐ بنا کر بھیجا ہے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ ہی لوگوں کو موت دیتا ہے اور وہی زندگی عطا کرتا ہے۔ وہی لوگوں کو اعلیٰ درجات اور عزت عطا کرتا ہے اور وہی لوگوں کو ذلت و رسوائی دیتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے، اپنی مشیت کے مطابق انجام دیتا ہے۔ قیامت کے روز وہ لوگوں کو قبروں سے نکال کر زندہ کرے گا''۔

حضرت علی علیہ السلام اور جنابِ خدیجہؑ نے رسولِؐ خدا کی تعلیم کے مطابق سب چیزوں کی گواہی دی اور اصولِ دین اور ارکانِ اسلام کا اقرار کیا۔ رسالت کے بعد آنے والی امامت کی بھی گواہی دی۔

پیغمبرؐ خدا نے جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا کہ آیا تم نے اُن شرائط کو، جو خدا نے اسلام لانے کیلئے واجب قرار دی ہیں، قبول کر لیا ہے؟

جنابِ خدیجہؑ نے کہا:

"نَعَمْ وَ اٰمَنْتُ وَصَدَّقْتُ وَرَضِيْتُ وَسَلَّمْتُ".

"جی ہاں! میں ایمان لائی اور میں نے (اسلام کی) تصدیق کی اور میں اس پر راضی ہوں اور میں نے تسلیم کیا"۔

حضرت علیؑ نے بھی ایسا ہی اعلان کیا۔ پھر رسولِؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ کیا تم ان عہد و پیمان کی بجا آوری کیلئے، جو اللہ نے میری بیعت کی شرط رکھی ہے، میری بیعت کرو گے؟

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی: "جی ہاں"۔

اس موقع پر پیغمبرؐ خدا نے حضرت علیؑ کے ہاتھ کو کھول کر اپنے ہاتھ پر رکھا اور کہا کہ یا علیؑ! اب تم شرط کے مطابق میری بیعت کرو اور اعلان کرو کہ جس طرح اپنے نفس کی حفاظت اور دفاع کرتے ہو، اُسی طرح میری بھی حفاظت اور دفاع کرو گے۔

حضرت علی علیہ السلام نے جب یہ الفاظ سنے تو اُن پر گہرا اثر ہوا اور اُن کی آنکھوں سے آنسو گرنا شروع ہو گئے۔ انہوںؑ نے اس طرح کہا:

"میری ماں اور باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ میں عظیم قوتِ الٰہی کے تحت آپ کی بیعت کرتا ہوں"۔

اُس وقت پیغمبرؐ خدا نے جنابِ خدیجہؑ سے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کو میرے ہاتھ کے اوپر رکھو اور میری بیعت کرو۔

جنابِ خدیجہؑ نے بھی حضرت علیؑ کی طرح بیعت کی، صرف اس فرق کے ساتھ کہ جہاد عورتوں کیلئے نہیں ہے۔ اس موقع پر پیغمبرؐ خدا نے جنابِ خدیجہؑ سے یہ بھی کہا:

"خدیجہؑ! دیکھو یہ علیؑ ہیں۔ یہ تمہارے بھی مولا ہیں اور مومنوں کے بھی مولا ہیں اور میرے بعد یہ تم سب کے امام ہیں"۔

جنابِ خدیجہؑ نے کہا: ''میں اس کی تصدیق کرتی ہوں اور جو شان و منزلت آپؐ نے ان کی بیان فرمائی ہے، میں اُس پر بیعت کرتی ہوں اور گواہی دیتی ہوں اور آپ کو اور اللہ تعالیٰ کو اس پر اپنا گواہ بناتی ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے اور وہ ہمارے ہر کام سے آگاہ ہے''۔

اس طریقے سے جنابِ خدیجہؑ نے حضرت علی علیہ السلام کے درجات کی گواہی دی اور اُنؑ کے حق میں تجدید بیعت کی۔

تین سال تک اسلام کی مخفیانہ حفاظت

مکہ شہر اور اُس کے اردگرد کے علاقہ میں ایسا ماحول تھا کہ اگر کوئی اسلام کا اظہار کرتا تو وہ موت کا خطرہ مول لیتا۔ اسی واسطے تین سال تک پیغمبرؐ خدا نے اسلام کو مخفی رکھا۔ اُس وقت دائرۂ اسلام میں خود پیغمبرؐ خدا کے علاوہ حضرت علی علیہ السلام، جنابِ خدیجہؑ اور کچھ اور افراد تھے، اِن سب افراد نے یہ وقت تقیہ میں گزارا، یہاں تک کہ پروردگارِ عالم کی طرف سے یہ آیات نازل ہوئیں:

''فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِکِیۡنَ. اِنَّا کَفَیۡنٰکَ الۡمُسۡتَهۡزِءِیۡنَ''. (حجرات:94،95)

''اب تم کو جو کچھ حکم دیا جاتا ہے وہ کھول کر سنا دو اور مشرکوں سے روگردانی کرلو (یعنی اُن کی ذرا پرواہ نہ کرو) ان ہنسنے والوں کے شر سے بچانے کیلئے ہم تمہاری کفایت کریں گے''۔

اِس آیت میں اسلام کے اعلان کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ آغازِ

بعثت میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پانچ سال تک مکہ میں خاموشی سے وقت گزارا۔ اس دوران حضرت علیؑ اور جنابِ خدیجہؑ آپؐ کے ہمراہ تھے۔ ان سب نے اپنے دین کو چھپا یا اور تقیہ اختیار کیا تا کہ مشرکین کے شر سے محفوظ رہیں۔

یہ تمام واقعات جنابِ خدیجہؑ کی اسلام کیلئے قربانیوں کا ثبوت ہیں اور اِس خاتونِ معظّمہؑ نے کمالِ صبر و شکیبائی اور پختہ ارادے سے اِن سخت حالات کا مقابلہ کیا۔ ہر قسم کی دنیاوی آسائشوں سے ہاتھ اُٹھالیا اور اوّل تین سال یا پانچ سال تک خفیہ طور پر اسلام کی پیروکار رہیں۔ اس دوران ہر وقت کفار و مشرکین سے خطرہ رہتا تھا۔ یہ وقت عجب خوف و ہراس میں گزرا۔ سختیاں تھیں، تنہائی تھی۔ اِن سب تکالیف کو جنابِ خدیجہؑ نے اسلام کی بقاء کیلئے لبِ خندہ قبول کیا۔

پیغمبرِ خدا کی حفاظت اور خدیجہؑ

دانشمندانِ اسلام جنابِ خدیجہؑ کے بارے میں کہتے ہیں:

"وَ كَانَتْ خَدِيجَةُ وَزِيرَةَ صِدْقٍ عَلَى الْإِسْلَامِ وَ كَانَ رَسُولُ اللهِ يَسْكُنُ اِلَيْهَا".

"جنابِ خدیجہؑ اسلام کی سچی وزیر تھیں اور جنابِ رسولِؐ خدا کو اُنہی کی (مدد، حمایت اور محبت) وجہ سے آرام اور سکون ملتا تھا"۔

اگر کوئی چاہتا ہے کہ جنابِ خدیجہؑ کی قربانیوں، تحمل و بردباری، صبر و شکیبائی اور سخاوت کو دیکھے تو درج ذیل عجیب وغریب ماجرا پر توجہ فرمائے:

"بعثت سے پانچ یا چھ سال بعد جب سورۂ حجرات کی آیات 94 اور 95 نازل ہوئیں، اِن آیات میں اسلام کو کھلے عام پھیلانے کا حکم نازل ہوا تو اُس کے بعد حج کے موسم

میں جنابِ رسولِؐ خدا کوہِ صفا پر آئے اور تین بار اونچی آواز میں اعلان فرمایا:

"یَاایُّھَاالنَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ".

"اے لوگو! میں اللہ کا رسولؐ ہوں۔ اُس (اللہ) کی طرف سے، جو عالمین کا پالنے والا ہے"۔

لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپؐ کے اعلان پر غور کرنے لگے۔ اس پر جنابِ رسولِؐ خدا کوہِ مروہ پر تشریف لے گئے اور اپنے ہاتھوں کو کانوں پر رکھا اور تین بار بلند آواز میں کہا:

"یَاایُّھَاالنَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہ"

"اے لوگو! میں اللہ کا رسولؐ ہوں"۔

اب بت پرست مشرکین نے غصے سے آپ کو دیکھنا شروع کیا۔ ابوجہل نے ایک پتھر پکڑا اور بڑے غیض وغضب کے ساتھ جنابِ رسولِ خدا کی طرف پھینکا۔ یہ پتھر حضورؐ کی دونوں آنکھوں کے درمیان ماتھے پر لگا۔ ابوجہل کے اس عمل کو دیکھ کر باقی کفار نے بھی پتھر پکڑے اور جنابِ رسولِؐ خدا کی طرف پھینکنا شروع کر دیئے۔

ان حالات میں رسولِؐ خدا تیزی سے ایک پہاڑ کی طرف چلے گئے اور اُس کی چوٹی پر جا کر ایک پتھر پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ مشرکین مکہ آپ کو تلاش کرنے کی غرض سے اِدھر اُدھر گئے۔

اسی دوران ایک شخص حضرت علی علیہ السلام (جن کی اُس وقت عمر صرف 13 برس تھی) کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ محمدؐ مارے گئے۔ یہ سنتے ہی حضرت علیؑ جنابِ خدیجہؓ کے گھر کی طرف دوڑے۔ دق الباب کیا۔ جنابِ خدیجہؓ دروازے کے پیچھے آئیں اور پوچھا کہ

کون ہے؟

علیؑ: میں ہوں۔

خدیجہؑ: محمد کہاں ہیں؟

علیؑ: مجھے خبر نہیں۔ لیکن تھوڑی دیر پہلے مجھے بتایا گیا ہے کہ آپؐ پر پتھر برسائے گئے ہیں۔ معلوم نہیں اس وقت آپؐ زندہ ہیں یا شہید کر دیئے گئے ہیں! آپؐ مجھے پانی، غذا اور حیس کا حلوہ (وہ حلوا جو کھجور، گھی اور آٹے سے تیار کیا جاتا ہے) دیں تا کہ میں اُن کو تلاش کر کے اُن کو پہنچاؤں۔ اس وقت آپؐ پیاسے ہوں گے اور کمزوری محسوس کر رہے ہوں گے، اگر ہو سکے تو آپ بھی میرے ساتھ آ جائیں۔"

جنابِ خدیجہؑ نے جب یہ سنا تو کچھ غذا اور پانی لے کر گھر سے باہر آئیں اور علی علیہ السلام کے ہمراہ پہاڑ کی طرف چلنے لگیں، یہاں تک کہ پہاڑ تک پہنچ گئیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے جنابِ خدیجہؑ سے کہا کہ آپ درّۂ کوہ کی طرف جائیں اور میں پہاڑ کی چوٹی کی طرف جاتا ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام جب پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تو بلند آواز میں پکارنے لگے:

"یا رسولؐ اللہ! آپؐ پر میری جان قربان، آپ کہاں ہیں اور کس طرف پڑے ہوئے ہیں؟"

اُدھر جنابِ خدیجہؑ درد بھری آواز میں پکار رہی تھیں:

"مَنْ اَحَسَّ لِی النَّبِیَّ الْمُصْطَفٰی؟ مَنْ اَحَسَّ لِی الرَّبِیْعَ الْمُرْتَضٰی؟ مَنْ اَحَسَّ لِی الْمَطْرُوْدَ فِی اللّٰہِ؟ مَنْ اَحَسَّ لِی اَبَاالْقَاسِمِ؟

''مجھے برگزیدہ پیغمبر کی خبر کون دے گا؟ مجھے پسندیدہ بہار کی خبر کون دے گا؟ مجھے اُس شخص کی خبر کون دے گا جسے اللہ کی راہ میں نکال دیا گیا ہے؟ مجھے ابا القاسم کی خبر کون دے گا؟''

اس دوران جبرئیلؑ پیغمبرؐ خدا پر نازل ہوئے۔ جب آپؐ نے جبرئیلؑ کو دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپؐ نے کہا کہ تم نے دیکھا کہ میری قوم نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ مجھے جھوٹا کہا گیا ہے، مجھے نکال دیا گیا ہے، مجھ پر حملہ کیا گیا ہے؟

جبرئیلؑ نے عرض کی:

''یا محمدؐ! یا رسولؐ اللہ! اپنا ہاتھ مجھے دیجئے''۔

آپؐ نے اپنا ہاتھ جبرئیلؑ کو دیا۔ جبرئیلؑ نے اپنے پَروں کے نیچے سے ایک مخملی قالین نکالا اور اُسے پہاڑ پر بچھایا اور پھر پیغمبرؐ خدا کا ہاتھ پکڑ کر اُس مخملی قالین پر بٹھایا۔ اب اللہ کے مقرب فرشتے ایک ایک کر کے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور اجازت چاہنے لگے کہ اگر پیغمبرؐ خدا اُنہیں اجازت دیں تو وہ اِن تمام مشرکین اور کفار کو اُسی وقت ہلاک کر دیں۔ پیغمبرؐ خدا نے فرشتوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ میں رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا گیا ہوں، نہ کہ عذابِ پہنچانے کیلئے۔ پھر فرمایا:

''دَعُوْنِی وَقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لاَ یَعْلَمُوْنَ''۔

''مجھے اور میری قوم کو چھوڑ دیجئے کیونکہ وہ نہیں جانتے''۔

جبرئیلؑ نے دیکھا کہ جنابِ خدیجہؑ اُس پہاڑ کی وادی میں اپنے گمشدہ ہیرے (شوہر) کو تلاش کر رہی ہیں اور اُنؑ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ جبرئیلؑ نے یہ سارا واقعہ دیکھ کر رسولِ خدا کی خدمت میں عرض کی:

''اے اللہ کے نبیؐ! کیا آپ جنابِ خدیجہؑ کیلئے پریشان نہیں؟ آسمان کے

فرشتے جنابِ خدیجہؑ کے رونے کی وجہ سے گریہ کررہے ہیں۔اُن کو اپنی طرف بلالیں اور اُنؑ کی خدمت میں میرا سلام پیش کردیں اور اُنؑ کو کہہ دیں کہ اللہ بھی آپؑ پر سلام بھیجتا ہے۔ اُنؑ کو یہ خوشخبری بھی سنادیں کہ اللہ نے اُنؑ کیلئے جنت میں ایک بہت خوبصورت گھر مخصوص کیا ہے جو شیشے اور سونے سے تیار کیا گیا ہے۔اُس گھر میں کسی قسم کا رنج اور پریشانی نہ ہوگی''۔

اُس وقت جنابِ رسولِؐ خدا نے جنابِ خدیجہؑ کو آواز دی۔اس آواز پر جنابِ خدیجہؑ جہاں بھی تھیں، فوراً پیغمبرؐ خدا کے نزدیک پہنچ گئیں۔کیا دیکھتی ہیں کہ رسولِؐ خدا کی پیشانیِ مبارک سے دو آنکھوں کے درمیان سے خون کے قطرات (اُس زخم سے جو ابوجہل کے پتھر مارنے سے ہوا تھا) زمین پر گررہے ہیں۔آپؐ اس خون کو صاف کررہے تھے۔

جنابِ خدیجہؑ نے جب اپنے شوہرِ نامدار، سرورِ دوجہاں، محبوبِ خدا کی یہ حالت دیکھی تو درد بھری آہ کھینچی اور کہا:

''میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔آپ اس خون کے قطرات کو زمین پر گرنے دیں''۔

پیغمبرؐ خدا نے فرمایا کہ میں پروردگارِ عالم سے ڈرتا ہوں کہ وہ اس وجہ سے اہلِ زمین پر عذاب نازل نہ کردے۔

جب رات آ پہنچی تو پیغمبرؐ خدا نے رات کی تاریکی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے حضرت علیؑ اور جنابِ خدیجہؑ کے ہمراہ واپس اپنے گھر لوٹنے کا فیصلہ کیا۔اس طرح کچھ ہی دیر کے بعد اپنے گھر پہنچ گئے۔

جنابِ خدیجہؑ نے گھر کے اُس کمرے میں رسولِؐ خدا کو بٹھایا جس کی دیواریں پتھروں سے بنی ہوئی تھیں۔اُس کمرے کی چھت کو بھی مضبوط لکڑی کے تختوں یا چوڑے

پتھروں سے آراستہ کیا گیا تھا۔ آپؐ پر چادر ڈال دی اور خود آپؐ کے آگے سینہ سپر ہوگئیں۔ مشرکینِ مکہ آئے اور انہوں نے ہر طرف سے پتھر پھینکنے شروع کر دیئے۔ مضبوط دیواروں اور چھت کی وجہ سے پتھر اندر داخل نہ ہو سکتے تھے۔ لیکن سامنے سے، جہاں جنابِ خدیجہؓ کھڑی تھیں، پتھر اندر داخل ہو رہے تھے جن کو جنابِ خدیجہؓ خود اپنے ہاتھوں سے روک رہی تھیں۔ کچھ پتھر جنابِ خدیجہؓ کو لگ رہے تھے۔ اس طرح جنابِ خدیجہؓ پیغمبرِ خداؐ کو دشمن کی سنگ باری سے بچا رہی تھیں اور فریاد بھی کر رہی تھیں کہ اے اہلِ قریش! کیا تم ایک آزاد عورت کو اُس کے گھر میں سنگ باران کرنا چاہتے ہو؟

جب مشرکین نے اس فریاد کو سنا تو وہ پتھر پھینکنے سے ٹل گئے اور وہاں سے چلے گئے۔ اگلے روز صبح رسولِ خداؐ گھر سے نکلے اور کعبہ میں چلے گئے۔ کعبہ میں جا کر نماز ادا کی اور اپنے پروردگار سے راز و نیاز کی باتیں کیں۔

جنابِ خدیجہؓ، سرپرستِ علیؑ

بعثت سے چند سال قبل پورے عرب میں شدید قحط پڑا۔ پیغمبرِ خداؐ نے اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب سے مشورہ کیا کہ چچا ابو طالب بڑے عیال دار ہیں۔ ہم پر لازم ہے کہ اُن کے پاس جائیں اور اس اہم ذمہ داری میں اُن کا ہاتھ بٹائیں۔

جنابِ عباس نے اس تجویز کو قبول کیا اور دونوں جنابِ ابو طالبؓ کے پاس آئے اور اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ کچھ دیر بات چیت کرنے کے بعد پیغمبرِ خداؐ نے حضرت علیؑ کی سرپرستی کرنے کا اعلان کیا۔ اُس وقت حضرت علی علیہ السلام کی عمر صرف چھ سال تھی اور یہ اُسی وقت سے پیغمبرؐ کی سرپرستی میں آگئے۔ جنابِ رسولِ خداؐ اور جنابِ خدیجہؓ نے خود علیؑ کی تربیت کی۔ کتابِ مناقب میں اس چیز کو اس طرح لکھا گیا ہے:

"وَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلِيًّا وَهُوَ ابْنُ سِتِّ سِنِيْنٍ كَسِنِّهِ يَوْمَ اَخَذَهُ اَبُوْطَالِبٍ فَرَبَّتْهُ خَدِيْجَةُ وَ الْمُصْطَفٰى اِلٰى اَنْ جَاءَ الْاِسْلَامُ وَتَرْبِيَتُهَا اَحْسَنُ مِنْ تَرْبِيَةِ اَبِىْ طَالِبٍ وَفَاطِمَةَ بِنْتُ اَسَدٍ".

"جنابِ رسولِ خدا نے علی علیہ السلام کو، جب اُنؑ کی عمر صرف چھ سال تھی، اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ جس طرح حضرتِ ابوطالبؑ نے پیغمبرِ خدا کو، جب اُن کی عمر صرف چھ سال تھی، اپنی سرپرستی میں لے لیا تھا۔ پس جنابِ خدیجہؑ اور جنابِ رسولِ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کی پرورش کی اور اُنؑ کی تربیت کی، یہاں تک کہ آفتابِ اسلام افق جہاں پر طلوع ہوا۔ رسولِ خدا اور جنابِ خدیجہؑ نے علی علیہ السلام کی جو تربیت کی، وہ یقیناً اُس تربیت سے بہتر تھی اگر ابوطالبؑ اور فاطمہ بنت اسد کرتے"۔

اس طرح جنابِ خدیجہؑ کو مولا علی علیہ السلام کی دوسری ماں بننے کا شرف حاصل ہوا، اور اُنؑ کا نام تاریخ میں مُربیِ علی علیہ السلام کے طور پر لکھا گیا۔

پیغمبرؐ خدا، خدیجہؑ اور علیؑ

قدیم زمانے سے ہی مشہور ہے کہ اسلام کے تیزی سے پھیلنے کی بنیادی وجوہ تین تھیں یعنی:

☆ دین اسلام پھیلا ہے حضرت محمد مصطفیٰؐ کے نیک اخلاق کی وجہ سے۔

☆ دین اسلام پھیلا ہے حضرت علیؑ کی تلوار اور جنگوں کی وجہ سے۔

☆ دین اسلام پھیلا ہے جناب خدیجہؑ کی بے پناہ دولت کو خرچ کرنے کی وجہ سے۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر تاریخ اسلام کا تجزیہ کیا جائے تو یہ موضوع بالکل روشن ہو جائے گا۔

سلیمانِ کتانی جو ایک مشہور و معروف عرب مصنف اور دانش مند ہے، کے مطابق پیغمبرؐ خدا اسلام کے بنیان گزار ہیں۔ اس کی جڑوں کو علیؑ کی شمشیر نے اور جناب خدیجہؑ کی دولت نے مضبوط کیا ہے اور وہ لکھتا ہے کہ پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا:

''مَاقَامَ الْاِسْلَامُ اِلَّا بِسَیْفِ عَلِیٍ وَثَرْوَۃِ خَدِیْجَۃِ''

''اسلام قائم نہیں ہوا مگر علیؑ کی تلوار اور جنابِ خدیجہؑ کی دولت و ثروت کی وجہ سے''۔

سلیمان کتانی اس کے مطالب کی تشریح میں لکھتا ہے کہ جنابِ خدیجہؑ نے اپنی تمام دولت اس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کر دی کہ اس کا احساس بھی نہ ہونے دیا اور اسے ہمیشہ اپنے لئے اعزاز سمجھا کہ وہ دولت دنیا دے کر ہدایت

ومعرفت کا انمول خزانہ حاصل کر رہی ہیں۔ پیغمبرِ اسلام نے بھی جنابِ خدیجہؑ کے ایثار کا اس انداز میں جواب دیا کہ جنابِ خدیجہؑ کو احساس تک نہ ہونے دیا اور اُنؑ کو عالی ترین درجہ پر فائز کر دیا یعنی جب اُن کے بارے میں یہ فرمایا:

"مَاقَامَ الْاِسْلَامُ اِلَّا بِسَیْفِ عَلِیٍّ وَثَرْوَةِ خَدِیْجَةِ"

اس سلسلہ میں ہم آپ کی توجہ درج ذیل دو واقعات کی جانب دلانا چاہتے ہیں:

1۔ رات کا وقت تھا، پیغمبرِ خدا اور جنابِ خدیجہؑ گھر پر موجود تھے۔ (دونوں، مشرکین کے بتوں کو توڑنے کی تدابیر سوچ رہے تھے اور آخر میں اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس کام کو انجام دینے کیلئے علی علیہ السلام کی مدد لی جائے)۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پیغمبرِ خدا نے اُسی رات مجھے بلایا۔ میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ گھر سے باہر تشریف لائے اور مجھے کہا کہ پیچھے پیچھے آؤ۔ میں حضورؐ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا، یہاں تک کہ ہم کعبہ کے پاس پہنچ گئے۔ پھر ہم خانۂ کعبہ کے اندر داخل ہو گئے۔ رسولِ خدا نے مجھے فرمایا:

"یا علیؑ! میرے کندھوں پر سوار ہو جاؤ"۔

اس کے بعد رسولِ خدا جھکے، میں اُنؐ کے کندھوں پر سوار ہو گیا اور کعبہ میں رکھے تمام بتوں کو نیچے گرا دیا۔ اس کے بعد وہاں سے باہر آ گئے اور جنابِ خدیجہؑ کے گھر واپس لوٹ آئے۔ جنابِ خدیجہؑ کو سارا ماجرا سنایا۔

اُس وقت پیغمبرِ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا:

"سب سے پہلے بتوں کو جس نے توڑا تھا، وہ آپ کے جدِّ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تھے۔ یا علیؑ! آپؑ آخری فرد ہیں جنہوں نے (خانۂ کعبہ میں) بتوں کو توڑا ہے"۔

جب وہ رات تمام ہوئی اور صبح نمودار ہوئی تو مکہ کے لوگ اس واقعہ سے باخبر ہوئے اور کہنے لگے کہ اس کام کو سوائے محمدؐ اور اُن کے چچازاد بھائی علیؓ کے کسی اور نے انجام نہیں دیا۔ اس کے بعد تاریخ گواہ ہے کہ کعبہ میں کبھی بھی بت نہیں لائے گئے۔ اس طرح کعبہ ان بتوں کے وجود سے پاک ہوگیا۔

2۔ بعثت کے ابتدائی سال تھے۔ جنابِ خدیجہؓ فرماتی ہیں کہ پیغمبرؐ غارِ حرا سے گھر لوٹ آئے اور بہت پریشان تھے۔ میں نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! میں آپؐ کے چہرے پر پریشانی اور غم کے آثار دیکھ رہی ہوں۔ اس طرح کی پریشانی تو میں نے شادی سے آج تک آپؐ کے چہرے پر پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

جنابِ رسولِؐ خدا نے فرمایا کہ علیؓ مجھ سے جدا ہو گئے ہیں اور مجھے معلوم نہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہیں؟

قِصہ یہ تھا کہ تمام مسلمان اُس وقت مشرکین کے حملوں سے بچنے کیلئے اور مسلمانوں کے بڑے جانی نقصان کو روکنے کیلئے جُدا جُدا ہو گئے تھے۔ اسی دوران رسولِؐ خدا اور حضرت علیؑ کے درمیان بھی جدائی واقع ہوگئی تھی۔ جنابِ خدیجہؓ نے مسلمانوں کے آپس میں جُدا جُدا ہونے اور حضرت علی علیہ السلام کے نامعلوم مقام پر جانے کو زیادہ اہمیت نہ دی کیونکہ اُن کی نظر میں سب مسلمان اُس وقت بکھر گئے تھے اور اُن میں حضرت علی علیہ السلام بھی شامل تھے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو حضرت علی علیہ السلام سے خصوصی لگاؤ اور محبت رکھتے تھے، پریشان ہو گئے۔ آپؐ نے جنابِ خدیجہؓ کو علی علیہ السلام کے دنیوی اور اُخروی مقام سے آگاہ کیا اور فرمایا:

''میں ذلیل اور جاہل افراد کے ہاتھوں علیؑ کو نقصان پہنچائے جانے کے احتمال سے پریشان ہوں''۔

جنابِ خدیجہؑ نے رسولِ خداؐ کی خدمت میں عرض کیا:

''اے میرے سردارؐ! میں ابھی اپنے اونٹ پر سوار ہو کر علیؑ کو تلاش کرنے کیلئے نکلتی ہوں اور اُس وقت تک تلاش کرتی رہوں گی جب تک علیؑ کو ڈھونڈ نہ لوں۔ صرف موت ہی میرے، علیؑ کو تلاش کرنے میں رکاوٹ بن سکتی ہے''۔

جنابِ خدیجہؑ نے اُس شب کمالِ بہادری کا مظاہرہ کیا اور مکہ کے باہر پہاڑوں کے کنارے کنارے علی علیہ السلام کو تلاش کرنے لگیں۔ رات کے اندھیرے میں ایک شخص کو دیکھا۔ جنابِ خدیجہؑ نے اُس شخص کو سلام کیا۔ جوابِ سلام سن کر آواز کا اندازہ لگایا کہ وہ علی علیہ السلام کی آواز ہے یا کسی اور کی!

وہ علی علیہ السلام ہی تھے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا:

''وَعَلَیْکِ السَّلَامُ''۔

آپؑ پر بھی سلام ہو۔ کیا آپ خدیجہؑ ہیں؟

جنابِ خدیجہؑ نے جواب دیا: ''ہاں، میں خدیجہؑ ہوں''۔

پھر جنابِ خدیجہؑ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور کہا:

''یا علیؑ! آپؑ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آئیں اور اونٹ پر سوار ہو جائیں''

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

''اونٹ پر سوار ہونے کا آپؑ کا زیادہ حق ہے۔ آپؑ اونٹ پر سوار ہو جائیں اور رسولِ خداؐ کو خوشخبری دیں۔ میں ابھی آ رہا ہوں''۔

جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا گھر لوٹ آئیں۔ جب گھر پہنچیں تو دیکھا کہ پیغمبر گھر

کے مرکزی دروازے پر کھڑے ہیں۔ اُن کا ایک ہاتھ سینے پر ہے اور دعا مانگ رہے ہیں:

''پروردگارا! میری پریشانی کو دور فرما۔ میرے دوست (خلیل) علیؑ سے میری جلد ملاقات کروا کر میرے جگر کو ٹھنڈا فرما''۔

جنابِ رسولِ خداؐ نے تین بار یہ دعا مانگی اور اسی اثناء میں جنابِ خدیجہؓ واپس گھر پہنچیں، خدا کی بارگاہ میں آپ کی دعا کو سن کر پیغمبرِ خداؐ کی خدمت میں عرض کیا:

''اے اللہ کے رسولؐ! آپ کو مبارک ہو، اللہ نے آپ کی دعا کو قبول کر لیا ہے''۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب یہ خوشخبری سنی تو اپنے ہاتھوں کو آسمان کی جانب بلند کیا اور گیارہ مرتبہ فرمایا:

''شُکراً لِلمُجِیبِ''

''دعا کو قبول کرنے والے کی بارگاہ میں شکر ادا کرتا ہوں''۔

ہاں قارئین کرام! یہ جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا کی بہادرانہ قربانیوں میں سے ایک مثال تھی۔ یہ عظیم خاتون ہمیشہ پیغمبرِ خداؐ کی مخلصانہ حمایت کرتی تھیں اور اُن کی معمولی سے معمولی پریشانی کو دیکھ کر خود بھی پریشان ہو جاتی تھیں۔ اسی واسطے یہ جنابِ رسولِ خداؐ کے سکونِ قلب کا باعث تھیں۔

جنابِ خدیجہؓ کی بہادری کی ایک اور مثال

شیخ مفید اصبغ بن نباتہ سے، خود اپنی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جمعہ کے روز عصر کے وقت ہم بارگاہِ حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر

تھے کہ ایک بلند قد و قامت والا شخص (سواد بن قارب) جو ظاہراً ایک اعرابی نظر آ رہا تھا، مسجد میں داخل ہوا۔ حضرت علی علیہ السلام نے اُس سے فرمایا:

''وہ جن جو تمہارے پاس آتا تھا، اُس کا تمہارے ساتھ کام کہاں تک پہنچا ہے؟''

اُس بلند قامت اعرابی نے کہا: ''وہ جن ابھی تک میرے پاس آتا ہے، یہاں تک کہ میں یمن سے چلا اور آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں''۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ''اب تک اُس جن کے واقعات جو تمہارے ساتھ پیش آئے ہیں، اِن سب حاضرین کیلئے بیان کرو''۔

وہ یمنی عرب بیٹھ گیا اور ہم سب اُس کے سامنے بیٹھ گئے۔ اُس نے اس طرح اپنا بیان شروع کیا:

''میں پیغمبرؐ اسلام کی بعثت سے پہلے اور بعثت کے وقت یمن میں سکونت پذیر تھا۔ ایک رات اپنے بستر پر سویا ہوا تھا، آدھی رات کا وقت ہوگا کہ ایک جن میرے پاس آیا اور اُس نے اپنا پاؤں میرے سینے پر مارا اور کہا: اُٹھو اور بیٹھ جاؤ۔ میں پریشان ہو کر اُٹھ بیٹھا۔ وہ جن پھر کہنے لگا: میری بات کو سنو اور پھر اُس نے کچھ اشعار پڑھے۔

(اُن اشعار کا خلاصہ یہ تھا کہ وہ خوش نصیب ہے جو اونٹ پر سوار ہو کر ہدایت پانے کیلئے راہیِ مکہ ہے۔ پاک نسل جن، پلید نسل جن کی طرح نہیں ہیں۔ اُٹھو اور بنی ہاشم کے پاک بیٹے کی طرف جاؤ اور اُن کو نزدیک سے پہچانو)۔

میں نے اپنے آپ سے کہا: یقیناً بنی ہاشم میں کوئی نیا حادثہ رونما ہوا ہے یا ہونے والا ہے، لیکن مجھے اُس کا کوئی علم نہیں تھا کہ وہ حادثہ کیا ہے۔ اس کے بعد اُس رات کے باقی حصے میں مَیں سو نہ سکا اور سوچتا رہا۔ بس پریشانی کے عالم میں صبح کی۔ اگلے روز پھر آدھی رات کو وہی جن پھر آیا۔ میں اپنے بستر میں سویا ہوا تھا۔ اُس نے پھر میرے سینے پر اپنا پاؤں

مارا اور کہا: اُٹھ کے بیٹھو اور میری بات کو سنو۔ میں پریشان اور خوفزدہ ہو کر نیند سے بیدار ہوا اور بیٹھ گیا اور کہا: کیا سنوں؟

اُس نے کل رات سے ملتے جلتے لیکن ذرا مختلف اشعار پڑھے۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یقیناً اولادِ ہاشم میں کوئی نیا حادثہ رونما ہوا ہے یا ہونے والا ہے۔ لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ حادثہ کیا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ اُس کے بارے میں کچھ جان سکوں۔

تیسری رات جب میں سویا تو اُسی طرح وہ جن آیا اور مجھے اُٹھایا لیکن آج کی رات معلوم ہو گیا کہ ماجرا کیا ہے کیونکہ اُس جن نے جو اشعار پڑھے، اُن کا آخری شعر یہ تھا:

فَارْحَلُ اِلٰی الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمِ

اَحْمَدَ اَزْهَر خَيْرُ اَرْبَابِهَا

''اُٹھو اور اولادِ ہاشم کے بزرگ ترین فرد کی طرف چلو جن کا نام احمد ہے اور جو اعلیٰ ترین شخصیت کا حامل ہے''۔

میں نے اُسے کہا: خدا کی قسم! اب میں موضوع کو سمجھ گیا ہوں۔ بس مجھے بتاؤ کہ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں؟ جن نے جواب دیا کہ انہوں نے مکہ میں ظہور کیا ہے اور وہ لوگوں کو خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی گواہی کیلئے بلاتے ہیں۔

اُسی شب صبح ہوتے ہی میں اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور مکہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ جب مکہ پہنچا تو سب سے پہلے جس شخص سے میری ملاقات ہوئی، وہ ابوسفیان تھا جو ایک بوڑھا اور گمراہ تھا۔ میں نے اُسے سلام کیا۔ میں نے اُس سے خاندانِ قریش کے اوضاع و احوال کے بارے میں پوچھا۔ ابوسفیان نے جواب دیا:

''باقی سب چیزیں تو ٹھیک ہیں، فقط عبداللہ کے یتیم (حضورؐ پاک) نے ہمارے

دین کو فاسد اور گمراہ قرار دے دیا ہے''۔

مَیں: اُن کا نام کیا ہے؟

ابوسفیان: اُن کا نام محمدؐ اور احمدؐ ہے۔

مَیں: وہ اِس وقت کہاں ہیں؟

ابوسفیان: محمدؐ نے خویلد کی بیٹی خدیجہؑ سے شادی کر لی ہے اور خدیجہؑ کے گھر پر ہی اس وقت سکونت پذیر ہیں۔

میں نے اُسی وقت اپنے اونٹ کی مہار کو کھینچا اور اپنے اونٹ کا رُخ جنابِ خدیجہؑ کے گھر کی طرف کیا۔ پہنچ کر دق الباب کیا۔ جنابِ خدیجہؑ نے دروازے کے پیچھے آ کر پوچھا: ''جس نے دروازہ کھٹکھٹایا ہے، وہ کون ہے؟''

میں نے جواب دیا: ''میں سواد بن قارب ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کروں''۔

جنابِ خدیجہؑ نے جواب دیا:

''اِذْهَبْ اِلٰى عَمَلِكَ مَا تَذَرُوْنَ مُحَمَّداً يَاْوِيْهِ ظِلَّ بَيْتٍ قَدْ طَرَدْ تُمُوْهُ وَهَرَّبْتُمُوْهُ وَحَصَّنْتُمُوْهُ اِذْهَبْ اِلٰى عَمَلِكَ''.

''اپنے کام کی طرف دھیان رکھو (اپنے کام کی طرف جاؤ)، (یہ لوگ) محمدؐ کا پیچھا نہیں چھوڑتے کہ وہ اپنے گھر میں آرام سے رہیں۔ آپ لوگوں نے خود اُن کو اپنے سے دور کردیا ہے اور اُنؐ کے مقابلہ میں گروہ بندی کر لی ہے۔ پس اب آپ اپنا کام کریں''۔

میں نے اُس بی بی سے کہا:

''خدا آپ پر بھی اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ میں یمن کا رہنے والا ہوں اور وہاں سے اس اُمید پر آیا ہوں کہ خدائے بزرگ، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے مجھ پر بھی رحمت فرمائے گا۔ مجھے بھی ہدایت کی روشنی دکھائے گا۔ پس آپ مجھے اُن کی زیارت سے محروم نہ کریں''۔

پیغمبرؐ اسلام ایک مہربان انسان تھے، انہوں نے خدیجہؓ سے فرمایا:

''اے خدیجہؓ! دروازہ کھول دو''۔

جنابِ خدیجہؓ نے دروازہ کھول دیا اور میں حضرتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ اُنؐ کے چہرے سے ایک نور پھوٹ رہا ہے۔ میں آپ کی پشت کی طرف ہو گیا۔ میں نے اُنؐ کے دائیں شانہ پر مہر نبوت کو دیکھا۔ میں نے اُس کو چوما اور پھر آپؐ کے سامنے حاضر ہو کر اشعار پڑھے۔ (ان اشعار میں خدا کی وحدانیت اور حضورؐ کی رسالت کی گواہی دی)۔

پھر خدا کی قسم! اسی حالت میں، کہ ایمان لا چکا تھا اور اسلام کی حقانیت کی گواہی دے چکا تھا، میں آپ کی بارگاہ سے واپس یمن لوٹ آیا''۔

یہ شخص جو یمن کا رہنے والا تھا اور جس کا نام سواد بن قارب تھا، نے جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی حمایت میں دشمن سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔

غذائے خدیجہؓ میں برکت

اعلانِ بعثت ہوئے تقریباً تین سال گزر گئے تھے۔ سورۂ شعراء کی آیت 214 نازل ہوئی:

''وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَکَ الْاَقْرَبِيْنَ''.

''اپنے عزیزوں اور قریبیوں کو دعوت دیں اور (روزِ قیامت کے جزاء وسزا سے) ڈرائیں''۔(شعراء:214)

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے تقریباً چالیس قریبی رشتہ داروں، جو آپؐ کے چچا اور اُن کے بیٹے اور دوسرے بنی ہاشم کے افراد تھے، کو ایک روز دوپہر کے کھانے کی دعوت دی۔ اُس وقت علی علیہ السلام کی عمر صرف تیرہ برس تھی۔ آپؐ نے علیؑ کو گوشت روٹی اور دودھ کی غذا مہیا کرنے کا حکم دیا۔ وقتِ دعوت مہمان آنا شروع ہو گئے۔ کھانا کھلانے کے بعد پیغمبرؐ خدا دعوتِ اسلام دینا چاہتے تھے کہ ابولہب بلند ہوا اور اُس نے بے مقصد اور بیہودہ گفتگو کرنا شروع کر دی۔ ساری محفل خراب ہو گئی۔ اس لئے پیغمبرؐ خدا نے اگلے روز پھر اپنے عزیزوں کو دوپہر کے کھانے کی دعوت دی اور علیؑ کو غذا مہیا کرنے کا حکم دیا۔ دوسرے روز جب سارے مہمان اکٹھے ہو گئے تو پیغمبرؐ اکرم نے آج غذا کھلانے سے پہلے دعوتِ اسلام دی اور فرمایا:

''کوئی بھی اپنے عزیزوں کیلئے اُس چیز سے بہتر نہیں لایا جو میں اپنے عزیزوں کیلئے لایا ہوں۔ میں آپ کی دنیا اور آخرت میں کامیابی چاہتا ہوں۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ سب کو خدائے وحدہٗ لاشریک اور اپنی رسالت کی گواہی کی دعوت دوں۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا:

''فَاَیُّکُمْ یُوَازِرُنِی عَلٰی اَنْ یَّکُوْنَ اَخِیْ وَوَصِیُّ وَخَلِیْفَتِیْ''.

''آپ میں سے کون ایسا مرد ہے جو اس کام میں میری مدد کرے گا جو میرا بھائی بنے، میرا وصی بنے اور میرا نمائندہ بن کر تم سب میں رہے؟''

(احقائق الحق، ج4، ص62، تاریخ طبری، ج4، ص117)

تمام محفل پر سکوت طاری ہوگیا کہ اچانک اُس پوری محفل میں سے علی علیہ السلام بلند ہوئے اور اُس سکوت کے عالم کوتوڑا اور فرمایا:

''اے پیغمبرؐ خدا! میں آپ کی مدد کروں گا''۔

پھر اپنا ہاتھ پیغمبرؐ خدا کی طرف بڑھا دیا تا کہ تمام قربانیوں کیلئے اور وفاداریوں کیلئے اپنے آپ کو پیش کریں اور حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔

پیغمبرؐ خدا نے فرمایا: ''یا علیؑ! آپ بیٹھ جائیں''۔

پس حضرت علی علیہ السلام بیٹھ گئے۔

پیغمبرؐ خدا نے دوسری مرتبہ اپنے سوال کو دہرایا۔ کوئی بھی نہ اُٹھا جو آپ کی حمایت و مدد کا اعلان کرتا۔ پھر علیؑ اُٹھے۔ آپؐ نے پھر علیؑ سے کہا کہ بیٹھ جائیں۔

پیغمبرؐ خدا نے تیسری بار اپنے سوال کو دہرایا۔ اس دفعہ بھی سوائے علی علیہ السلام کے کوئی نہ اُٹھا۔ پیغمبرؐ خدا نے اپنا ہاتھ علیؑ کی گردن پر رکھا اور اُس خصوصی محفل میں، جو اولادِ بنی ہاشم پر مشتمل تھی، علی علیہ السلام کی شان میں فرمایا:

''اِنَّ هٰذَا اَخِیْ وَوَصِیِّیْ وَخَلِیْفَتِیْ فِیْکُمْ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِیْعُوْهُ''.

''بے شک یہ میرا بھائی ہے، میرا وصی و جانشین ہے اور تم سب کے درمیان میرا خلیفہ ہے، انؑ کی بات کو سنو اور انؑ کی اطاعت کرو''۔

سیرۃ حلبی میں پیغمبرؐ کا فرمان اس طرح اضافے کے ساتھ ہے:

''اِنَّ هٰذَا اَخِیْ وَ وَصِیِّیْ وَ خَلِیْفَتِیْ وَ وَزِیْرِیْ وَوَارِثِیْ فِیْکُمْ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِیْعُوْهُ''.

''بے شک یہ میرا بھائی ہے، میرا وصی و جانشین ہے اور آپ سب کے درمیان میرا خلیفہ ہے، میرا وزیر ہے اور میرا وارث ہے۔ اِنؑ کی بات کو سنو اور اِنؑ کی اطاعت کرو''۔

یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ مہمانوں کیلئے غذا جنابِ خدیجہؑ نے تیار کی۔ حضرت علی علیہ السلام کو جب پیغمبرؐ خدا نے غذا مہیا کرنے کا حکم دیا تو علیؑ سیدھے جنابِ خدیجہؑ کے پاس آئے اور غذا پکانے کیلئے کہا۔ جنابِ خدیجہؑ نے غذا پکائی۔ غذا جو عموماً تین یا چار افراد کیلئے پکائی جاتی ہے، آج اُس غذا کو تقریباً چالیس سے زیادہ افراد نے سیر ہو کر کھایا اور پھر بھی غذا بچ گئی۔ یہ معجزہ دیکھ کر ابو جہل کہنے لگا کہ آج محمدؐ نے آپ پر جادو کر دیا ہے۔ وہ غذا جس کو تین یا چار افراد کھا سکتے ہیں، آج چالیس سے زیادہ افراد نے کھایا ہے۔ خدا کی قسم! یہ جادو ہے''۔

دولتِ خدیجہؑ اور تبلیغِ اسلام

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضورؐ پاک سے شادی سے پہلے جنابِ خدیجہؑ دنیائے عرب کی امیر ترین خاتون تھیں۔ اُنؑ کے پاس تقریباً اسّی ہزار اونٹ تھے۔ اُنؑ کے تجارتی قافلے دن رات طائف، یمن، شام، مصر اور دوسرے ملکوں میں رواں دواں رہتے تھے۔ اُنؑ کے بہت سے غلام تھے اور اِن تجارتی قافلوں کے ہمراہ ہوتے تھے۔

پیغمبرؐ خدا سے شادی کے بعد جنابِ خدیجہؑ نے بے مثال قربانی کا عملی ثبوت دیتے ہوئے اپنی تمام دولت و ثروت اور مال و متاع کو اپنے عظیم شوہر کے اختیار میں دے دیا تا کہ وہ جس طرح چاہیں، دین اسلام کی تبلیغ کیلئے راہِ خدا میں خرچ کریں۔

جس طرح پیغمبرؐ خدا ظاہری دولت و ثروت نہ رکھتے تھے، خدا نے انہیں بے نیاز کر دیا۔ پروردگار خود اپنے حبیبؐ پر اپنی نعمتوں کی نوازش کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

''وَوَجَدَکَ عَائِلاً فَاَغْنٰی''.

''پروردگار نے تجھے بے ثروت (جس کے پاس دنیاوی مال و دولت نہ ہو) پایا اور تجھے بے نیاز کر دیا''۔

روایات کے مطابق جنابِ خدیجہؑ کی دولت کی وجہ سے پروردگار نے اپنے حبیب کو بے نیاز کیا، اسی ضمن میں درج ذیل ایک اور روایت پر توجہ فرمائیں:

دولتِ خدیجہؑ کا مصرف

جنابِ رسولِ خدا کا فرمان ہے کہ مجھے کسی مال نے بھی فائدہ نہیں پہنچایا مگر جس

طرح خدیجہؑ کی دولت نے فائدہ پہنچایا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جنابِ خدیجہؑ کی دولت نے کس طرح رسولِ خداؐ کو فائدہ پہنچایا؟

رسولِ خداؐ نے جنابِ خدیجہؑ کی بے انتہا دولت کو کہاں اور کس طرح خرچ کیا؟

انہی سوالات کے جواب کیلئے ملاحظہ فرمائیں:

1۔ جنابِ رسولِ خداؐ نے دولتِ خدیجہؑ سے قرض داروں کو اُن کے قرض ادا کر کے سودخوروں کے چنگل سے آزاد کروایا۔ فقراء کی مدد کی، یتیموں اور بے سہارا افراد کی کفالت کی۔ وہ مسلمان جو مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے آتے تھے، مشرکین اُن کے مال و دولت کو ضبط کر لیتے تھے، لہٰذا پیغمبرؐ خدا جنابِ خدیجہؑ کی دولت سے ان افراد کی مدد کرتے تھے تا کہ وہ آسانی سے مدینہ پہنچ سکیں اور وہاں پر اپنی بیوی بچوں کیلئے روزی پیدا کر سکیں۔ مختصر یہ کہ پیغمبرؐ خدا جس طرح بہتر سمجھتے تھے، اُسی طرح دولتِ جنابِ خدیجہؑ کو راہِ خدا میں خرچ کرتے تھے۔

2۔ رسولِ خداؐ نے بعثت سے پندرہ سال پہلے جنابِ خدیجہؑ سے شادی کی۔ ایک روز حلیمہ سعدیہ پیغمبرؐ خدا کے پاس تشریف لائیں (بعض روایات کے مطابق حلیمہ سعدیہ رسولِ خداؐ کی مادرِ رضاعی تھیں) اور اُس سال قحط سالی کی شکایت کی۔ جنابِ رسولِ خداؐ نے جنابِ خدیجہؑ کو واقعات سے آگاہ کیا۔ جنابِ خدیجہؑ نے چالیس بکریاں اور اونٹ حلیمہ سعدیہ کو بخش دیئے۔ حلیمہ سعدیہ خوشی خوشی اپنے اہلِ خاندان کی طرف واپس لوٹ گئیں۔ اعلانِ بعثت اور طلوعِ اسلام کے بعد ایک روز حلیمہ سعدیہ اپنے شوہر کے ہمراہ مکہ میں آئیں اور دونوں مسلمان ہو گئے۔

3۔ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ جنابِ خدیجہؑ کی رسولِ خداؐ سے شادی سے قبل جب

ورقہ بن نوفل نے آپؐ کے فقر اور سادگی کا ذکر کیا تھا تو جواب میں جنابِ خدیجہؓ نے کہا تھا:

"اِذَا کَانَ مَالُهُ قَلِیْلًا فَمَالِیْ کَثِیْرٌ".

"اگر اُنؐ کے پاس مال و دولت کم ہے تو کیا ہوا، میرے پاس تو مال بہت ہے"۔

جنابِ خدیجہؓ نے ایک شعر بھی پڑھا تھا جس کا دوسرا مصرع یہ تھا:

"فَمَا الْمَالُ اِلَّا مِثْلَ قَلْمِ الْاَظْفَارِ".

"دولت تو اُن (حضورؐ) کے مقابلہ میں کچھ نہیں، سوائے ایسے جیسے ناخن (کٹا ہوا)"۔

یعنی اپنے مال و دولت کو اپنے سے جدا کر کے میں اُن کی خدمت میں پیش کر دوں گی۔

4۔ شعبِ ابی طالب ذہن میں رہے جب مشرکین مکہ نے مسلمانوں سے معاشی قطع تعلق کر لیا تھا اور اُن کو شعبِ ابی طالب میں محصور کر دیا تھا۔ اُس وقت مسلمانوں کی غذا اور دوسری ضروریات کیلئے کس کی دولت استعمال ہوئی تھی؟ روایت میں ہے:

"وَاَنْفَقَ اَبُوْطَالِبٍ وَخَدِیْجَةَ جَمِیْعَ مَالِهِمَا".

"حضرت ابو طالبؑ اور جنابِ خدیجہؓ نے اپنا تمام مال حفظِ اسلام اور محاصرہ شدگان کیلئے خرچ کر دیا"[4]۔

روایات کے مطابق محاصرہ کے دوران جنابِ خدیجہؓ کی تمام دولت کام آ گئی، کچھ نہ بچا۔ خود جنابِ خدیجہؓ فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس دو چمڑے کے بچھونوں

کے سوا کچھ نہ رہا جو استراحت کے وقت ایک نیچے بچھالی جاتی تھی اور ایک اوپر اوڑھ لی جاتی تھی۔ انہی حالات اور واقعات کو دیکھ کر تو پیغمبرؐ خدا نے فرمایا تھا:

"مَاقَامَ الْاِسْلَامُ اِلَّا بِسَیْفِ عَلِیٍ وَثَرْوَۃِ خَدِیْجَۃَ"

"اسلام قائم نہیں ہوا مگر علیؑ کی تلوار کی وجہ سے اور خدیجہؑ کی دولت کی وجہ سے"۔

جنابِ خدیجہؑ کی بیشتر دولت انہی تین چار سالہ محاصرہ کے دوران خرچ ہوگئی کیونکہ پیغمبرؐ خدا اور دوسرے اولادِ ہاشم شعبِ ابی طالب میں مشرکین کے سخت ترین محاصرہ میں تھے۔ مسلمانوں کے ساتھ ہر قسم کا لین دین بند تھا، لہٰذا آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ رہا۔ اُس وقت جنابِ خدیجہؑ کی دولت ہی مسلمانوں اور اسلام کی بقا کا ذریعہ بنی۔

محاصرہ کے دوران شعبِ ابی طالب میں مسلمانوں کے پاس کھانے کیلئے کچھ نہ ہوتا تھا اور اس وقت سوائے دولتِ خدیجہؑ کے کوئی اور ذریعہ نہ ہوتا تھا جو معاون ثابت ہوتا۔ پس جنابِ خدیجہؑ نے اپنے عظیم شوہر اور پیغمبرؐ خدا کی جان کی حفاظت کی اور بنی ہاشم، جو رسولِ خدا کے محافظ تھے، اُن کی بھی جان کی حفاظت کی۔ اپنے پاس جو کچھ تھا، راہِ خدا میں خرچ کر دیا۔

جنابِ خدیجہؑ کے مال کی قربانی ایسی تھی جس نے تبلیغِ اسلام کیلئے علی علیہ السلام کی تلوار کے برابر مقام حاصل کرلیا۔ وہ تلوار جس کے بارے میں رسولِؐ خدا نے فرمایا تھا:

"ضَرْبَتُ عَلِیٍ یَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیْنِ"۔

''جنگِ خندق میں علیؑ کی تلوار کی ایک ضربت ثقلین کی عبادت سے افضل ہے''۔

ارشادِ خداوندی کے مطابق قرآن میں بہت سے مقامات پر (مثلاً سورۂ صف: 11، سورۂ نساء: 95، سورۂ توبہ: 44، 81 اور 88 اور سورۂ انفال: 82) جہاد بالمال کو جہاد بالسیف کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

اسی بنیاد پر علامہ مامقانی صاحبِ رجال، کتاب تنقیح المقال، جلد 3، باب فصل النساء، صفحہ 77 پر لکھتے ہیں:

''وَ کَفاھَا شَرَفاً فَوْقَ شَرَفٍ اَنَّ الْاِسْلَامَ لَمْ یَقُمْ اِلَّا بِمَالِھَا وَسَیْفِ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ کَمَا رُوِیَ مُتَوَاتِراً''۔

''یہی شرف وافتخار جو سب سے بڑا ہے، جنابِ خدیجہؑ کیلئے بس کافی ہے کہ دین اسلام قائم نہیں ہوا مگر خدیجہؑ کے مال اور علی علیہ السلام کی تلوار سے، یہ روایتِ متواترہ ہے''۔

5۔ روایات کی چھان بین کرنے کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ پیغمبرؐ اسلام نے جنابِ خدیجہؑ کی دولت کو اُنہی آٹھ مقامات پر خرچ کیا جن کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ، آیت 60 میں زکوٰۃ کے مصرف کے بارے میں بیان فرمایا ہے یعنی فقراء، مساکین، زکوٰۃ جمع کرنے والے اشخاص، کفار ومشرکین کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کیلئے، غلاموں کو آزادی دلوانے کیلئے، قرض داروں کے قرض ادا کرنے کیلئے، دین اسلام کی تبلیغ کیلئے، مسافروں کیلئے جو دورانِ مسافت رقم کے محتاج ہو جائیں۔

مندرجہ بالا آٹھ مصرف جو بیان کئے گئے ہیں، ان میں ایک مَد کفار ومشرکین کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کیلئے مخصوص کیا گیا ہے جس کو:

"وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ"

سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکثر اوقات جنابِ خدیجہؑ کی دولت کو کفار ومشرکین پر بھی خرچ کیا تاکہ اُن کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کیا جائے۔ اس کے علاوہ آپؐ نے بعض شادیاں بھی محض اس واسطے (یعنی تبلیغ وتقویتِ اسلام) کیں۔

6۔ یہ نکتہ قابلِ توجہ ہے کہ جب سے جنابِ خدیجہؑ نے اسلام کو قبول کیا، اُس وقت سے اسلام دشمن قوتوں نے جنابِ خدیجہؑ سے تجارتی تعلقات کو منقطع کر دیا بلکہ اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ گئے اور جنابِ خدیجہؑ کے مال واسباب کو تباہ و برباد کرنے کی راہ پر لگ گئے۔ اگرچہ تاریخ میں اس کے واضح ثبوت تو موجود نہیں لیکن کفار ومشرکین کا یہ عمل ایک قدرتی امر تھا۔

جنابِ خدیجہؑ نے تو اپنی تمام دولت وثروت، مال واسباب جنابِ رسولِ خداؐ کے قدموں پر نچھاور کر دیا تھا اور پاک پیغمبرؐ نے بھی اُس کا صحیح ترین مصرف کیا۔ جنابِ خدیجہؑ نے اپنی دولت کے خرچ ہونے پر کبھی بھی محرومیت کا احساس نہ کیا بلکہ وہ ہمیشہ اپنی ہدایت کو اور دوسرے افراد کی ہدایت کو (جو دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے) اپنی دولت سے کئی لاکھ درجہ بہتر سمجھتی تھیں۔

جنابِ خدیجہؑ تین سال محاصرہ میں

تاریخ اسلام میں ایک بڑا ہی تکلیف دہ اور پُر درد واقعہ جو چھ یا سات سال بعثت

کے بعد سے 10 سال بعثت تک رونما ہوا، وہ کفار ومشرکین کی طرف سے مسلمانوں کا اقتصادی اور معاشرتی قطع تعلق تھا۔ اُس وقت پیغمبرؐ خدا اور سب مسلمانوں کی کل تعداد تقریباً چالیس تھی۔ یہ سب افراد شعبِ ابی طالب میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے تھے۔ چار حرام مہینوں کے علاوہ باقی پورا سال وہ ایک درہ میں محصور ہو کر رہ گئے تھے۔ وہاں انہوں نے گرمیوں میں سخت گرمی، بغیر پانی وسبزہ کے برداشت کی۔ کھانے پینے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ سخت بھوک و پیاس کو برداشت کیا۔ جنابِ خدیجہؓ جن کی اُس وقت عمر تقریباً 63 یا 65 برس تھی، بھی اُس محاصرے میں شامل تھیں اور ان کی بیشتر دولت انہی تین چار سالوں میں خرچ ہوئی۔ تین یا چار سالہ محاصرہ کے دوران سخت مشکلات کی وجہ سے جنابِ خدیجہؓ اس حد تک کمزور ہو چکی تھیں کہ جب محاصرہ ختم ہوا تو آپؓ بمشکل دو ماہ تک زندہ رہیں اور انتقال کر گئیں۔

حقیقت میں وہ شہادت کے درجہ پر فائز ہوئیں۔ کفار ومشرکین کے محاصرے کے بارے میں مزید تفصیل درج ذیل ہے:

مشرکین مکہ نے بہت کوشش کی کہ دین اسلام کو پھیلنے سے روکا جائے لیکن اُن کی ہر کوشش ناکام رہی۔ دین اسلام دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا تھا۔ کفار ومشرکین، اسلام کے تیزی سے پھیلنے پر سخت پریشان تھے۔ اِن تمام نے ایک جلسہ کیا اور اسلام کو روکنے کیلئے مختلف تجاویز پیش کیں۔ کافی بحث ومباحثہ کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ حضرت محمدؐ اور اُنؐ کے ساتھیوں سے اقتصادی ومعاشی قطع تعلق کیا جائے۔

بنی ہاشم کے بیشتر گھر شعب (پہاڑ ابوقبیس کا کنارہ) پر واقع تھے اور وہ شعب، شعبِ بنی ہاشم یا شعبِ ابی طالب کے نام سے مشہور تھا۔ اُس جلسہ میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں قرار پایا کہ کسی کو حق حاصل نہیں کہ وہ بنی ہاشم سے لین دین کرے یا کوئی تعلق قائم کرے۔

اس معاہدہ کو مزید تقویت دینے کیلئے تقریباً اُسی (۸۰) افراد نے اس پر دستخط کئے اور پھر اس کو کپڑے میں لپیٹ کر خانۂ کعبہ میں لٹکا دیا گیا۔ حضرت ابو طالبؑ سے کہا گیا:

''اس فیصلے پر لازمی عمل ہوگا، یہاں تک کہ آپؑ کا بھتیجا اپنے اعلان اور عمل پر نادم ہو''۔

آیئے تاریخ کے دوسرے ابواب سے اس محاصرے کے دوران رنج و تکالیف کی داستان بھی بیان کرتے چلیں!

یہ محاصرہ ماہِ محرم الحرام سال سات بعثت سے شروع ہوا اور تین سال یا چار سال تک جاری رہا۔ یہ وقت بنی ہاشم پر، اُن کی عورتوں پر اور اُن کے بچوں پر بہت سخت گزرا کیونکہ کفار و مشرکین مکہ نے بنی ہاشم سے ہر طرح کا تعلق قطع کر لیا تھا۔ لہٰذا بنی ہاشم کو کھانے پینے کی اشیاء بھی میسر نہ آتی تھیں۔ بعض اوقات کچھ لوگ چھپ کر کچھ کھانے کی چیزیں پہنچا دیتے تھے۔

اس محاصرے کے دوران سب سے اہم چیز حضرتِ ابو طالبؑ کیلئے یہ تھی کہ کسی طرح اپنے بھتیجے حضورؐ پاک کی نگہبانی و حفاظت کی جائے۔ انہیں ڈر تھا کہ کہیں کفارِ مکہ حضورؐ کو قتل نہ کر جائیں۔ لہٰذا دشمنوں کی اس کارروائی کے خطرہ کے پیش نظر وہ اکثر حضورؐ کو بستر بدل کر سلاتے تھے اور اُنؐ کے بستر پر اپنے بیٹے علیؑ کو سلا دیتے تھے۔ حضرت ابو طالبؑ اس بات پر راضی تھے کہ اگر کفار رات کی تاریکی میں میرے بھتیجے حضرتؐ محمد کو قتل کرنے کی سازش کریں یا پہاڑ ابو قبیس کی چوٹی سے اُنؐ کے بستر پر پتھر پھینکیں تو میرا بھتیجا بچ جائے اور اُس کے بدلے میرا بیٹا علیؑ قتل ہوتا ہے تو ہو جائے۔

حضرت ابو طالب علیہ السلام صحیح معنوں میں نگہبانِ رسولؐ تھے، اسی لئے اُن کو نگہبانِ رسالت بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام بھی کمالِ شوق کے ساتھ حضرت محمدؐ کے بستر پر سو جاتے تھے اور اپنے آپ کو فدیۂ محمدؐ قرار دیتے تھے۔

ابن ابی الحدید اس بارے میں لکھتے ہیں کہ حضرتِ ابو طالبؑ ہمیشہ دشمنانِ اسلام کی طرف سے شب خون مارے جانے کے خوف سے پریشان رہتے تھے۔ اسی لئے رات کے اکثر اوقات جاگ کر گزارتے تھے۔ اپنے بھتیجے کے بستر پر اپنے بیٹے علیؑ کو سلا دیتے اور علیؑ کے بستر پر حضورؐ کو سلا دیتے۔

شعبِ ابی طالب کا محاصرہ بھی تاریخ کا ایک عجیب واقعہ ہے۔ یہ محاصرہ تین یا چار سال تک جاری رہا۔ شعبِ ابی طالب کوہِ ابو قبیس کے کنارے ایک درّہ پر مشتمل تھا۔ بنی ہاشم کے زیادہ گھر یہاں آباد تھے۔ گرمی کا زور، پانی کی قلت، خوراک کی نایابی اور ہر طرح کا اقتصادی قطع تعلق وغیرہ ایسے عوامل تھے جنھوں نے محاصرے کے دنوں کو سخت دردناک اور تکلیف دہ بنا دیا تھا۔ یہاں بھوک کی وجہ سے محاصرہ شدگان اس حد تک کمزور ہو چکے تھے کہ سعد بن وقاص کہتے ہیں کہ ایک شب درّہ سے باہر آیا۔ بھوک کی وجہ سے بہت نڈھال ہو چکا تھا۔ کھانے کیلئے کچھ میسر نہ تھا۔ اچانک میں نے اونٹ کی خشک کھال دیکھی۔ میں نے اُسے اُٹھایا اور دھویا، پھر اسے آگ پر جلایا اور کوٹا، پھر تھوڑے سے پانی میں بھگو دیا اور کچھ دیر کے بعد اسے کھایا۔ اس طرح میں نے تین دن گزارے۔

جنابِ خدیجہؑ، حضرتِ ابو طالبؑ اور حضرت علی علیہ السلام نے اسلام کی حمایت کی خاطر یہ سب صعوبتیں برداشت کیں لیکن کبھی بھی اِن مصائب سے تنگ آ کر پیغمبرؐ خدا کی حمایت کو نہ چھوڑا۔ کیا ایمان اور خلوص کے علاوہ کوئی اور عوامل ہو سکتے ہیں جن کی وجہ سے یہ ساری مشکلات برداشت کی جاتیں اور یہ افراد اس طرح ثابت قدم رہتے؟

اِن حالات میں حضرت علی علیہ السلام کی جان کو پیغمبرؐ خدا کے بعد سب سے زیادہ

خطرہ تھا کیونکہ علیؑ پیغمبرؐ خدا کو بچانے کی غرض سے اُنؐ کے بستر پر سوتے تھے۔ اُن کو ہر لحظہ خطرہ رہتا تھا کہ کہیں اوپر سے کوئی بڑا پتھر نہ پھینک دے یا رات کو دشمن محمدؐ کے بستر پر شب خون نہ مار دے، اس لئے ایک شب حضرت علی علیہ السلام نے اپنے والد جنابِ ابو طالبؑ سے فرمایا: ''اِنّی مَقتُولٌ''۔

موسم کی گرمی، محاصرہ کی تنگی، کئی کئی دنوں کی بھوک اور پیاس نے بنی ہاشم کے بچوں اور عورتوں کو اس قدر پریشان کر دیا تھا کہ بچوں کے رونے کی آوازیں کوہِ ابوقبیس کی پشت سے اس قدر بلند ہوتی تھیں کہ خانۂ کعبہ میں طواف کرنے والوں کے کانوں تک پہنچتی تھیں۔

جنابِ خدیجہؑ ساٹھ سال سے زیادہ عمر کی خاتون تھیں۔ وہ تین چار سال تک انہی سخت شرائط میں زندگی گزارتی رہیں۔ اس دوران جنابِ خدیجہؑ کی تمام دولت اور حضرتِ ابو طالب علیہ السلام کا تمام سرمایہ خرچ ہوتا رہا۔ جب کبھی بنی ہاشم تک چھپا کر کھانا نہ پہنچتا تو درخت کے پتوں پر گزارا کرنا پڑتا۔ وہ راستے جو شعبِ ابی طالب تک جاتے تھے، وہ کفار و مشرکین کی نظر میں ہوتے تھے۔ لہٰذا کسی قسم کی غذا لے جانے پر سخت پابندی سے عمل کیا جاتا تھا۔ یہ صورتحال کئی سالوں تک جاری رہی۔ فقط چار مہینوں ذی القعد، ذی الحج، محرم اور رجب میں پیغمبرؐ خدا، ابو طالبؑ اور دوسرے تمام ساتھی اس آزادی سے فائدہ اُٹھاتے۔ حج کے موقع پر تبلیغِ اسلام کیلئے کوششیں کرتے لیکن اس دوران بھی پیغمبرؐ خدا کی حفاظت اور اہلِ قریش کے ساتھ مقابلہ کی ذمہ داری علی علیہ السلام کے والدِ گرامی حضرتِ ابو طالبؑ کے ذمہ ہی تھی۔ جنابِ ابو طالب علیہ السلام کی قربانیاں اس حد تک تھیں کہ رات کو جاگ کر اپنے بھتیجے کی حفاظت کرتے اور دن کو اُنؐ کے ہمراہ رہ کر رسالت کی پاسبانی کرتے۔

بنت الشاطی ایک معروف عرب مصنف لکھتے ہیں:

''جنابِ خدیجہؑ عمر کے ایسے حصے میں تھیں جہاں مشکلات اور سخت حالات کا مقابلہ آسان نہ تھا۔ وہ ایسی خاتون بھی نہ تھیں جو معاشی بدحالی، فاقوں اور سخت موسمی حالات کی عادی ہوں۔ لیکن اِن سب چیزوں کے ہوتے ہوئے بھی جنابِ خدیجہؑ نے شعبِ ابی طالب میں تمام سختیوں کا صبر وتحمل سے مقابلہ کیا، یہاں تک کہ موت کی حدوں کو چھولیا''۔

محاصرہ سے معجزانہ طور پر آزادی

محاصرے کو تین یا چار سال گزر چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اکیلا نہ چھوڑا۔ اُن کو وحی کے ذریعہ اطلاع دی کہ دیمک نے قریش کا معاہدہ نابود کر دیا ہے اور اُس پر صرف اللہ کا نام جو اس طرح لکھا تھا:

''بِاسْمِکَ اَللّٰھُمَّ''

باقی بچا ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر اپنے چچا ابو طالبؑ کو دی۔ جنابِ ابو طالبؑ اس خبر کو سن کر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے ارادہ کیا کہ اب اسی راستے سے وہ قریش کے اُس معاہدے کو لغو قرار دیں گے۔ یہ سوچتے ہوئے جنابِ ابو طالبؑ مسجد الحرام کی طرف چلنے لگے۔ قریش کے ایک گروہ نے جب حضرتِ ابو طالبؑ کو مسجد الحرام کی طرف آتے دیکھا تو گمان کیا کہ وہ محاصرے کی سختی اور زبردست اقتصادی دباؤ کی وجہ سے تنگ آ گئے ہیں اور اب شاید وہ صلح کی خاطر آ رہے ہیں اور حضورؐ کو ہمارے حوالہ کر دیں گے۔

پس اہلِ قریش نے حضرتِ ابو طالبؑ کا استقبال کیا اور منتظر تھے کہ اب حضرت ابو طالبؑ کیا کہتے ہیں! اہلِ قریش نے دیکھا کہ حضرتِ ابو طالبؑ نے اچانک عجیب ماجرا یوں بیان کیا:

''اے اہلِ قریش! غور سے سنو، تم سب نے مل کر ایک معاہدہ لکھا جس پر تمہارے سب اکابرین نے دستخط بھی کئے اور اُس کو کپڑے میں لپیٹ کر خانۂ کعبہ میں لٹکا دیا

گیا۔اس بات کو تین (یا چار) سال گزر چکے ہیں۔اُس وحدہٗ لاشریک نے میرے بھتیجے کو خبر دی ہے کہ اس معاہدے کے تمام الفاظ کو خدا کے حکم سے دیمک کھا گئی ہے۔صرف اللہ پاک کا نام بچا ہے''۔

تمام اہلِ قریش اس غیبی خبر کو سن کر سکتہ میں آ گئے اور کہنے لگے:

''اے ابو طالبؑ! اگر یہ تمہاری خبر درست ہوئی تو ہم تمہیں محاصرے سے آزاد کر دیں گے''۔

جنابِ ابو طالبؑ نے کہا: ''اگر یہ خبر غلط ہوئی تو میں اپنے بھتیجے محمدؐ کو تمہارے حوالے کر دوں گا''۔

اس کے بعد کچھ لوگ اُٹھے اور اُس معاہدے کو خانۂ کعبہ میں نیچے لائے۔جب اُسے کھولا تو دیکھا کہ تمام الفاظ کو دیمک کھا گئی ہے۔صرف وہ جگہ جہاں ''اللہ'' لکھا تھا، وہ بچا ہوا ہے۔یہی اُن کیلئے ایک درسِ عبرت تھا۔

لوگوں پر اس کا شدید اثر ہوا اور بہت سے لوگ اس معجزے کو دیکھ کر ایمان لے آئے۔لیکن بہت سے لوگ اپنے کفر کے خیالات پر ڈٹے رہے اور کہنے لگے کہ یہ واقعہ جادو کی وجہ سے رونما ہوا ہے۔

حضرتِ ابو طالب علیہ السلام نے اس طرح کفار و مشرکین کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا اور اُن کا اتحاد، گروہ بندی کا شکار ہو گیا۔اس کے نتیجہ میں بنی ہاشم، حضرتِ ابو طالبؑ، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا محاصرے سے آزاد ہو گئے۔

حضرت ابو طالبؑ نے اس عجیب و غریب واقعہ کے بارے میں اشعار کہے جو سیرۃ ابن ہشام جلد 1، صفحہ 35 تا 377، بحار الانوار جلد 19 صفحہ 2، 18، 19، الغدیر جلد 7، صفحہ 364 میں درج ہیں اور وہاں دیکھے جا سکتے ہیں۔یہاں یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں

کہ جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اُس وقت تین سے چھ سال کی عمر تھی اور وہ بھی محاصرہ شدگان میں شامل تھیں۔ یہ محاصرہ اتنا شدید تھا کہ بنی ہاشم کے چھوٹے بچے اکثر بھوک و پیاس کی وجہ سے گریہ کرتے تھے اور چیخیں مارتے تھے۔

ایک روز حکیم بن حزام (جنابِ خدیجہؑ کا بھتیجا) نے ایک شخص کو اُجرت پر رکھا تاکہ وہ اُن کی پھوپھی جنابِ خدیجہؑ کیلئے کچھ غذا شعبِ ابی طالب میں پہنچائے۔ ابوجہل نے حکیم بن حزام کو دیکھا اور اُسے کہا: ''خدا کی قسم! میں تجھے شعب کی طرف جانے نہیں دوں گا اور تجھے تمام لوگوں میں رسوا اور بدنام کروں گا''۔

ابوالبختری جو کفار کا سردار تھا، ابوجہل سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

''کیا تو اُسے اپنی پھوپھی خدیجہؑ کیلئے غذا لے جانے سے روکے گا جبکہ وہ غذا بھی خود خدیجہؑ کی رقم سے لی گئی ہے؟''

ابوجہل نے کہا: ''ہاں، میں نہیں جانے دوں گا''۔

اِن دونوں کے درمیان تکرار ہوگئی۔ ابوالبختری نے ایک ونٹ کی بڑی ہڈی، جو پاس پڑی تھی، اُٹھا کر ابوجہل کے سر پر دے ماری جس سے ابوجہل کا سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا۔ اس طرح کے جھگڑے محاصرے کے ختم ہونے تک چلتے رہے۔

جتنی مدت بنی ہاشم محاصرے میں رہے، یہ تمام وقت از لحاظِ موسم سرما و گرما اور لباس و خوراک کے اعتبار سے سختی میں رہے۔ حقیقت میں وہ قید تھے اور تمام مشکلات کا بڑے صبر و تحمل سے مقابلہ کر رہے تھے۔ اسی لئے جب محاصرہ ختم ہوا تو صرف دو ماہ کی قلیل مدت میں حضرتِ ابوطالبؑ اور جنابِ خدیجہؑ انتقال کر گئے بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ شہید ہو گئے۔

تیسرا حصہ

فضائلِ خدیجہؑ اور اُنؑ کا مقام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم اس باب کا آغاز بزرگ عالم شیخ حر عاملی (سن وفات 1104 ہجری قمری) کے اشعار سے کرتے ہیں جو کتاب وسائل الشیعہ میں درج ہیں:

زَوْجَتُهُ خَدِيْجَةٌ وَ فَضْلُهَا اَبَانَ عِنْدَ قَوْلِهَا وَفِعْلِهَا

بِنْتُ خُوَيْلِدٍ الْفَتَى الْمُكَرَّمِ اَلْمَاجِدِ الْمُوَيَّدِ الْمُعَظَّمِ

لَهَامِنَ الْجَنَّةِ بَيْتٌ مِنْ قَصَبٍ لاَ صَخَبَ فِيْهِ وَلاَلَهَانَصَبٌ

وَهٰذِهِ صُورَةُ لَفْظِ الْخَبَرِ عَنِ النَّبِيّ الْمُصْطَفَى الْمُطَهَّرِ

''جنابِ خدیجہؑ زوجہ پیغمبرؐ اسلام جن کی فضیلت و برتری انؑ کی گفتگو اور انؑ کی چال ڈھال سے ظاہر تھی، وہ جوانمرد اور بزرگوار خویلد کی بیٹی تھیں۔ فرمانِ پیغمبرؐ کے مطابق جنت میں جنابِ خدیجہؑ کیلئے گھر ایک اعلیٰ مقام پر ہوگا جس میں کوئی رنج ہوگا نہ پریشانی''۔

یہ اشعار عین حدیثِ پیغمبرؐ کے مطابق ہیں جن میں انہوں نے جنابِ خدیجہؑ کیلئے ایسے ہی گھر کی نشاندہی کی ہے۔

مقامِ جنابِ خدیجہؑ

بہت سی اسلامی روایات جو اہلِ تشیع اور اہلِ سنت علماء سے نقل کی گئی ہیں، کے مطابق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہؑ کے فرمودات سے ثابت ہے کہ جنابِ خدیجہؑ اعلیٰ مقام پر فائز تھیں۔ مستدرک، سفینۃ البحار، جلد 2، صفحہ 216 کے مصنف علامہ نمازی

کے مطابق جنابِ خدیجہؑ کے اتنے فضائل ہیں کہ انسان شمار کرنے سے قاصر ہے۔

اِن فضائل کے چند نمونے یہاں درج کئے جارہے ہیں:

1۔ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا:

''خَیرُ نِسَائِهَا خَدِیْجَةٌ وَخَیرُ نِسَائِهَا مَرْیَمُ اِبْنَةُ عِمْرَانَ''.

''سب عورتوں سے بہتر خدیجہؑ ہیں اور سب عورتوں سے بہتر مریم بنتِ عمران ہیں''۔

یعنی گزشتہ اُمتوں کی عورتوں میں بہترین مریم بنتِ عمران ہیں اور اس اُمت کی عورتوں میں بہترین خدیجہؑ ہیں۔

2۔ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا:

''خَیرُ نِساءِ الْعَالَمِیْنَ مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرانَ، وَآسِیَةُ بِنْتُ مُزاحِمٍ، وَخَدِیْجَةُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ، وَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍؐ''.

''دنیا کی بہترین عورتیں مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم، خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمدؐ ہیں''۔

3۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک روز جنابِ رسولِ خداؐ نے چار لکیریں کھینچیں اور آپؐ نے فرمایا کہ اے ابن عباس! کیا تم جانتے ہو کہ یہ لکیریں کیسی ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ خدا اور اُس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا:

''خَیرُ نِساءِ الْجَنَّةِ مَرْیَمُ بِنْتِ عِمْرَان، وَخَدِیْجَة

بِنْتِ خُوَیْلِدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتِ مُحَمَّدٍ،وَآسِیَةُ بِنْتِ مُزَاحِمٍ اِمْرَأَۃُ فِرْعَوْنَ''.

''جنت میں بہترین عورتیں مریم بنت عمران، خدیجہؑ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمدؐ اور آسیہ بنت مزاحم ،فرعون کی بیوی ہیں''۔

4۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب عائشہ سے، جب وہ فاطمہ بنت محمدؐ پر اپنی برتری کا اظہار کر رہی تھیں، ارشاد فرمایا:

اَوَمَا عَلِمْتِ اَنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی آدَمَ وَنُوحاً وَآلَ اِبْرَاھِیْمَ وَآلَ عِمْرَانَ وَعَلِیًّاوَالْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ وَحَمْزَۃَوَجَعْفَراًوَفَاطِمَۃَ وَخَدِیْجَۃَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ

''کیا تم نہیں جانتیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ ،نوحؑ ،آلِ ابراہیمؑ ، آلِ عمران، علیؑ ، حسنؑ ، حسینؑ ، فاطمہؑ اور خدیجہؑ کو سارے جہانوں پر فضیلت دی ہے؟''

5۔ پیغمبرؐ اسلام نے ارشاد فرمایا کہ جبرائیلؑ میرے پاس آئے ہیں اور کہا:

''اے اللہ کے رسولؐ! یہ خدیجہؑ کا مقام ہے کہ وہ جب بھی آپؐ کے پاس تشریف لائیں تو آپؐ ان تک اللہ رب العزت کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پہنچادیں اور یہ خوشخبری دیں:

''وَبَشِّرْھَابِبَیْتٍ فِی الْجَنَّۃِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبٌ وَلَا نَصَبٌ''.

''اور اُن کو یہ خوشخبری دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُنؑ کیلئے جنت میں ایسا گھر مخصوص کیا

ہے جس میں کوئی رنج ہے نہ بے آرامی"۔

6۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

"اَربَعُ نِسوَةٍ سَيِّدَاتُ سَادَاتِ عَالَمِهِنَّ مَريَمُ بِنتُ عِمرَانَ، وَآسِيَةُ بِنتُ مُزَاحِمٍ، وَخَدِيجَةُ بِنتِ خُوَيلِدٍ، وَ فَاطِمَةُ بِنتُ مُحَمَّدٍ، وَ اَفضَلُهُنَّ عَالَماً فَاطِمَةُ".

"چار عورتیں ایسی ہیں جو اپنے زمانہ میں تمام عورتوں کی سردار تھیں اور وہ یہ ہیں: مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم، خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمدؐ اور ان سب میں سے جہان میں افضل فاطمہؑ ہیں"۔

7۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"حَسبُكَ مِن نِسَاءِ العَالَمِينَ مَريَمُ بِنتِ عِمرَانٍ، وَخَدِيجَةُ بِنتُ خُوَيلِدٍ، وَفَاطِمَةُ بِنتَ مُحَمَّدٍ، وَآسِيَةُ بِنتِ مُزَاحِمٍ".

"فضیلت وکمال کے اعتبار سے دو جہانوں میں بس یہی چار عورتیں ہیں: مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمدؐ اور آسیہ بنت مزاحم"۔

8۔ پیغمبرؐ خدا نے فرمایا:

"اِنَّ اللّٰهَ اِختَارَ مِنَ النِّسَاءِ اَربَعاً؛ مَريَمَ وَآسِيَةَ وَ خَدِيجَةَ وَفَاطِمَةَ".

''اللہ تعالیٰ نے تمام عورتوں میں سے چار عورتوں کو چنا ہے: مریم، آسیہ، خدیجہ، فاطمہ سلام اللہ علیہا''۔

9۔ پیغمبرؐ خدا نے اس آیت:

''عَيۡنًا يَّشۡرَبُ بِهَا الۡمُقَرَّبُوۡنَ'' (مطففین: 28)

''یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب بندے پئیں گے''۔

کی تفسیر میں ارشاد فرمایا:

''اَلۡمُقَرَّبُوۡنَ السّابِقُوۡنَ؛ رَسُوۡلُ اللّٰہِ، وَ عَلِیّ ابۡنُ اَبِیطَالِبٍ وَ الۡاَئِمَّۃُ، وَ فَاطِمَۃُ''.

''سابقین میں سے مقربین یہ ہیں: رسولؐ اللہ، علیؑ ابن ابی طالبؑ اور آئمہؑ و فاطمہؑ بنت محمدؐ''۔

مردوں میں سے تو بہت سے مرد درجۂ کمال تک پہنچے مگر عورتوں میں سے صرف چار عورتیں درجۂ کمال تک پہنچیں یعنی آسیہ، مریم، خدیجہؑ اور فاطمہؑ۔

10۔ ایک روز جنابِ عائشہ نے حضرتِ فاطمہؑ سے کہا کہ کیا میں تمہیں یہ خوشخبری نہ سناؤں کہ میں نے رسولِؐ خدا کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جنت میں عورتوں کی سردار چار عورتیں ہوں گی جن کے نام یہ ہیں: مریمؑ، فاطمہؑ، خدیجہؑ اور آسیہؑ''۔

11۔ ایک روز پیغمبرؐ اسلام نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

''یا علیؑ! تم بڑی عظمت والی فاطمہؑ جیسی بیوی رکھتے ہو۔ اس طرح کی بیوی تو مجھے بھی نہیں ملی اور یا علیؑ! تم خدیجہؑ جیسی ساس (مادرِ زوجہ) رکھتے ہو، میری ساس

بھی ایسی نہ تھی"۔

12۔ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

"سَادَاتُ نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ اَرْبَعٌ: خَدِیْجَۃُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ وَ فَاطِمَۃُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَ آسِیَۃُ بِنْتُ مُزَاحِمٍ، وَ مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ"۔

"دو جہانوں کی عورتوں کی سردار چار بیبیاں ہیں جو خدیجہؑ، فاطمہؑ، آسیہؑ اور مریمؑ ہیں"۔

13۔ روایت کی گئی ہے (بحارالانوار، جلد 16، صفحہ 8، کشف الغمہ، جلد 2، صفحہ 72)

ایک روز جبرئیل علیہ السلام پیغمبرؐ اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جنابِ خدیجہؑ کا پوچھا۔ اُس وقت پیغمبرؐ خدا نے جنابِ خدیجہؑ کو بلانا چاہا لیکن جنابِ خدیجہؑ گھر پر نہ تھیں۔ اس پر جبرئیلؑ نے کہا کہ جب جنابِ خدیجہؑ آئیں تو اُن کو اطلاع دے دیں کہ پروردگارِ عالم نے اُنؑ کو سلام بھیجا ہے"۔

14۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب چالیس شب و روز تک جنابِ خدیجہؑ سے دور رہے تو عمار یاسر کے ذریعے یہ پیغام دیا:

"اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ لَیُبَاھِی بِکِ کِرَامَ مَلَائِکَتِہٖ کُلَّ یَوْمٍ مِرَاراً"۔

"بے شک اللہ تعالیٰ ہر روز اپنے مقرب فرشتوں کے سامنے، اے خدیجہؑ! تیرے وجودِ پاک پر افتخار کرتا ہے"۔

15۔ ایک روز پیغمبرؐ خدا پروردگار کے چنے ہوئے بزرگ اشخاص کے بارے میں گفتگو

فرمارہے تھے اور یہ فرمایا:

''وَخِيَرَتُهُ مِنَ النِّسَاءِ فَمَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَآسِيَةُ بِنْتُ مُزَاحِمِ اِمْرَأَةُ فِرْعَوْنَ، وَفَاطِمَةُ الزَّهْرَاءِ، وَ خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ''.

''عورتوں میں سے بہترین عورتیں چار ہیں اور وہ مریمؑ بنت عمران، آسیہؑ بنت مزاحم (فرعون کی بیوی) فاطمہؑ زہراؑ اور خدیجہؑ بنت خویلد ہیں''۔

یہ بات قابلِ غور ہے کہ اس جہان میں اور بھی بہت سی عظیم المرتبت عورتیں ہیں اور باقی خواتینِ عالم کیلئے مثالی کردار رکھتی ہیں لیکن یہ چار خواتین (آسیہؑ، مریمؑ، خدیجہؑ اور فاطمہ سلام اللہ علیہا) باقی تمام عورتوں سے کامل ترین ہیں) اور اُن پر فضیلت رکھتی ہیں۔ تاریخ کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اِن چاروں عظیم خواتین کے مراتبِ عالیہ تک پہنچنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ انہوں نے زمانہ کے حجتِ خدا کی بھرپور حمایت کی تھی (جیسے آسیہ بہ رابطہ موسیٰؑ اور مریمؑ برابطہ عیسیٰؑ، خدیجہؑ برابطہ رسولِؐ خدا اور فاطمہ برابطہ علیؑ مرتضیٰ)۔

دین حق کو پھیلانے میں ان میں سے کسی نے بھی بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اِن چاروں بیبیوں نے خدا کے برگزیدہ بندوں کو استقامت بخشنے کیلئے بے پناہ مصائب اُٹھائے اور شہادت کے درجہ تک پہنچیں۔ فرق صرف یہ تھا کہ جنابِ آسیہؑ اور جنابِ فاطمہؑ کی شہادتیں واضح تھیں لیکن جنابِ مریمؑ اور جنابِ خدیجہؑ کی شہادتیں سخت ترین مصائب اور مشکلات میں پنہاں تھیں۔ پس معلوم ہوا کہ اعلیٰ درجات کے حصول کی بنیاد، خدا کے دین کی

مکمل حمایت اور حجتِ خدا کی دشمنوں سے حفاظت ہے۔ اس مقصد کیلئے اگر اپنی جان بھی دینی پڑے تو انسان اُسے بخوشی قربان کردے۔ یہی وہ سنہری اصول ہے جس پر عمل کرتے ہوئے اِن باکمال بیبیوں نے بارگاہِ خداوندی میں اعلیٰ مقام حاصل کیئے۔

16۔ زیارتِ رسولِ خدا (جو ظاہراً آئمہ معصومینؑ سے منقول ہے) میں جنابِ خدیجہؑ کی ذاتِ گرامی پر اس طرح سلام بھیجا گیا ہے:

اَلسَّلاَمُ عَلٰی اَزْوَاجِکَ الطَّاهِرَاتِ الْخَیْرَاتِ، اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ، خُصُوصاً اَلصِّدِّیْقَةُ الطَّاهِرَةُ، الزَّکِیَّةُ الرَّاضِیَّةُ الْمَرْضِیَّةُ، خَدِیْجَةُ الْکُبْرٰی اُمُّ الْمُؤْمِنِیْنَ"۔

"میرا سلام ہو پیغمبرؐ خدا کی پاک ازواج، اُمہات المؤمنین پر اور خصوصاً صدیقہ طاہرہ، ذکیہ، مرضیہ، اُم المؤمنین جنابِ خدیجۃ الکبریٰ پر"۔

پیغمبرؐ خدا کی ازواج، مؤمنین کی مائیں ہیں اور یہ اس لئے کہ پیغمبرؐ خدا کی ظاہری زندگی کے بعد اُنؐ سے ازدواج حرام ہے۔ یہ اُن کے اور پیغمبرؐ خدا کے احترام کو قائم رکھنے کیلئے ہے۔

دوسرے آئمہ کے زیارت ناموں میں جنابِ خدیجہؑ کو اس طرح سلام بھیجا گیا ہے:

"اَلسَّلاَمُ عَلٰی خَدِیْجَةَ سَیِّدَةَ نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ"۔

"اے جنابِ خدیجہؑ، سیدۃ النساء العالمین، آپؑ پر میرا سلام ہو"۔

خدیجۂ، پیغمبرؐ کی مثالی شریکِ حیات

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اِشْتَاقَتِ الْجَنَّةُ اِلٰی اَرْبَعٍ مِنَ النِّسَاءِ: مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرانٍ وَآسِیَةُ بِنْتُ مُزَاحِمٍ زَوْجَةُ فِرْعَوْنَ وَهِیَ زَوْجَةُ النَّبِیِّ فِی الْجَنَّةِ، وَخَدِیْجَةُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ زَوْجَةُ النَّبِیِّ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ وَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ".

"جنت چار بیبیوں کی مشتاق ہے: مریمؑ بنت عمران، آسیہؑ بنت مزاحم (فرعون کی بیوی)۔ جنت میں آسیہؑ نبی کی بیوی ہوں گی، خدیجہؑ بنت خویلد جو دنیا و آخرت میں نبی کی بیوی ہیں اور فاطمہؑ بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"۔

مقامِ آسیۂ، مریمؑ اور فاطمۂ

جیسا کہ ابھی ہم نے پڑھا، جنابِ خدیجہؑ کا نام ہمیشہ جنابِ آسیہؑ، جنابِ مریمؑ اور جنابِ فاطمہؑ کے ساتھ ساتھ آیا ہے، یہاں ہم قارئین کی توجہ مقامِ آسیہؑ، مریمؑ اور جنابِ فاطمہؑ کی طرف دلانا چاہتے ہیں۔

آسیہؑ کون ہیں؟

جنابِ آسیہؑ بنی اسرائیل کی ایک محترمہ و معظمہ خاتون تھیں جو فرعون کی زوجہ تھیں۔ آپؑ خفیہ طور پر خدا کی عبادت کرتی تھیں اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے سپاہیوں کے ہاتھوں مارے جانے سے نجات دلائی۔ اس طرح اور دوسرے طریقوں سے موسیٰ علیہ السلام کی بہت مدد کی۔ وہ تنہا حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کی مددگار تھیں

جو فرعون کے پاس رہتے ہوئے بھی اُس سے نہ ڈرتی تھیں۔ بالآخر اپنے شوہر فرعون کے ہاتھوں شہید ہوئیں۔ ایک روز فرعون گھر آیا اور کہا کہ اُس نے (آرائش گر) اور اُس کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے۔

آسیہؑ: لعنت ہو تجھ پر اے فرعون! کیا چیز باعث بنی کہ تو اس قدر گستاخ ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو قتل کرتا ہے۔

فرعون: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تو بھی اُس آرائش گر کی طرح دیوانی ہو گئی ہے۔

آسیہؑ: میں دیوانی نہیں ہوئی بلکہ میں اُس اللہ پر ایمان رکھتی ہوں جو میرا پروردگار ہے اور تیرا بھی پروردگار ہے اور سارے جہان کا پروردگار ہے۔

فرعون نے آسیہؑ کی والدہ کو بلایا اور کہا کہ آپ کی بیٹی پاگل اور دیوانی ہو گئی ہے۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اُسے ضرور آگ میں جلا دوں گا یا پھر وہ موسیٰؑ کے خدا کا انکار کرے۔

آسیہؑ کی والدہ نے آسیہؑ سے علیحدگی میں بات چیت کی۔ آسیہؑ نے کھلے الفاظ میں کہا کہ وہ کسی قیمت پر بھی خدا کی وحدانیت کا انکار نہیں کرے گی۔

فرعون نے حکم دیا کہ آسیہؑ کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو زمین میں گڑھی ہوئی میخوں سے باندھ دیا جائے اور اُس کو سورج کی سخت گرمی کے سامنے رکھا جائے۔ اس کے بعد آسیہؑ کے سینے پر ایک بڑا پتھر رکھ دیا گیا۔ آسیہؑ کا سانس رُک رُک کر آنے لگا اور وہ اس سخت اذیت ناک شکنجے میں رکھی گئی۔

حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کا اُدھر سے گزر ہوا اور آسیہؑ نے اپنی اُنگلی کی حرکت سے موسیٰؑ سے مدد طلب کی۔ موسیٰ علیہ السلام نے اُس کیلئے دعا کی۔ حضرتِ موسیٰؑ کی دعا کی برکت سے آسیہؑ کا درد ختم ہو گیا اور آسیہؑ اپنے خدا سے متوجہ ہوئی اور کہا:

"پروردگار! میرے لئے جنت میں گھر فراہم کردے"۔

اللہ تعالیٰ اُسی وقت اُس کی روح کو جنت میں لے گیا۔ آسیہؑ نے جنت کے کھانے کھائے اور مشروب پئے۔ اللہ نے آسیہؑ کو وحی کے ذریعہ سر بلند کرنے کیلئے کہا۔ آسیہؑ نے اپنے سر کو بلند کیا اور جنت الفردوس میں اپنے مروارید سے بنے ہوئے گھر کو دیکھا اور خوش ہو کر ہنسی۔ فرعون نے جب آسیہؑ کو ہنستے ہوئے دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ اس عورت کی دیوانگی کو دیکھیں کہ کس طرح اس سخت شکنجے کے باوجود ہنس رہی ہے۔

اس طرح یہ عظیم مہربان عورت جس نے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کو دشمن سے نجات دلانے کیلئے انتہائی اہم کردار ادا کیا تھا، فرعون کے شکنجے کے زیر اثر شہادت پا گئیں۔

قرآن پاک میں ارشادِ خداوندی ہے:

"وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ"۔ (تحریم: 11،12)

"اور اللہ نے اُن لوگوں کیلئے جو ایمان لائے ہیں، فرعون کی زوجہ کی مثل بیان کی ہے کہ جس وقت اُس نے یہ عرض کی کہ اے میرے پروردگار! میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک مکان بنا دے اور مجھ کو فرعون سے اور اُس کی بدکاری سے نجات دے اور مجھے ان

نافرمان لوگوں کے ہاتھ سے چھٹکارا دے اور عمران کی بیٹی مریم کی (مثل بیان کی ہے) جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی تھی۔ پھر ہم نے اس میں اپنی (پیدا کی ہوئی) روح پھونک دی تھی اور وہ اپنے پروردگار کے کلمات کی اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کیا کرتی تھی اور وہ اطاعت گزاروں میں سے تھی"۔

مریمؑ کون تھیں؟

جنابِ مریمؑ حضرتِ عمران کی بیٹی تھیں۔ یہ نہایت متقی اور بنی اسرائیل کی مشہور شخصیات میں سے تھیں۔ حضرتِ عمران، پیغمبر خدا حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ ان کا شمار بنی اسرائیل کے بڑے عابد و زاہد علماء میں ہوتا تھا۔

نامِ مریم قرآن میں 34 بار آیا ہے۔ قرآن کا ایک سورہ بھی جنابِ مریمؑ کے نام پر ہے۔ اسے سورۂ مَریم کہتے ہیں۔ اس سورہ کے آغاز سے لے کر چھتیسویں آیت تک حضرتِ عیسیٰؑ کی ولادت، گہوارے میں کلام، اُن کی زندگی اور دعوتِ دین کے بارے میں حالات بیان کیے گئے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے جنابِ مریمؑ کو اُن کے بیٹے کی ولادت کی خوشخبری دے دی تھی اور اُن کی شخصیت کے بارے میں اطلاعات دے دی تھیں جیسا کہ ہم سورۂ آلِ عمران میں پڑھتے ہیں:

"اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ"۔

"(اُس وقت کو یاد کرو) جب فرشتوں نے یہ کہا کہ اے مریم! خدا تم کو اپنے کلمہ

کی خوشخبری پہنچاتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا، دنیا اور آخرت میں وہ مقرب بندوں میں شمار ہوگا''۔(آلِ عمران:45)

جنابِ عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کی سرپرستی میں جوان ہوئے۔ بارہ سال کی عمر ہی میں وہ عابدوں، زاہدوں، پارساؤں اور دانش مندوں کی محفل تک پہنچ گئے۔ وہ اُن سے بحث ومباحثہ کرتے تھے اور اس کم عمری میں ہی اُنؑ کے چہرے سے عظمت ومعرفت کے آثار دکھائی دیتے تھے۔

جنابِ عیسیٰؑ تیس سال کی عمر میں رسالت پر مبعوث ہوئے۔ اگرچہ سورۂ مریم کی آیت 30 کی رُو سے حضرتِ عیسیٰؑ پیدائش کے وقت بھی نبی تھے لیکن رسمی طور پر دنیا کیلئے اعلان خدا کے حکم سے تیس سال کی عمر میں کیا۔

فاطمہؑ زہراء کون ہیں؟

جنابِ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کو کون نہیں جانتا۔ البتہ انؑ کے تعارف کیلئے ایک جداگانہ کتاب کی ضرورت ہے۔ انؑ کی عظمت اور بلند مقام کیلئے بے انتہا احادیث اور کلمات موجود ہیں۔ ہم یہاں اس عظیم بی بیؑ کا مختصر سا تعارف کروا رہے ہیں۔

جنابِ فاطمۃ الزہراءؑ پیغمبر خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکلوتی بیٹی تھیں، انؑ کی والدہ ماجدہ جنابِ خدیجۃ الکبریٰ بنتِ خویلد تھیں۔ جنابِ فاطمہؑ 20 جمادی الثانی، بعثت کے پانچویں سال پیدا ہوئیں۔ انؑ کے بارے میں پیغمبرؐ خدا کا فرمان ہے:

''خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرُفَاطِمَةَ قَبْلَ اَنْ يَخْلُقَ الْاَرْضَ وَالسَّمَاءَ''.

''اللہ نے فاطمہؑ کے نور کو زمین وآسمان کو خلق کرنے سے پہلے خلق کیا''۔

جنابِ فاطمہؑ کے نو نام تھے۔ اِن سب کو پروردگارِ عالم نے عطا کیا تھا، وہ یہ ہیں:

فاطمہؑ۔ زہراؑ۔ صدیقہؑ۔ مبارکہؑ۔ طاہرہؑ۔ ذکیہؑ۔ راضیہؑ۔ مرضیہؑ۔ محدثہؑ۔

اِنؑ کے لقب سیدۃ النساء العالمین، خیر النساء اور بتول تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جب جنابِ فاطمہؑ پیدا ہوئیں تو ایک نور نے مکہ کے گھروں کو روشن کر دیا۔ قرآن پاک کی رو سے جنابِ فاطمہؑ پاک و مطہر پیدا ہوئیں۔ ہر قسم کی نجاست اِن سے دور تھی۔ آپؑ کا ہر نام آپؑ کے اوصاف اور پُر برکت وجود کا ترجمان ہے۔

اتنا ہی کافی ہے کہ اِنؑ کے مشہور نام فاطمہؑ میں ان کے ماننے والوں کیلئے عظیم ترین بشارت پوشیدہ ہے کیونکہ:

فاطمہ فطم سے بنا ہے جس کے معنی ہیں [illegible] پرانا اور پیمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے مطابق، جو آنحضرتؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے ارشاد فرمائی:

''یا علیؑ! جانتے ہو، میری بیٹی کا نام فاطمہؑ کیوں رکھا گیا ہے؟''

علی علیہ السلام نے عرض کیا: آپ فرمائیں۔

آپؐ نے فرمایا: ''اس لئے کہ وہ اور اُنؑ کے شیعہ، ان کے پیرو آتش جہنم سے جدا کر دیئے گئے ہیں''۔

زھراؑ یہ نام بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ جنابِ فاطمہؑ کو زہراء کیوں کہتے ہیں؟ تو آپؑ نے فرمایا:

''اس لئے کہ زہراء کے معنی روشن ہیں۔ جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا ایسی تھیں جب محرابِ عبادت میں کھڑی ہوتی تھیں، آپؑ کا نور اہلِ آسمان کو منور کرتا تھا، جس طرح

ستارے زمین والوں کو نور دیتے ہیں، اس لئے زہراؑ نام رکھا گیا۔

صدیقہ، جنابِ فاطمہؑ کو صدیقہ اس لئے کہتے ہیں کہ تمام عمر آپؑ نے کبھی جھوٹ نہ بولا۔ وہ صادقہ اور مصدقہ تھیں۔ جنابِ عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے فاطمہؑ سے زیادہ سچی اور کوئی عورت نہیں دیکھی۔

مبارکہ آپ کو مبارکہ اس لئے کہتے ہیں کہ پروردگار نے آپؑ کی نسل میں بہت برکت عطا کی۔ آج آپؑ کی اولاد دنیا کے کونے کونے میں آباد ہے۔

طاہرہ آپؑ کو طاہرہ اس لئے کہتے ہیں کہ آپؑ ہر قسم کی نجاست اور پلیدی سے ہمیشہ پاک تھیں۔

ذکیہ آپؑ کو ذکیہ اس لئے کہتے ہیں کہ آپؑ کا اخلاق ہر قسم کے نقص سے پاک تھا۔ آپؑ اخلاقِ حسنہ کی مالکہ تھیں اور اخلاقِ رذیلہ کی کم ترین شکل بھی آپؑ کے اخلاق میں موجود نہ تھی۔

راضیہ آپ زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے پروردگار سے اپنے بابا محمد مصطفیٰؐ سے اور اپنے شوہر علی المرتضیٰؑ سے راضی تھیں۔

مرضیہ اسمِ مفعول ہے، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ، جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اس قدر شفاعت قبول کرے گا کہ فاطمہؑ راضی ہو جائیں گی۔

محدثہ اس لئے کہتے ہیں کہ جنابِ فاطمہؑ اپنی اولاد کو قبل از ولادت اپنے باباؐ کی احادیث سناتی تھیں۔

تاریخ اور حدیث کے تمام علماء نے لکھا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرتِ فاطمہ زہراؑ کو بہت زیادہ چاہتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا:

"مَنْ اَذاھَافَقَدْ اَذانِیْ

وَمَنْ اَغْضَبَھَافَقَدْاَغْضَبَنِیْ

مَنْ سَرَّھَافَقَدْ سَرَّنِیْ

وَمَنْ سَائَھَافَقَدْ سَائَنِیْ"

"جس نے اِس (میری بیٹی فاطمہؑ) کو اذیت دی، اُس نے گویا مجھے اذیت دی۔

جس نے اسؑ کو ناراض کیا، اُس نے مجھے ناراض کیا۔

جس نے اِسؑ کو خوش کیا، اُس نے مجھے خوش کیا۔

جس نے اسؑ کو رنجیدہ کیا، اُس نے مجھے رنجیدہ کیا"۔

یقیناً حضرتِ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی عظیم شخصیت ایمان اور عبادت میں انؑ کی بلندی اور عظمت اس بات کی متقاضی تھی کہ اسی طرح اُنؑ کا احترام کیا جائے اور عزت کی جائے۔ اسلام کے آئندہ رہبر انہی کی فرزند ہوں گے۔ امامت انہی کی نسل میں رہے گی۔ اس کے علاوہ اسلام کی عظیم ترین شخصیت حضرتِ علی علیہ السلام آپ کے شوہر ہیں۔

بقولِ شاعر:

ید بیضاء دمِ عیسیٰ رُخِ زیبا داری
آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

آئمہ معصومینؑ کا خدیجہؑ پر فخر

جنابِ رسولِؐ خدا اور آئمہ معصومینؑ نے بہت سے مقامات پر جنابِ خدیجہؑ کی ذاتِ گرامی پر فخر و افتخارات کا اظہار کیا ہے۔ اس کیلئے ہم قارئین کی توجہ درج ذیل روایات

کی طرف دلانا چاہتے ہیں:

ا۔ ایک روز رسولِ خدا مسجد میں تشریف فرما تھے۔ حسن اور حسین علیہما السلام کے بارے میں یوں فرما رہے تھے:

'اَیُّھَاالنَّاسُ اَلاٰ اُخبِرُ کُمْ بِخَیْرِالنَّاسِ جَدّاً وَجَدَّۃً'

''اے لوگو! کیا میں تمہیں خبر دوں اُن کے بارے میں جو اپنے جد اور جدہ کے اعتبار سے سب لوگوں سے بہتر ہیں''۔

حاضر لوگوں نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! آپؐ ہمیں خبر دیں تو آپؐ نے پھر فرمایا:

''اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ، جَدُّھُمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ وَ جَدَّتُھُمَا خَدِیْجَۃ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ''.

''وہ حسنؑ اور حسینؑ ہیں جن کے جد اللہ کے رسولؐ ہیں اور جن کی جدہ خدیجہؑ بنت خوِیلد ہیں''۔

ب۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے روزِ عاشور جب یزیدی فوج کو اپنا تعارف کروایا تو فرمایا:

''میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں، کیا تم نہیں جانتے کہ میری جدہ (نانی) جنابِ خدیجہؑ بنت خویلد ہیں''۔

آپ نے پھر اُن لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

''کیا تم نہیں جانتے کہ میں آپ کے رسولؐ کی زوجہ جنابِ خدیجہؑ کا بیٹا ہوں''۔

ج۔ امامِ سجاد علیہ السلام نے یزید پلید کے دربار (شام) میں تمام حاضرین کے سامنے اپنا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا:

"اَنَاابْنُ خَدِیْجَۃُ الْکُبْریٰ".

"میں خدیجۃ الکبریٰ کا بیٹا ہوں"۔

یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ لقب "کبریٰ" جس کے معنی عظمت والی، بزرگی والی خاتون ہے، خود پیغمبرِ خدا نے جنابِ خدیجہؑ کو عطا فرمایا تھا۔

د۔ دعائے ندبہ جو امامِ زمانہ علیہ السلام سے منسوب ہے، اُس میں ہم پڑھتے ہیں:

"اَیْنَ ابْنُ النَّبِیُّ الْمُصْطَفٰی وَبْنُ عَلِیِّ الْمُرْتَضٰی وَبْنُ خَدِیْجَۃُ الْغَرَّاءِ".

"پیغمبرِ خدا کے بیٹے کہاں ہیں، علیؑ مرتضیٰ کے بیٹے کہاں ہیں اور جنابِ خدیجہؑ، عظمت والی بی بیؑ کے بیٹے کہاں ہیں"۔

ھ۔ گیارہ محرم 61 ہجری کو میدانِ کربلا میں جب سیدہ زینب سلام اللہ علیہا اپنے عزیزوں، بھائیوں اور بیٹوں کے ٹکڑے ٹکڑے جسم کے پاس سے گزریں اور دردناک مصائب کے جملے کہے تو اپنے جد پیغمبرِ خدا، اپنے بابا علیؑ مرتضیٰ اور اپنی جدّہ جنابِ خدیجہؑ کو یاد کر کے یوں فرمایا:

"بِاَبِیْ خَدِیْجَۃَ الْکُبْریٰ".

"میرے بابا ہوں جنابِ خدیجہؑ پر قربان"۔

و۔ تقریباً سب زیارت نامے، جو آئمہ معصومینؑ اور اُن کی اولاد کے مزارات پر پڑھے جاتے ہیں، یہ سب خود آئمہ معصومین علیہم السلام اور اولیاء اللہ نے ترتیب دیئے ہیں۔ اِن سب میں اللہ کے برگزیدہ رسولوں پر سلام کے بعد جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا پر سلام بھیجا جاتا ہے۔ زائرین اُنؑ کی عظمت کا اقرار کرتے ہوئے

اُنؑ کو سلام بھی پہنچاتے ہیں اور خدا کے حضور اُنؑ کا واسطہ بھی دیتے ہیں۔

ز۔ زید بن امام سجاد علیہ السلام جنہوں نے ہشام بن عبدالملک (اُموی خاندان کا دسواں خلیفہ) کی غیر شرعی حکومت کے خلاف زبردست احتجاج کیا اور لوگوں کے دلوں میں انقلاب پیدا کر دیا تھا اور بعد میں انہیں شہید کر دیا گیا تھا۔ وہ اپنے احتجاج میں فرماتے ہیں:

"وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمَوَدَّةِ اَبُوْنَارَسُوْلُ اللّٰه وَجَدَّ تُنَا خَدِیْجَة....."

"ہم دوستی و مودّت کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ رسولِؐ خدا ہمارے جدّ ہیں اور جنابِ خدیجہؑ ہماری جدّہ ہیں"۔

ح۔ عبداللہ بن زبیر (جس نے خاندانِ رسالتؐ سے دشمنی کی تھی) ابن عباس سے گفتگو کرتے ہوئے کہتا ہے:

"اَلَسْتَ تَعْلَمُ اَنَّ عَمَّتِی خَدِیْجَةَ سَیِّدَةَ نِسَاءِ الْعالَمِیْن".

"کیا تم نہیں جانتے کہ جنابِ خدیجہؑ میری پھوپھی ہیں اور عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں؟"

ط۔ جب پیغمبرؐ خدا اس دنیا سے رخصت ہونے لگے تو جنابِ فاطمہ زہراؑ بہت پریشان ہوئیں اور آپ نے گریہ کرنا شروع کیا۔ اُس وقت پیغمبرؐ خدا نے اپنی بیٹی فاطمہؑ کو دلاسا دیتے ہوئے فرمایا کہ میری بیٹی! غم نہ کر کیونکہ:

"اِنَّ عَلِیًّا اَوَّلُ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلِه

مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ، هُوَ وَخَدِيجَةُ اُمُّکِ"۔

"بے شک علی علیہ السلام میری اُمت میں سب سے پہلے اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لانے والے ہیں اور اُنؑ کے ساتھ خدیجہؓ بھی ہیں (جو سب سے پہلے اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لانے والی ہیں) جو تمہاری والدہ ہیں"۔

ی۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کی خلافت کے زمانہ میں جب معاویہ نے اپنی چالاکیوں کی وجہ سے حکومت اور حالات پر قبضہ کرلیا تو کوفہ آیا اور اُس نے وہیں چند روز قیام کیا۔ لوگوں سے اپنے لئے بیعت لی۔ اس کے بعد منبر پر بیٹھ گیا اور خطبہ دینا شروع کیا۔ اس خطبے میں معاویہ جس قدر حضرت علی علیہ السلام کی بدگوئی کرسکتا تھا، اُس نے کی۔ امام حسین علیہ السلام اُٹھے تاکہ معاویہ کی معاندانہ گفتگو کا جواب دیں۔ امام حسنؑ نے اپنے بھائی امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑ لیا اور اُن سے کہا کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ آپؑ کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

"اے معاویہ! تو نے میرے بابا علی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی اور بدگوئی کی۔ سن! میں حسنؑ ہوں اور میرے والد علیؑ ہیں۔ تو معاویہ ہے اور تیرا باپ صخر ہے۔ میری والدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا بنتِ رسولؐ ہیں اور تیری ماں ہندہ ہے۔ میرے جد رسولِ خداؐ ہیں اور تیرا جد حرب ہے:

وَجَدَّتِیْ خَدِیْجَةُ وَجَدَّتُکَ فَتِیْلَه"۔

میری جدہ جنابِ خدیجہؓ ہیں اور تیری جدہ فتیلہ (بدکار عورت) ہے۔ خدا ہم میں سے اُس پر لعنت کرے جس کا نام پلید ہے اور اُس کا حسب نسب پست ہے اور جس کا ماضی بدی سے پُر ہے اور وہ کفر و نفاق رکھتا ہے"۔

اسی طرح کا واقعہ مسجد النبیؐ میں بھی رونما ہوا۔ امام حسن علیہ السلام منبر کے قریب تھے، بلند ہوئے اور مندرجہ بالا اعلان کیا اور اپنی جدہ جنابِ خدیجہؑ کے اعلیٰ مقام پر افتخار کرتے ہوئے فرمایا:

''وَجَدَّتِی خَدِیجَۃُ وَجَدَّتکَ نَثِیلَہ''

''میری جدہ تو خدیجہؑ ہیں اور تیری جدہ نثیلہ (ناپاک) ہے''۔

یعنی تو نسلِ نثیلہ (ناپاک نسل) سے وجود میں آیا ہے اور میں نسلِ خدیجہؑ سے ہوں۔ میرے اور تیرے درمیان یہی فرق ہے کہ تو ناپاک نسل کا بیٹا ہے اور میں ایک پاک نسل کا بیٹا ہوں۔

خدیجہؑ اور ارتباطِ الٰہی

جنابِ خدیجہؑ کا خدا پر پختہ یقین اور خدا سے گہرا رابطہ تھا۔ اسی واسطے جنابِ خدیجہؑ عظیم قوتِ قلبی کی مالکہ تھیں۔ اُنؑ کے پاس ایسی ایسی دعائیں تھیں جو حرزِ خدیجہؑ کے نام سے مشہور ہیں۔ جب وہ یہ حرز (ایسے کلمات جو خدا کی مدد کیلئے پکارے جاتے ہیں) پڑھتی تھیں تو اُنؑ کی رسائی بارگاہِ ایزدی تک ہوتی تھی۔ بزرگ عالم دین جناب سید بن طاؤس نے کتاب مہج الدعوات میں جنابِ خدیجہؑ سے مربوط دو حرز نقل کئے ہیں جن کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں:

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ، يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ، بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِيْثُ فَاَغِثْنِي،وَلاَ تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ اَبَداً،وَاَصْلِحْ لِي شَاْنِي كُلَّهُ".

"اللہ کے نام سے جو بڑا رحمٰن و رحیم ہے۔ اے خدائے زندہ اور اے خدائے قائم، میں تیری رحمت کی پناہ چاہتا (چاہتی) ہوں۔ پس میری مدد فرما اور کبھی بھی آنکھ جھپکنے کی مدت کیلئے بھی مجھے تنہا نہ چھوڑنا اور میرے تمام حالات کی مکمل اصلاح فرما دے"۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم، يَااَللّٰهُ يَاحَافِظُ يَاحَفِيْظُ يَارَقِيْبُ".

"اللہ کے نام سے جو بڑا رحمٰن اور رحیم ہے، اے خدا، اے نگہبان"۔

جنابِ خدیجہؑ کی رسولِ خدا سے رفاقت نے، اُنؑ کے صدق وصفات کی تصدیق کر دی اور پیغمبرِ خدا کے معجزات کے دیدار نے اُن کے درجۂ ایمانی کو مزید بلندی بخش دی اور جنابِ خدیجہؑ کا خدائی رابطہ مزید مضبوط ہو گیا۔ اسی واسطے یہ بی بی اپنی تمام تر دولت، جان و مال اسلام کے راستے میں قربان کرنے کیلئے ہمہ وقت آمادہ تھیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ جنابِ خدیجہؑ کا ارتباطِ الٰہی بہت گہرا اور مضبوط تھا۔

روایت کی گئی ہے کہ ایک اندھی عورت بڑی مدت سے جنابِ خدیجہؑ کے زیر کفالت تھی۔ ایک روز جنابِ خدیجہؑ کی موجودگی میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس نابینا عورت سے کہا:

''تمہاری دونوں آنکھوں کی بینائی یقیناً لوٹ آئے گی''۔

اُسی وقت اُس عورت کی دونوں آنکھوں کی بینائی لوٹ آئی۔

جنابِ خدیجہؑ جو یہ سارا منظر دیکھ رہی تھیں، فرمانے لگیں:

''هٰذَا دُعَاءٌ مُبَارَكٌ''۔

''یہ بینائی پیغمبرِ خدا کی مبارک دعا کا نتیجہ ہے''۔

پیغمبرِ خدا نے اُس وقت یہ آیت پڑھی:

''وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ''

''ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر عالمین کیلئے رحمت بنا کر''۔

جنابِ خدیجہؑ نے جب پیغمبرِ اسلام کے ایسے بہت سے معجزات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تو اُنؑ کے ایمان اور اعتقاد میں بہت اضافہ ہوا اور اُنؑ کا اسلام سے تعلق مزید گہرا اور مضبوط ہو گیا۔

جنابِ خدیجہؑ کا گھر

یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ مکہ میں سب سے مقدس اور عزت والا گھر جنابِ خدیجہؑ کا ہے کیونکہ اس گھر سے بڑے بڑے نیک اور تاریخ ساز کاموں کا آغاز ہوا جو بعد میں اسلامی تاریخ کا حصہ بنے۔ مثلاً مستضعف لوگوں سے محبت اور اُن کی امداد، دین اسلام کیلئے جنابِ خدیجہؑ کی قربانیاں، پیغمبرؐ خدا سے جنابِ خدیجہؑ کی شادی، دشمنوں سے محفوظ رہنے کیلئے پیغمبرؐ خدا کی پناہ گاہ، معراج کیلئے روانگی، جنابِ فاطمہ زہراؑ کی ولادت، پیغمبرؐ خدا اور جنابِ خدیجہؑ کی عبادتِ خدا اور اس کے علاوہ سینکڑوں دوسرے کام جو دین اسلام کیلئے نفع بخش تھے، اسی گھر سے رونما ہوئے۔

علامہ مجلسی کتاب ''المنتقی فی مولا مصطفیٰ'' سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ گھر آج بھی مکہ میں موجود ہے اور مکہ کے لوگ اس گھر کو بخوبی جانتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ معاویہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اس گھر کو خرید لیا تھا اور اس کو مسجد میں تبدیل کر دیا اور وہاں پر مسجد کی بنیاد ڈالی''۔

ایک باخبر شخص کی اطلاع کے مطابق جنابِ خدیجہؑ کا گھر بازارِ ابوسفیان میں واقع ہے۔ بازارِ ابوسفیان میں داخل ہونے کے بعد یہ گھر دائیں ہاتھ ایک کوچہ میں موجود ہے۔ اس کا دروازہ عموماً مقفل رہتا ہے۔

حجاج کرام کیلئے بہتر ہے کہ جب وہ عمرہ یا حج کی غرض سے مکہ جائیں تو اس گھر کی زیارت کرنا نہ بھولیں۔ پوچھنے پر گھر کا پتہ چل جائے گا۔ وہاں نماز اور دعائیں پڑھیں۔ اُس مقدس اور تاریخ ساز مقام کی زیارت کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ جنابِ خدیجہؑ کی بے پناہ قربانیوں کو بھی یاد کریں کیونکہ یہ دلوں کی پاکیزگی اور خیالات کی بلندی کیلئے بہت اثر انگیز ہے۔ اس موقع پر جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا پر درود و سلام بھیج کر اُنؑ سے اپنی عقیدت کا

اظہار بھی کریں۔

پیغمبرؐ کے دل میں ہمیشہ بسنے والی

جنابِ خدیجہؑ نے بعثت کے دسویں سال وفات پائی۔ پیغمبرؐ خدا نے اُنؑ کی وفات کے بعد تقریباً بارہ سال سے تھوڑی زیادہ زندگی پائی۔ آپؐ ہمیشہ اس مدت میں جنابِ خدیجہؑ کو یاد کرتے رہتے اور اپنی اس عظیم شریکِ حیات کی محبت اور قربانی سے بھرپور یادوں کو دہراتے رہتے۔ بعض اوقات شدتِ جذبات سے آپ کی آنکھوں سے آنسو گرنا شروع ہو جاتے۔ یہ آنسو محبت و جدائی کے آنسو ہوتے تھے کیونکہ رسولِ خدا نے جنابِ خدیجہؑ سے کمالِ محبت اور عظیم قربانیاں دیکھی تھیں۔ تاریخ اسلام ایسے بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہے جن سے اس بی بیؑ کی ذکر شدہ صفاتِ عالیہ کا پتہ چلتا ہے۔ ہم اُن میں سے صرف چند ایک کو قارئین کی توجہ کیلئے درج کیے دیتے ہیں:

1۔ ایک روز رسولِ خدا اپنی دیگر ازواج کے پاس بیٹھے تھے کہ باتوں باتوں میں جنابِ خدیجہؑ کا ذکر بھی آ گیا۔ آپؐ اتنے غمگین ہو گئے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو گر پڑے۔

• جنابِ عائشہ نے فوراً رسولؐ اللہ کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا آپ ایک بوڑھی عورت خدیجہؑ کیلئے رو رہے ہیں جو اولادِ اسد سے ہے؟

پیغمبرؐ اسلام نے جنابِ عائشہ کو یوں جواب دیا کہ خدیجہؑ وہ ہے جس نے:

"صَدَّقَتنِی اِذا کَذَّبتُم وَآمَنَت بِی اِذ کَفَرتُم وَ وَلَّدَت لِی اِذ عَقَّمتُم".

"اس وقت میری تصدیق کی جب تم سب نے میری تکذیب کی، وہ اُس وقت

ایمان لائی جب تم سب نے انکار کیا، اُس نے فرزند پیدا کیا جبکہ تم سب اس سے عاجز تھیں''۔

2۔ ایک روز جنابِ خدیجہؑ کی بہن جنابِ ہالہ پیغمبرؐ خدا کی زیارت کی غرض سے مدینہ آئیں۔ آپؐ نے جنابِ ہالہ سے ملاقات کی تو جنابِ خدیجہؑ کی یاد آئی۔ حضورؐ غمگین ہو گئے۔ ہالہ کے جانے کے بعد جنابِ عائشہ نے عرض کی:

''یا رسولؐ اللہ! آپ کس قدر قریش کی عمر رسیدہ عورت کو یاد کرتے رہتے ہیں، اب جبکہ وہ اس دنیا میں بھی نہیں اور اللہ نے آپ کو اُس سے بہتر شریکِ حیات بھی عطا کی ہے؟''

جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ سنا تو آپؐ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا:

''نہیں نہیں، خدا کی قسم! خدیجہؑ سے بہتر شریکِ حیات مجھے نصیب نہیں ہوئی کیونکہ وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائی جب لوگ میرا انکار کر رہے تھے اور اُس نے اُس وقت اپنی ساری دولت کو اور خود اپنے آپ کو میری مدد کیلئے قربان کر دیا جب لوگ مجھے محروم کر رہے تھے''۔

3۔ جنابِ عائشہ کہتی ہیں:

''مَازِلْتُ اَتَقَرَّبُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ بِذِکْرِھَا''۔

''ہم ہمیشہ جنابِ خدیجہ سلام اللہ علیہا کے ذکر کے وسیلہ سے رسولؐ اللہ کی قربت چاہتی تھیں''۔

یعنی جنابِ خدیجہؑ کا نام رسولؐ اللہ کا قرب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ تھا۔ ان کے ذریعے آپ سے لُطف وعنایات حاصل ہوتی تھیں۔

4۔ ایک روز ایک بوڑھی عورت جنابِ رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپؐ اس سے بہت مہربانی اور نرمی سے پیش آئے۔ جب وہ بوڑھی عورت چلی گئی تو جنابِ عائشہ نے حضورؐ پاک سے اس کمالِ مہربانی اور نرمی کی وجہ پوچھی۔ پیغمبرؐ خدا نے اس کے جواب میں فرمایا:

''اِنَّهَا كَانَتْ تَأْتِينَا فِيْ زَمَنِ خَدِيْجَة،وَاِنَّ حُسْنَ الْعَهْدِ مِنَ الْاِيْمَانِ''.

''یہ بوڑھی عورت خدیجہؑ کے زمانہ میں ہمارے گھر آتی تھی (اور خدیجہؑ کی مالی امداد اور اُس کے حسن اخلاق سے فیضیاب ہوتی تھی) اور بے شک اچھا سلوک بھی ایمان کا حصہ ہے''۔

ایک روایت کے مطابق جنابِ عائشہ فرماتی ہیں کہ جب بھی رسولِ خدا دنبہ ذبح کرتے تھے تو فرماتے کہ اس گوشت میں سے خدیجہؑ کے چاہنے والوں کو بھی گوشت بھیجا جائے۔ اس بارے میں ایک روز آپؐ سے بات ہوئی اور وجہ پوچھی تو آپؐ نے فرمایا:

''اِنِّیْ لَاُحِبُّ حَبِيْبَهَا''.

''میں خدیجہؑ کے چاہنے والوں کو دوست رکھتا ہوں''۔

فاطمہؑ کی شادی اور حضورؐ کا گریہ

5۔ ہجرت کے دوسرے سال کے شروع میں ایک روز جنابِ عقیل اپنے بھائی حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کی:

''اے بھائی علیؑ! مجھے اور کوئی چیز اتنی خوشی نہیں دے گی جتنی کہ آپؑ کی شادی

مبارک بہ ہمراہ جنابِ فاطمہ زہراؑء دے گی۔ آپؑ اس شادی کیلئے کیوں کوئی قدم نہیں اُٹھا رہے؟''

حضرت علیؑ نے فرمایا: ''میں بھی چاہتا ہوں کہ یہ کام جتنی جلدی انجام پذیر ہو، اُتنا ہی بہتر ہے لیکن اس موضوع پر رسولِ خدا سے خود گفتگو کرتے ہوئے شرم محسوس کرتا ہوں''۔

عقیل نے کہا: ''آپؑ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اُٹھیں، ہم اکٹھے رسولِ خدا کی خدمت میں جاتے ہیں اور اس بارے میں گفتگو کرتے ہیں''۔

حضرت علی علیہ السلام اپنے بھائی عقیل کے ساتھ پیغمبرؐ اسلام سے ملاقات کی غرض سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں اُمّ ایمن سے ملاقات ہوئی۔ (اُمِ ایمن جنابِ آمنہ کی کنیز تھیں جنہیں آپؐ نے آزاد کر دیا تھا۔ درحقیقت اُمِ ایمن جنابِ آمنہ کی کنیز تھیں جو بی بی آمنہ کی وفات کے بعد رسولِ خدا کو ورثہ میں ملی تھیں)۔ اُمّ ایمن کو حضورؐ سے ملاقات کا مقصد بتایا گیا تو اُمّ ایمن نے کہا کہ اس اہم کام کو ہم خواتین پر چھوڑ دیں۔ ہم جا کر رسولِ خدا سے اس موضوع پر بات کریں گی کیونکہ اِن مسائل میں خواتین کی بات زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔

اس کے بعد اُمّ ایمن، اُمّ سلمہ زوجۂ رسولؐ کے پاس گئیں اور ماجرا بتایا۔ باقی ازدواجِ نبی کو بھی آگاہ کیا۔ وہ سب رسول اللہؐ کے حضور ایک گھر میں جمع ہو گئیں اور مل کر یوں کہا:

فَدَیْنٰکَ بِآبَائِنَا وَاُمُّھَاتِنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَدِاجْتَمَعْنَا لِاَمْرٍ لَوْ اَنَّ خَدِیْجَۃَ فِی الْاَحْیَاءِ لَقَرَّتْ بِذٰلِکَ

عَيۡنَهَا.

"یا رسولؐ اللہ! ہمارے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں، ہم سب یہاں ایک کام (جنابِ فاطمہ زہراؑء کی شادی) کے سلسلہ میں اکٹھی ہوئی ہیں کہ اگر آج جنابِ خدیجہؑ زندہ ہوتیں تو یقیناً یہ اُنؑ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہوتا"۔

اُمِ سلمہ کہتی ہیں کہ جب ہم نے یہ کلمات کہے اور جنابِ خدیجہؑ کا نام لیا تو رسولِؐ خدا نے گریہ کیا اور فرمایا:

"خَدِيۡجَة وَاَيۡنَ مِثۡلُ خَدِيۡجَةَ صَدَّقَتۡنِىۡ حِيۡنَ كَذَّبَنِى النَّاسُ وَوَازَرَتۡنِىۡ عَلٰى دِيۡنِ اللّٰهِ وَاَعَانَتۡنِىۡ عَلَيۡهِ بِمَالِهَا، اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَمَرَنِىۡ اَنۡ اُبَشِّرَ خَدِيۡجَةَ بَيۡتٍ فِى الۡجَنَّةِ مِنۡ قَصَبٍ لَا صَخَبٌ فِيۡهِ وَلَا نَصَبٌ".

"خدیجہؑ! خدیجہؑ کی مثل کہاں ہے کوئی! جب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے، اُس نے میری تصدیق کی، اُس نے خدا کے دین کی خاطر مجھ سے تعاون کیا اور میری مدد کی۔ اپنی دولت سے دینِ اسلام کی ترقی کیلئے مدد کی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ خدیجہؑ کو جنت میں ایک بہترین گھر کی خوشخبری دوں، جہاں کوئی رنج ہوگا نہ پریشانی"۔

اُمِ سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی:

"یا رسولؐ اللہ! ہمارے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں آپؐ نے جنابِ خدیجہؑ کے بارے میں جو ارشاد فرمایا ہے، وہ درست ہے لیکن اب تو وہ رحمتِ الٰہی کے زیر

سایہ ہیں۔ خدا ہمیں بھی اُنؑ کے طفیل جنت میں جگہ عطا فرمائے۔ ہم یہاں علیؑ اور فاطمہؑ کی شادی کے سلسلہ میں گفتگو کرنے کیلئے اکٹھی ہوئی ہیں تاکہ اگر آپؐ اجازت دیں تو ہم اس کیلئے قدم اُٹھائیں''۔

جنابِ رسولِؐ خدا نے اُمّ سلمہ کو بلایا۔ اُنہیں اور دوسری خواتین کو شادی کے انتظامات کرنے کا حکم دیا۔ اس طرح جنابِ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی شادی خانہ آبادی انجام پذیر ہوئی۔

جنابِ خدیجہؑ کی یاد

6۔ پیغمبرؐ خدا کی شریکِ حیات جنابِ عائشہ فرماتی ہیں کہ جب بھی حضورؐ کو جنابِ خدیجہؑ کی یاد آتی، آپؐ ان کی تعریف کرتے اور کبھی بھی اس کام سے نہ تھکتے۔

ایک روز اسی طرح جنابِ رسولِؐ خدا اپنی مرحومہ شریک حیات کی تعریف کر رہے تھے کہ میں نے ازراہِ رقابت کہہ دیا کہ اللہ نے ایک عمر رسیدہ بیوی کی جگہ آپ کو جوان شریک حیات عطا کی ہے۔

پیغمبرؐ خدا نے جب یہ سنا تو بہت غمگین ہو گئے۔ میں اپنے کہے پر پشیمان ہو گئی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور عہد کیا کہ اگر اس دفعہ پیغمبرؐ خدا کا غصہ رفع ہو جائے تو میں آئندہ کبھی بھی ایسا کلمہ زبان پر نہ لاؤں گی۔

اس دوران پیغمبرؐ خدا نے مجھ سے کہا کہ اے عائشہ! تو نے ایسے کلمات کس طرح کہہ دیئے؟ مجھے خدا کی قسم کہ خدیجہؑ اُس وقت مجھ پر ایمان لائی جب تمام لوگ منکر تھے۔ اُس نے مجھے اُس وقت پناہ دی جب سب لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا تھا۔ اُس نے میری اُس وقت تصدیق کی جب دوسرے مجھے جھٹلا رہے تھے۔ اُس نے مجھے اُس وقت صاحبِ اولاد کر دیا جب تم سب اس سے عاجز تھیں۔

اسی روایت میں مزید کہا گیا ہے کہ جناب عائشہ فرماتی ہیں:

"فَغدا اوَ راحَ عَلَیَّ بِهَا شَهراً".

"پیغمبرؐ خدا اس بات کو ایک ماہ تک صبح و شام یاد کرتے رہے اور اس بات کو دہراتے رہے"۔

7- پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری عمر تک جنابِ خدیجہؑ کے چاہنے والوں سے دوستی اور محبت برقرار رکھی۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب بھی کوئی جانور ذبح کرتے تو اُس کا گوشت اُن کو بھجواتے۔ اس طرح جنابِ خدیجہؑ کی سنت کو تازہ کرتے اور اُنؑ کی روح کو خوش کرتے۔

اس سلسلہ میں انس بن مالک کہتے ہیں کہ جب بھی رسولِؐ خدا کے پاس کوئی تحفہ لایا جاتا تو آپؐ اسے کہتے کہ اسے فلاں گھر میں لے جاؤ کیونکہ جو عورت وہاں رہتی ہے، وہ خدیجہؑ کی سہیلی تھی اور وہ اُس کو بہت چاہتی تھیں۔

اُمّ رومان سے نقل کیا گیا ہے کہ جنابِ خدیجہؑ کے پڑوس میں ایک گھر تھا، جنابِ خدیجہؑ نے اُس کے بارے میں پیغمبرؐ خدا کے پاس سفارش کی تو اُس کے بعد آپؐ جب بھی گھر میں غذا لاتے تو اُس کا ایک حصہ اُس گھر میں بھجوا دیتے"۔

فدک بطورِ مہر خدیجہؑ

8- ہجرت کے ساتویں سال جنابِ رسولِؐ خدا کے زیرِ نگرانی لشکرِ اسلام نے خیبر کو فتح کیا۔ یہودیوں کو شکست ہوئی۔ بلاذری، کتاب "فتوح البلدان" میں لکھتے ہیں کہ سرزمین فدک کے رہنے والوں نے اپنے سردار یوشع بن نون کو پیغمبرؐ اسلام کے پاس صلح کی قرارداد لکھنے کیلئے بھیجا۔ وہ قرارداد یہ تھی کہ سرزمین فدک رسولِؐ

خدا کو دے دی جائے اور اس کے بدلے یہودی، پرچم اسلام کے تلے امن سے زندگی گزاریں۔

فدک ایک بہت زرخیز زمین تھی جو خیبر کے نزدیک مدینہ سے 140 کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع تھی۔ اس زمین پر کچھ لوگ آباد بھی تھے۔ اس لئے اُس گاؤں کا نام بھی فدک تھا۔ (روایات کے مطابق اُس وقت اُس زمین کی کاشتکاری سے اڑتالیس ہزار دینار درآمد ہوتی تھی۔ یہودی اس درآمد کا نصف خرچ کاشتکاری کے عنوان سے لیتے تھے..... کتاب معجم البلدان، واژہ فدک شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، جلد 16، صفحہ 346)۔

اس طرح فدک کی تمام اراضی پیغمبرؐ خدا کو بغیر جنگ لڑے، صلح اور امن سے مل گئی۔ یہ خالصتاً صرف پیغمبرؐ خدا کیلئے قرار پائی، اس لئے اس کا بیت المال یا عوام الناس سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بمطابق ارشادِ خداوندی:

"مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ كَىْ لَايَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ. وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ. اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ".

"جو کچھ اللہ تعالیٰ (اس طور پر) اپنے رسولؐ کو دوسری بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دلوا دے (جیسے فدک اور ایک حصہ خیبر کا) سو وہ (بھی) اللہ کا حق ہے اور رسولؐ کا اور (آپ کے) قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور غریبوں کا اور

مسافروں کا تا کہ وہ (مال) تمہارے تونگروں کے قبضے میں نہ آجائیں اور رسولؐ تم کو جو کچھ دے دیا کریں، وہ لے لیا کرو اور جس چیز (کے لینے سے) تم کو روک دیں (اور بالعموم الفاظ یہی حکم ہے افعال اور احکام میں بھی) تم رک جایا کرو اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ (مخالفت کرنے پر) سخت سزا دینے والا ہے''۔(حشر:7)

فدک بعنوان ''فَئ'' ہے جس کا تعلق خدا، رسولِؐ خدا، رسولِؐ خدا کے رشتہ داروں، یتیموں، فقراء اور مستحق مسافروں سے ہے۔ سرزمین فدک ابھی پیغمبرؐ خدا کے اختیار میں تھی کہ ارشادِ خداوندی ہوا: (بنی اسرائیل:26)۔

'وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ'

''(اور اے رسولؐ) تم قرابت والے کو اُس کا حق دے دو اور مسکین اور مسافر کو''

بہت زیادہ شیعہ اور سنی مفسرین اور محدثین نے اقرار کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولِؐ خدا نے اپنی بیٹی جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو بلایا اور ساری سرزمین فدک اُنہیں عطا کی۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب فدک کی اراضی اور باغ، پیغمبرؐ خدا کے زیرِ اختیار آچکا اور آپؐ واپس مدینہ پہنچے تو اپنی بیٹی جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پاس آئے اور فرمایا:

''میری بیٹی! اللہ نے فدک کو کافروں سے لوٹا دیا ہے اور میرے اختیار میں دے دیا ہے، اسے میرے لئے مخصوص کر دیا ہے، اب تم جس طرح چاہو، اس سے فائدہ اُٹھاؤ''۔

پھر فرمایا:

''وَ اَنَّهُ قَدْ کَانَ لِاُمِّکِ خَدِیْجَةُ عَلٰی اَبِیْکِ مَهْرٌ وَ اَنَّ اَبَاکَ قَدْ جَعَلَهَا لَکِ بِذٰلِکَ، وَ اَتَحَلَکِ اِیَّاهَا، تَکُوْنُ لَکِ وَلِوَلَدِکِ بَعْدَکِ''.

''تمہاری والدہ کا حق مہر ابھی تمہارے بابا پر ہے اور تمہارے بابا نے اسی واسطے یہ فدک تمہارے اختیار میں دیا ہے تاکہ یہ تمہارے لئے اور تمہارے بعد تمہارے بچوں کیلئے رہے''۔ (بحار الانوار جلد 17، صفحہ 378)

یاد رہے کہ بے شک جنابِ خدیجہؑ نے اپنا حق مہر اپنے مال سے ادا کروا دیا تھا (کیونکہ اُس وقت پیغمبرؐ خدا کے پاس اتنی رقم موجود نہ تھی)۔ لیکن پیغمبرؐ خدا نے چاہا کہ فدک جو رسولؐ خدا کیلئے مخصوص تھا، اُسے جنابِ خدیجہؑ کی وارثہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو عطا کر کے اپنا پرانا قرض ادا کر دیا جائے۔

اس واقعہ سے بھی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی زوجہ مرحومہ جنابِ خدیجہؑ سے بے پناہ محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

خدیجہؑ اور معراجِ پیغمبرؐ

معراج، پیغمبرؐ اسلام کی زندگی کا ایک درخشاں پہلو ہے۔ اس سفر میں رسولِؐ خدا مکہ سے بیت المقدس اور پھر بیت المقدس سے عرشِ الٰہی تک تشریف لے گئے۔ روایات کے مطابق معراج، بعثت کے دوسرے سال یا تیسرے سال ہوا۔ اس کا ذکر یہاں اس لئے ضروری ہے کہ:

روایات اور تاریخ کے مطابق معراج کے سفر کا آغاز بھی جنابِ خدیجہؑ کے گھر سے ہوا، اور اختتام پذیر بھی جنابِ خدیجہؑ ہی کے گھر پر ہوا۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جبرئیلؑ، بُراق کو رات کے وقت جنابِ خدیجہؑ کے گھر لائے۔ پھر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو بُراق کے قریب لائے، اُس پر سوار کروایا اور مکہ سے بیت المقدس تک لے گئے۔

واقعات اور روایات کے مطابق جب رسولِؐ خدا معراج سے واپس تشریف لائے تو پھر بھی جنابِ خدیجہؑ کے گھر ہی آئے۔

یہ واقعہ بھی جنابِ خدیجہؑ کی عظمت کا ثبوت ہے کیونکہ یہ بڑی سعادت ہے کہ رسولِؐ خدا جنابِ خدیجہؑ کے گھر سے ہی گئے اور اُسی گھر میں واپس تشریف لائے۔ لہٰذا اب ہم معراج سے مربوط روایات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرواتے ہیں:

ا۔ جنابِ خدیجہؑ پر خدا کا سلام

ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ جنابِ رسولِؐ خدا نے فرمایا:

''شبِ معراج جب جبرائیل علیہ السلام مجھے آسمانوں کی طرف لے گئے اور وہاں کی سیر کروائی اور جب واپس پہنچے تو میں نے جبرئیلؑ سے کہا کہ اے جبرئیلؑ! بتاؤ تمہاری بھی کوئی حاجت ہے؟''

جبرئیلؑ نے کہا: ''ہاں! یارسولؐ اللہ، میری حاجت یہ ہے کہ خدا کا سلام اور میرا سلام خدیجہ سلام اللہ علیہا کو پہنچادیں''۔

جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زمین پر پہنچے تو خدائے بزرگ کا اور جبرئیلؑ کا سلام خدیجہؑ کو پہنچایا۔ خدیجہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا:

''اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّلَامُ وَمِنْہُ السَّلَامُ وَاِلَیْہِ السَّلَامُ وَعَلٰی جِبْرَئِیْلَ السَّلَامُ''.

''بے شک اللہ کی پاک ذات ہی پر سلام ہے اور اُسی سے ہی سلام ہے اور اُسی کی طرف سلام ہے اور جبرئیلؑ پر بھی سلام ہے''۔

مندرجہ بالا روایت جنابِ خدیجہؑ کے اعلیٰ مقام کی دلیل ہے۔

۲۔ پیغمبرؐ خدا اور خدیجہؑ پر معراج کا اثر

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واقعہ معراج بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب جبرئیلؑ مجھے بہشت کی سیر پر لے گئے تو میں نے وہاں ایک نورانی درخت دیکھا۔ اُس نورانی درخت کے پاس میں نے دو فرشتوں کو دیکھا جو اس کے میوہ جات کو درست کررہے تھے اور اُن کو جمع کررہے تھے۔ اس پر میں نے جبرئیلؑ سے کہا کہ یہ درخت جو وہاں ہے، اس کا مالک کون ہے؟ تو جبرئیلؑ نے کہا کہ اس کا مالک آپؐ کا بھائی علیؑ ہے اور یہ دونوں فرشتے قیامت کے دن تک اس کے پھل کو علیؑ کیلئے جمع کریں گے اور اس کو باندھ لیں گے۔

اس کے بعد میں آگے بڑھا تو وہاں کھجور کے ایک درخت کو دیکھا اور وہاں لگے ہوئے اعلیٰ قسم کے خرمے دیکھے جو گھی (مکھن) سے زیادہ نرم، مشک سے زیادہ خوشبودار اور شہد سے زیادہ میٹھے تھے۔ میں نے وہاں سے ایک خرما لیا اور اُس کو کھایا۔ وہی خرما مائع کی شکل میں میرے صلب میں آیا اور اسی خرمے سے میری بیٹی فاطمہؑ کا نور خدیجہؑ تک منتقل ہوا۔

"فَفَاطِمَةُ حَوْرَاءٌ اِنْسِيَّةٌ فَاِذَا اشْتَقْتُ اِلَى الْجَنَّةِ شَمَمْتُ رَائِحَةَ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَام".

"پس فاطمہؑ انسانی روپ میں جنت کی حور ہے۔ جب بھی میں بہشت کا مشتاق ہوتا ہوں تو میں فاطمہؑ کی خوشبو سونگھ لیتا ہوں"۔

اسی طرح کی اور بھی روایات ہیں جو بعد میں بیان کی جائیں گی۔

۳۔ جنابِ فاطمہؑ کی ولادت

جنابِ خدیجہؑ کے بطنِ اطہر سے جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ولادت اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ جنابِ خدیجہؑ اُس مقامِ اعلیٰ وارفع پر فائز تھیں کہ فاطمہؑ جیسی بیٹی کی ماں بنتیں۔ فاطمہؑ کون؟ وہی جو دنیا و آخرت میں عورتوں کی سردار ہیں۔ اُنؑ کے ہم پایہ قیامت تک کوئی عورت پیدا نہ ہو سکے گی۔ انؑ کی ولادت پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مخاطب کر کے فرمایا:

"لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ وَلَوْلَا عَلِيٌّ لَمَا خَلَقْتُکَ وَلَوْلَا فَاطِمَةُ لَمَا خَلَقْتُکُمَا".

"اے حبیبؐ! اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اور اگر علیؑ نہ ہوتے تو تجھے بھی پیدا نہ کرتا اور اگر فاطمہؑ نہ ہوتیں تو تم دونوں کو بھی پیدا نہ کرتا"۔

جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے نور کا جنابِ خدیجہؑ تک نوری سفر اور آپؑ کی ولادتِ باسعادت کے بارے میں اور بھی بہت سی روایات ملتی ہیں۔ یہ سب جنابِ خدیجہؑ اور جنابِ فاطمہؑ کے اعلیٰ درجات کی بیان گر ہیں۔ اس مطلب کو مزید واضح کرنے کیلئے درج ذیل چند روایات ملاحظہ ہوں:

1۔ تفسیر فرات میں امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام سے روایت کی گئی ہے کہ جب رسولِ خداؐ پر یہ آیت اُتری:

''طُوْبٰی لَھُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ'' (رعد:29)

''طوبیٰ (خوشحالی) اور انجامِ خیر اُن ہی کیلئے ہے''۔

اصحابِ پیغمبرؐ میں سے ایک نے یعنی مقدادؓ نے جنابِ رسولِ خداؐ سے عرض کی:

''یارسولؐ اللہ! طوبیٰ سے کیا مراد ہے؟''

جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ طوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے کہ ایک گھوڑے سوار سو سال تک اُس کے سایہ میں چلتا رہے تو پھر بھی اُس درخت کے سائے کے کنارے تک نہیں پہنچ سکتا۔

سلمان کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ خدا اپنی بیٹی فاطمہؑ سے بہت محبت کا اظہار کرتے تھے۔ رسولِ خداؐ کی ازواج میں سے ایک زوجہ نے کہا:

''یارسولؐ اللہ! آپ اپنی بیٹی فاطمہؑ سے کیوں اس قدر پیار کرتے ہیں؟ اتنا پیار تو آپؐ اپنے خاندان کے کسی دوسرے فرد سے نہیں کرتے؟''

پیغمبرؐ خدا نے جواب میں فرمایا:

''شبِ معراج مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا اور مجھے بہشت کی سیر کروائی گئی تو جبرئیلؑ مجھے طوبیٰ درخت کے پاس لے گئے۔ جبرئیلؑ نے طوبیٰ درخت کا پھل

توڑا اور مجھے دیا کہ میں اُسے کھاؤں۔ میں نے وہ پھل کھالیا۔ پھر جبرئیلؑ نے اپنے ہاتھوں کو میرے دونوں شانوں پر پھیرا اور کہا:

'یا محمدؐ! اللہ تعالیٰ آپ کو بیٹی فاطمہؑ جو بطنِ خدیجہؑ سے پیدا ہوں گی، کی خوشخبری دیتا ہے'۔

رسولِ خداؐ فرماتے ہیں کہ جب میں معراج سے واپس آیا تو فاطمہؑ کا نور خدیجہؑ کو منتقل ہوا۔ اس لئے میں جب بھی جنت کا مشتاق ہوتا ہوں تو میں اپنی بیٹی کو پاس بلاتا ہوں۔ اُس کی خوشبو سے مجھے جنت کی خوشبو آتی ہے۔ فاطمہؑ حَوْرَاءُ اِنْسِیَّۃ تھی یعنی فاطمہؑ انسانی لباس میں جنت کی حور تھیں۔

2۔ دوسری روایت میں جو امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ پیغمبرِ خداؐ اپنی بیٹی فاطمہؑ کو بہت زیادہ پیار کرتے تھے اور چومتے تھے۔ جنابِ عائشہ، پیغمبرِ خداؐ کی فاطمہؑ سے شدید محبت پر معترض ہوتی تھیں۔ اسے اپنے لئے بُرا شگون سمجھتی تھیں اور ناراض ہو جاتی تھیں۔ پیغمبرِ خداؐ نے اپنی شریک حیات جنابِ عائشہ کو فاطمہؑ سے اپنی شدید محبت کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا:

''اے عائشہ! شب معراج مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا۔ وہاں میں بہشت میں داخل ہوا۔ جبرئیلؑ مجھے طوبیٰ درخت کے پاس لے گئے۔ اُس درخت کا پھل اُتار کر مجھے دیا۔ میں نے اُسے کھایا۔ پروردگار نے اُس میوہ کے ذریعے فاطمہؑ کے نور کو میری پشت میں منتقل کر دیا جو بعد میں خدیجہؑ کے بطن سے جنابِ فاطمہؑ کی ولادت کی صورت میں دنیا میں ظاہر ہوا۔ اس واسطے میں جب بھی فاطمہؑ کو چومتا ہوں، مجھے اُس میں سے بہشت کے درخت طوبیٰ کی خوشبو آتی ہے۔

3۔ امام محمد باقر علیہ السلام، جابر بن عبداللہ انصاری سے نقل کرتے ہیں کہ اصحابِ

رسولؐ میں سے ایک صحابی نے پیغمبرؐ خدا سے پوچھا:

''یارسولؐ اللہ! آپ اپنی بیٹی فاطمہؑ سے اتنی محبت کیوں کرتے ہیں؟''

آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور جنت کے سیبوں میں سے ایک سیب مجھے دیا۔ میں نے اُسے کھایا۔ اس طرح نورِ فاطمہؑ مجھ سے خدیجہؑ کے بطن تک منتقل ہوا اور فاطمہؑ کی ولادت کا سبب ہوا۔ اب میں جنت کی خوشبو فاطمہؑ کے وجود سے سونگھتا ہوں۔

اس ضمن میں مزید روایات بھی ملتی ہیں اُن میں سے کچھ یہاں بیان کی جاتی ہیں:

4۔ عمارِ یاسرؓ اس ضمن میں کہتے ہیں کہ ایک روز جنابِ فاطمہ زہراؑ نے علی علیہ السلام سے فرمایا:

''یا امیر المومنینؑ، یا ابوالحسنؑ! اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا۔ میرا نور اللہ کی تسبیح کرتا تھا۔ اللہ نے میرے نور کو جنت کے ایک درخت میں منتقل کیا۔ وہ درخت روشن ہوگیا۔ جب میرے بابا شبِ معراج جنت میں داخل ہوئے تو پروردگارِ عالم نے وحی کے ذریعے حکم فرمایا کہ میرے بابا اُس درخت سے پھل توڑیں اور کھائیں۔ میرے بابا پیغمبرؐ خدا نے اِس حکم پر عمل کیا۔ اس طرح اللہ نے میرے نور کو میرے بابا کے صلب میں منتقل کیا اور پھر یہ نور میری والدہ کے بطن میں منتقل ہوا اور جنابِ خدیجہؑ مجھے دنیا میں لائیں۔ میں اِن حوادث سے پہلے جس نور سے تھی، اِن واقعات و حوادث کے بعد بھی اُسی نور سے رہوں گی''۔

5۔ فضل بن شاذان، سلمان سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں جنابِ بی بی فاطمہؑ کے حضور گیا۔ حسنؑ اور حسینؑ بی بیؑ کے سامنے کھیل رہے تھے۔ اُنؑ کو دیکھ کر میں بہت خوش ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد پیغمبرؐ خدا وہاں جنابِ فاطمہؑ کے

پاس تشریف لائے تو میں نے اُنؑ سے عرض کیا:

''یا رسولؐ اللہ! اِس خاندان کی عظمت کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیے تاکہ ہماری اِن سے عقیدت اور دوستی مزید بڑھ جائے''۔

پیغمبرؐ خدا نے ارشاد فرمایا:

''اے سلمان! شبِ معراج جب مجھے آسمانوں تک سیر کروائی گئی، میں نے جبرئیلؑ کو آسمانوں اور بہشت میں پایا۔ جب میں جنت میں بڑے بڑے محلات اور باغات کو دیکھ رہا تھا تو ایک جگہ میں نے انتہائی اچھی خوشبو سونگھی۔ اس خوشبو کو سونگھنے کے بعد میرا دل شاد ہو گیا۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا:

''اے میرے دوست! مجھے ذرا یہ تو بتاؤ کہ یہ خوشی و شادمانی والی خوشبو جو باقی تمام بہشت کی خوشبوؤں سے افضل ہے، کونسی ہے؟''

جبرئیلؑ نے عرض کی: ''یا محمدؐ، اے اللہ کے رسولؐ! یہ افضل ترین خوشبو ایک سیب کی ہے جسے خدائے بزرگ و برتر نے تین لاکھ سال پہلے اپنے دستِ قدرت سے خلق کیا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ اللہ کا اس سیب کو خلق کرنے کا مقصد کیا تھا؟''

اسی دوران میں نے دیکھا کہ کچھ فرشتے اُسی سیب کو اُس درخت سے اُتار کر میرے پاس لا رہے ہیں۔ فرشتوں نے وہ سیب لا کر عرض کی:

''یا محمدؐ! ہمارا پروردگار خود سلام ہے اور آپ کو سلام بھیج رہا ہے۔ اس سیب کو آپ کی طرف بطورِ تحفہ بھیج رہا ہے''۔

رسولِ خداؐ فرماتے ہیں کہ میں نے اُس سیب کو لے لیا اور جبرئیلؑ کے پروں کے نیچے رکھ دیا۔ جب جبرئیلؑ میرے ہمراہ زمین پر آئے، میں نے وہ سیب لے لیا اور اُسے کھایا۔ اس طرح اس سیب میں جو نور تھا، وہ میری پشت میں منتقل ہو گیا۔

پھر یہی نور خدیجہؑ تک میرے ذریعہ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کے ذریعہ سے اطلاع دی کہ میرے محبوب! میں نے تجھے انسانی شکل میں ایک حور عطا کی ہے اور یہ حور فاطمہؑ ہے۔

ایک سوال اور اُس کا جواب

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اکثر شیعہ محققین یہ نقل کرتے ہیں کہ جنابِ زہرا سلام اللہ علیہا بعثت کے پانچویں سال اس دنیا میں تشریف لائیں جبکہ معراج کا واقعہ بہت سے لوگوں کے اعتقاد کے مطابق بعثت کے پانچویں سال کے بعد رونما ہوا ہے۔ اس صورت میں مندرجہ بالا روایات کس طرح اس سے مطابقت رکھتی ہیں؟

اس سوال کے جواب کیلئے درج ذیل نکات پر توجہ دینا ہوگی:

1۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد معراج کی سعادتیں حاصل کی ہیں۔

2۔ پیغمبرِ خدا کے معراج کے زمانہ میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ بہت سی روایات کے مطابق واقعہ معراج بعثت کے پانچویں سال سے پہلے رونما ہوا ہے۔ انہی روایات میں بعض کے مطابق واقعہ معراج بعثت کے دوسرے یا تیسرے سال ہوا اور بہت سے محققین اسی کو قابلِ اعتبار مانتے ہیں۔

3۔ جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی تاریخ پیدائش کے بارے میں بھی بہت اختلاف پایا جاتا ہے اور یہ ساری روایات بھی اکٹھی کرنے کے قابل ہیں۔ لہٰذا ان تمام پہلوؤں کو اگر مدِ نظر رکھا جائے تو اس سوال کا جواب مل جائے گا۔

رسولِ خدا کی چالیس روز تک جنابِ خدیجہؑ سے جدائی

یہ بات مشہور و معروف ہے کہ جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا بعثت کے پانچویں سال

پیدا ہوئیں۔ بعثت کے چوتھے سال ایک روز پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرزمین اَبطَح میں بیٹھے تھے (ابطح کی سرزمین مکہ اور منیٰ کے درمیان ہے)۔ امیر المؤمنین علیہ السلام، عباسؓ، حمزہؓ، عمارِ یاسرؓ، منذر بن ضحضاح، ابوبکر اور عمر اُنؐ کے پاس موجود تھے کہ اچانک جبرئیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں، جس میں اُنؑ کے پَر مشرق و مغرب تک پھیلے ہوئے تھے، حضورؐ کے سامنے نمودار ہوئے اور کہا:

''یا محمدؐ! پروردگارِ عالم آپؐ پر درود بھیجتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ آپؐ چالیس روز تک خدیجہؑ سے کنارہ کریں''۔

اللہ کا یہ حکم پیغمبرؐ اسلام پر سخت تھا کیونکہ آپؐ خدیجہؑ کو بہت عزیز اور دوست رکھتے تھے۔ لیکن خدا کا حکم ہر چیز پر مقدم ہے اور اُسے ہر حالت میں پورا کرنا تھا۔ چنانچہ حضورؐ چالیس روز تک دن کے وقت روزے سے ہوتے تھے اور ساری رات اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آخری دن آ پہنچا۔ پیغمبرؐ خدا نے یاسر کو جنابِ خدیجہؑ کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا:

''اے خدیجہؑ! کہیں یہ گمان نہ کر لینا کہ میری تم سے موجودہ دوری کسی عدم محبت یا عدم دلچسپی کی وجہ سے ہے بلکہ یہ تو میرے پروردگار کا حکم ہے تاکہ وہ اپنے اَمر کو جاری کرے۔ میری طرف سے سوائے نیکی اور خوبی کے کسی اور چیز کا خیال دل میں نہ لانا۔ میرا پروردگار ہر روز کئی بار تمہاری وجہ سے اپنے فرشتوں کے سامنے فخر و مباہات کرتا ہے۔ لہٰذا جب رات ہو جایا کرے تو گھر کے دروازے کو بند کر لیا کرو اور اپنے بستر میں آرام کیا کرو۔ ہاں! میں فاطمہ بنتِ اسد کے گھر میں ہوں''۔

خدیجہؑ ہر روز کئی دفعہ پیغمبرؐ خدا سے جدائی کی وجہ سے پریشان اور غمگین ہو جاتی تھیں۔ جب چالیس دن مکمل ہو گئے تو جبرئیلؑ پیغمبرؐ کے پاس آئے اور عرض کی:

''یا محمدؐ! اللہ آپؐ پر درود بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ تحفہ لینے کیلئے تیار ہو جائیں''۔

پیغمبرؐ خدا نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ بتاؤ اللہ کا تحفہ کیا ہوگا؟ اس پر جبرئیلؑ نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

اس دوران میکائیل (اللہ کا ایک اور مقرب فرشتہ) آسمان سے نیچے آیا۔ ایک طشت جس پر سندس کا یا استبرقِ بہشتی کا غلاف تھا، ڈھانپا ہوا تھا، رسولِ خداؐ کے پاس لائے۔ جبرئیلؑ نے آپؐ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ آج آپؐ اس غذا سے افطار کریں۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں (پیغمبرؐ ہمارے گھر میں تھے)۔ ہر شام افطار کے موقع پر حضورؐ ارشاد فرماتے تھے کہ گھر کے دروازے کھول دو تا کہ جو بھی گھر میں آنا چاہے اور ہمارے ساتھ افطار کرنا چاہے، آسانی سے آسکے۔ لیکن اُس شب (جس دن جبرئیلؑ لے کر آئے تھے) پیغمبرؐ خدا نے مجھے گھر کے دروازے پر بٹھا دیا اور کہا کہ اے فرزندِ ابو طالبؑ! یہ کھانا وہ ہے جو میرے علاوہ باقی سب پر حرام ہے۔

میں گھر کے دروازے پر بیٹھ گیا اور رسولِ خداؐ اکیلے گھر میں داخل ہوئے۔ لیکن جیسے ہی وہ کپڑا (غلاف) اُس طشت سے پیچھے ہٹایا تو اُس میں ایک کھجور اور ایک انگور کا گچھا دیکھا۔ آپؐ نے وہ کھائے، یہاں تک کہ سیر ہو گئے۔ پھر پانی بھی پیا اور اپنے ہاتھ دھونے کیلئے پھیلائے۔ جبرئیلؑ نے آپؐ کے مبارک ہاتھوں پر پانی ڈالا۔ میکائیل آپ کے ہاتھ دھوتے جاتے تھے اور حضرتِ اسرافیل تولئے کے ساتھ آپؐ کے ہاتھوں کو خشک کرتے جاتے تھے۔ جو غذا باقی بچی، وہ اُن برتنوں کے ساتھ واپس آسمان پر چلی گئی۔ اُس وقت پیغمبرؐ خدا نمازِ نافلہ ادا کرنے کیلئے اُٹھ گئے۔

جبرئیلؑ آپؐ کے پاس آئے اور کہا:

''یا محمدؐ! اس وقت آپ پر نماز حرام ہے، یہاں تک کہ اپنے گھر تشریف لے

جائیں اور اپنی شریک حیات بی بی خدیجہؑ سے وصال کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ عہد کیا ہے کہ آج رات آپؐ کے صلب سے آپ کو ایک فرزند عطا کرے گا''۔

اس طرح رسولِ خداؐ چالیس روز تک خدیجہؑ سے دور رہ کر واپس اپنے گھر تشریف لے گئے۔

ماجرا شبِ وصال (جنابِ خدیجہؑ کی زبان سے)

جنابِ خدیجہؑ کہتی ہیں کہ میں چالیس روز تک تنہائی میں رہ کر اس کی عادی ہوتی جارہی تھی۔ یہ معمول ہوگیا تھا کہ جب رات ہوتی تو میں اپنے بستر پر مقنعہ یا روسری پہن لیتی۔ گھر کے پردوں کو گرا دیتی۔ گھر کے دروازہ کو بند کردیتی اور نماز پڑھنے میں مصروف ہو جاتی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد چراغ کو بجھا دیتی اور اپنے بستر پر استراحت کیلئے چلی جاتی۔ لیکن اُس رات میں ابھی نیم بیدار تھی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور آپ نے دروازے کی زنجیر کو ہلایا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ دروازہ کھٹکھٹانے والا کون ہے؟ اس دروازے کو تو محمدؐ کے علاوہ کوئی نہیں کھٹکھٹاتا۔

رسولِ خداؐ نے بڑی نرم اور شیریں زبان میں فرمایا:

''اے خدیجہؑ! دروازہ کھولئے، میں محمدؐ ہوں''۔

میں خوشی سے اُٹھی، دروازے کو کھولا اور حضورؐ گھر میں داخل ہوئے۔ حضورؐ کا یہ معمول تھا کہ جب بھی گھر میں داخل ہوتے تو پانی والا برتن طلب کرتے۔ اُس سے وضو کرتے اور مختصراً دو رکعت نماز ادا کرتے۔ اس کے بعد بستر خواب پر جاتے لیکن اُس رات آپؐ نے پانی طلب کیا نہ نماز پڑھی۔ سیدھا اپنے بستر پر تشریف لے گئے۔

جنابِ خدیجہؑ کہتی ہیں کہ خدا کی قسم! اُس رات جنابِ فاطمہؑ کا نور میں نے اپنے رحم میں محسوس کیا اور مجھے حمل کا احساس ہوا۔

مرحوم محدث قمی کہتے ہیں کہ چالیس روز تک خدا کے حکم سے پیغمبرؐ کا خدیجہؑ سے کنارہ کشی کرنا اس لئے تھا کہ جنابِ خدیجہؑ اور حضرت محمدؐ اس عظیم تحفہ کو حاصل کرنے کیلئے آمادہ ہو جائیں۔ لہٰذا زیارتِ فاطمہؑ میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس جگہ ہم یہ پڑھتے ہیں:

"وَصَلِّ عَلَى الْبُتُولِ الطَّاهِرَةِ.....فَاطِمَةِ بِنْتِ رَسُولِکَ وَبِضْعَةِ لَحْمِهٖ وَصَمِيمِ قَلْبِهٖ وَفِلْذَةِ کَبِدِهٖ وَالنُّخْبَةِ مِنْکَ لَهُ وَالتُّحْفَةِ خَصَصْتَ بِهَا وَصِيَّهٗ....."

"پروردگار! فاطمہؑ بتولِ پاک پر درود ہو، فاطمہؑ جو تیرے رسولؐ کی بیٹی ہے اور اُس کا ٹکڑا ہے اور اُس کے دل کا چین ہے۔ اُس کا جگر گوشہ ہے جسے تو نے ہی بلندی و بزرگی بخشی اور جسے تو نے اپنے حبیبؐ، اپنے وصی کو تحفہ دیا"۔

پیغمبرؐ خدا کی اس طرح چالیس روز تک جنابِ خدیجہؑ سے جدائی جنابِ فاطمہؑ کی ذاتِ مقدسہ کی بلندی کی دلیل ہے جس کو کھول کر بیان کرنا یہاں ممکن نہیں۔

شاید کھجوروں اور انگوروں سے بھرا طشت جنابِ رسولؐ خدا کی خدمت میں لانے کا مقصد یہ ہو کہ یہ دونوں پھل بہت بابرکت ہیں اور اِن کے بے شمار فائدے ہیں۔ اگر کھجور اور انگور کا دوسرے پھلدار درختوں سے مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اِن سے بہتر بابرکت درخت اور کوئی نہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ یہ دونوں درخت حضرتِ آدمؑ کی اضافی مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔ یہ بھی بعید نہیں کہ یہاں اس کا اشارہ اس طرف بھی ہو کہ اس سے کثرتِ نسل بھی خدا کو مطلوب تھی۔

حدیثِ بالا میں جبرئیل علیہ السلام کا پیغمبر کو یہ کہنا کہ اس وقت نماز حرام ہے، سے مراد نمازِ نافلہ اور مستحب تھی، نہ کہ نمازِ واجب، کیونکہ پیغمبرؐ خدا نے نمازِ واجب تو ان پھلوں کو کھانے سے پہلے ادا کر دی ہوگی۔ البتہ اللہ اپنے ہر حکم کی حکمت کو سب سے بہتر جانتا ہے۔

ولادتِ فاطمۃ الزہراءؑ

شیخ صدوق اپنی کتاب ''امالی'' میں مفضل بن عمر سے نقل کرتے ہوئے اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ جنابِ فاطمہؑ کی ولادت کیسے وقوع پذیر ہوئی؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ جب جنابِ خدیجہؑ نے میرے جدّ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ازدواج کیا تو مکہ کی عورتوں نے (اسلام سے دشمنی کی بناء پر) جنابِ خدیجہؑ سے دوری اختیار کر لی اور انؑ کے گھر آنا جانا بند کر دیا۔ سلام، دعا بند کر دی اور وہ دوسری عورتوں کو بھی جنابِ خدیجہؑ کے گھر آنے کی اجازت نہیں دیتی تھیں تاکہ اُن سے بھی خدیجہؑ نہ مل سکیں۔ اس طرح وہ جنابِ خدیجہؑ پر خوف و ہراس پھیلانا چاہتی تھیں۔ ان سارے حالات و واقعات کو دیکھ کر جنابِ خدیجہؑ ایک دفعہ بہت پریشان ہوگئیں کہ کہیں یہ عورتیں میرے سردارؐ، میرے آقاؐ، رسولِؐ خدا کیلئے کوئی نئی مشکلات پیدا نہ کر دیں۔ جب خدیجہؑ، نورِ فاطمہؑ کی حاملہ ہوئیں تو فاطمہؑ اُس وقت بھی اپنی والدہ سے گفتگو کرتی تھیں اور اُنؑ کو تسلیاں دیتی تھیں۔ جنابِ خدیجہؑ نے اس چیز کو رسولِؐ خدا سے پوشیدہ رکھا ہوا تھا۔ ایک روز رسولِؐ خدا گھر میں داخل ہوئے تو خدیجہؑ کو فاطمہؑ سے باتیں کرتے ہوئے دیکھا تو پوچھا:

''اے خدیجہؑ! آپ کس سے باتیں کر رہی تھیں؟''

خدیجہؑ نے عرض کی: ''اے اللہ کے نبیؐ! میرے بطن میں جو بچہ ہے، میں اُس

سے باتیں کررہی تھیں۔ وہ میرا مونس وغمخوار ہے"۔

رسولِ خدا نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ بچہ لڑکی ہے اور وہ پاک و طاہر ہے۔ خدا جلد ہی میری نسل کو اُس سے جاری کرے گا اور وحی کے ختم ہونے کے بعد اُنؑ کو میرا خلیفہ اور جانشین مقرر کرے گا۔

جنابِ خدیجہؑ نے اپنے ایامِ باربرداری اسی طرح گزارے، یہاں تک کہ جنابِ فاطمہؑ کی ولادت نزدیک ہوگئی۔ جنابِ خدیجہؑ نے قریش اور بنی ہاشم کی عورتوں کو پیغام بھیجا کہ وہ آئیں اور اس موقع پر اُنؑ کی مدد کریں جیسا کہ اِن مواقع پر دوسری عورتوں کی مدد کی جاتی ہے۔

لیکن قریش کی عورتوں نے اور دوسری عورتوں نے اِس پیغام کے جواب میں یہ کہلا بھیجا کہ یتیم ابوطالبؑ (حضرت محمدؐ) سے شادی کے وقت تم نے ہماری بات نہ سنی اور اُنؐ سے شادی کر لی۔ محمدؐ مفلوک الحال تھے، کوئی دولت اور پیسہ نہ تھا، اس لئے ہم نہیں چاہتی تھیں کہ تم اُنؐ سے شادی کرتیں، لہٰذا اب ہم کسی قیمت پر بھی تمہارے پاس نہیں آئیں گی اور نہ ہی کوئی مدد کریں گی۔ اِن حالات سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اوائلِ اسلام میں اس کے کتنے دشمن تھے اور کس کس قسم کی مشکلات کا سامنا تھا۔ قریش کی عورتیں پیغمبرؐ خدا کی شریک حیات کی اس موقع پر مدد کرنا تو درکنار، ملنا بھی گوارا نہ کرتی تھیں۔

جنابِ خدیجہؑ کو جب یہ پیغام ملا تو آپؑ بہت پریشان و غمگین ہوگئیں۔ لیکن اللہ نے اُنؑ کو تنہا نہ چھوڑا اور جنابِ خدیجہؑ نے دیکھا کہ چار عورتیں بلند قامت، جیسے بنی ہاشم سے ہوں، گھر میں داخل ہوئیں۔ جنابِ خدیجہؑ اُن کو دیکھ کر ڈر گئیں۔ اُن عورتوں میں سے ایک نے کہا:

"اے خدیجہؑ! ہمیں دیکھ کر پریشان نہ ہو، ہم اللہ کی طرف سے تمہاری طرف آئی

ہیں۔ ہم تمہاری بہنیں ہیں۔ میں سارہ (حضرتِ ابراہیمؑ کی شریک حیات) ہوں اور یہ آسیہؑ ہیں، مزاحم کی بیٹی، جنت میں یہ آپؑ کی ساتھی ہوں گی اور وہ مریمؑ ہیں، عمران کی بیٹی، وہ کلثوم ہیں، حضرتِ موسیٰؑ کی بہن۔ ہم سب کو خدائے بزرگ نے آپؑ کے پاس اس خاص وقت کیلئے بھیجا ہے تاکہ آپؑ کی مدد کریں"۔

اُس وقت اُن میں ایک جنابِ خدیجہؑ کے دائیں پہلو میں بیٹھ گئیں، دوسری بائیں پہلو میں، تیسری سامنے اور چوتھی پیچھے ہو کر بیٹھ گئیں۔ اُس وقت جنابِ فاطمہؑ پاک و پاکیزہ دنیا میں تشریف لائیں۔ اُس وقت اُنؑ کے نور کی روشن شعائیں مکہ کے ہر گھر پر پڑیں۔ اس دوران جنت کی دس حوریں، ہر ایک کے ہاتھ میں بہشتی طشت تھے اور دوسرے ہاتھ میں آبِ کوثر سے پُر ظروف تھے، گھر میں داخل ہوئیں۔ وہ عورت جو سامنے بیٹھی تھیں، اُنہوں نے فاطمہؑ کو نہلایا اور دو سفید لباس نکالے جن کا رنگ دودھ سے زیادہ سفید تھا اور اُن سے مشک و عنبر سے زیادہ اعلیٰ خوشبو آ رہی تھی۔ ایک لباس جنابِ فاطمہؑ کو پہنایا اور دوسرے کو رُوسری یا مقنعہ کے طور پر باندھا۔ پھر فاطمہ سلام اللہ علیہا کو بولنے کی دعوت دی۔ جنابِ فاطمہؑ نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی اور اس طرح کہا:

"اَشْهَدُاَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ اَبِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ سَیِّدُ الْاَ نْبِیَاءِ وَاَنَّ بَعْلِیْ سَیِّدُالْاَوْصِیَاءِ وَوَلَدَیَّ سَادَةُ الْاَسْبَاطِ"۔

"میں گواہی دیتی ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے اور میرے باباؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور انبیاء کے سردار ہیں اور میرے شوہر اوصیاء کے سردار ہیں اور میرے دو بیٹے

سردارِ اسباط ہیں''۔

اس کے بعد جنابِ فاطمہؑ نے اُن چاروں عورتوں کو سلام کیا اور اُن کو اُن کے ناموں سے بلایا۔ اُن چاروں عورتوں نے بڑی خندہ پیشانی سے جنابِ فاطمہؑ کو دیکھا۔ جنت کی حوروں، ساکنانِ آسمان نے ایک دوسرے کو جنابِ فاطمہؑ کی ولادت کی مبارکباد دی۔ آسمان پر ایک ایسا نور ظاہر ہوا جو فرشتوں نے بھی اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔

اُس وقت اُن عورتوں نے جنابِ خدیجہؑ سے کہا کہ اپنی اس بچی کو، جو پاک و پاکیزہ ہے، مبارک ہے اور ایک بڑی بابرکت نسل کو پھیلانے والی ہے، اپنی گود میں لے لیں۔ جنابِ خدیجہؑ نے بڑی خوشی خوشی جنابِ فاطمہؑ کو گود میں لیا۔

واقعہ شق القمر اور بی بی فاطمہؑ

بعثت کے چوتھے سال کے آخری مہینے اور بعثت کے پانچویں سال کے شروع کے مہینوں میں جنابِ فاطمہؑ کا نور، رحمِ مادر میں تھا۔ یہ وہی ایام تھے جب پیغمبرؐ خدا، مشرکین مکہ کو دعوتِ اسلام دے رہے تھے لیکن کفارِ مکہ کسی صورت اسلام کو قبول کرنے کیلئے تیار نہ تھے۔ اس دوران بڑے سخت اور تلخ واقعات بھی رونما ہوئے۔ ظاہر ہے کہ جنابِ خدیجہؑ بھی اِن واقعات کی موجودگی میں بڑی پریشان ہوئیں۔

جنابِ فاطمہؑ شکم مادر سے اپنی والدہ سے ہم کلام ہوتی تھیں اور اُن کو تسلیاں دیتی تھیں۔ شق القمر کا واقعہ بھی اسی دوران ہوا۔

روایات کے مطابق کفارِ مکہ رسولِ خدا کے پاس اکٹھے ہو کر آئے اور کہنے لگے:

''یا محمدؐ! اگر آپؐ کا دعویٰ سچ ہے تو آپ چودھویں کے چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھائیں تو پھر ہم مان جائیں گے کہ آپؐ واقعی اللہ کے رسولؐ ہیں''۔

پیغمبرؐ خدا نے فرمایا کہ اگر میں تمہارے لئے یہ کام کر دوں تو کیا تم سب ایمان لے آؤ گے؟ وہ سب بولے: جی ہاں۔

اُس رات چاند کی چودھویں تاریخ تھی۔ پورا چاند جگمگا رہا تھا۔ پیغمبرؐ خدا، بارگاہِ ایزدی میں سجدہ ریز ہوئے اور اپنے پروردگار سے کہا کہ پروردگار! یہ لوگ مجھ سے معجزہ طلب کرتے ہیں، میری مدد فرما۔ پیغمبرؐ خدا کی دعا مستجاب ہوئی اور چاند دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ رسولِؐ خدا نے ایک ایک مشرک کو آواز دی کہ آؤ دیکھو، چاند دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ اب

گواہی دو کہ اللہ ایک ہے اور میں اُس کا رسولؐ ہوں۔ مشرکین نے اپنی آنکھوں سے یہ معجزہ دیکھا لیکن اس کو دیکھنے کے بعد بہت سے مشرکین کے کفر میں اضافہ ہو گیا اور کہنے لگے کہ یہ جادو ہے۔ سورۂ قمر کے آغاز کی تین آیات انہی مطالب کو ظاہر کرتی ہیں۔

پیغمبرؐ خدا مشرکین کی اِن باتوں سے دل آزردہ ہو گئے اور گھر واپس لوٹ آئے۔ جنابِ خدیجہؑ نے آپؐ کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا۔ جنابِ خدیجہؑ اُس وقت بہت خوش تھیں، کہنے لگیں:

''اے رسولِؐ خدا! میں نے مکان کی چھت سے آپؐ کا معجزہ دیکھا ہے اور اس سے بھی زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ یہ مولود جو میرے شکم میں ہے، مجھے مضطرب دیکھ کر کہنے لگا:

''یَا اُمَّاہُ! لاَ تَخْشَی عَلٰی اَبِی، وَمَعَہُ رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ''۔

''اے میری امی جان! میرے والد کے بارے میں کوئی خوف دل میں نہ لائیے کیونکہ اُنؐ کے ساتھ پروردگار ہے جو مشرق و مغرب کا پروردگار ہے''۔

پیغمبرؐ خدا مسکرائے اور فرمایا:

''اللہ نے کسی بھی نبی کو ایسا معجزہ نہیں دیا جیسا مجھے عطا کیا ہے''۔

اُس وقت جنابِ ابو طالبؑ نے معجزۂ شق القمر کے بارے میں کچھ اشعار پڑھے۔

نذرِ خدیجۂ اور دستورِ خدا

جب جنابِ خدیجہؑ، نورِ فاطمہؑ سے حاملہ ہوئیں تو مریمؑ کی والدہ حنہ کی طرح اس طرح نذر مانی:

''پروردگارا! میں مریمؑ سے بہتر ہوں اور میرا شوہر محمدؐ، عمران (مریم کے والد) سے بہتر ہیں۔ میں اس بچے کو جو میرے شکم میں ہے، تیری نذر کرتی ہوں (تیرے لئے آزاد کرتی ہوں یعنی بلوغت سے آخری عمر تک دین اور مسجد کی خدمت میں رہے گا اور زاہدوں اور عبادت گزاروں میں سے ہوگا)''۔

جبرئیلؑ، خدا کی طرف سے پیغمبرؐ اکرم کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ جنابِ خدیجہؑ کو بتا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لاَ اِعْتَاقَ قَبْلَ الْمُلْکِ، حَلِّی بَیْنِی وَبَیْنَ صَفِیَّتِی،
فَاَنِّیْ اَمْلُکُھَاوَھِیَ اُمُّ الْاَئِمَّۃِ وَعَتِیْقِیْ مِنَ النَّار۔

''ملکیت سے پہلے آزاد کرنا روا نہیں۔ اس بچے کو میرے اوپر چھوڑ دیں۔ یہ (فاطمہؑ) میری کنیز ہے اور اماموں کی ماں ہیں اور میں نے اُسے آپ سے آزاد کر دیا ہے''۔

وضاحت

جنابِ خدیجہؑ چاہتی تھیں کہ گزشتہ اولیائے خدا کی طرح اور مریمؑ کی والدہ کی طرح، جنہوں نے اپنے بچے کو مسجد الحرام کی خدمت کیلئے وقف کر دیا تھا، یہ (خدیجہؑ) بھی اپنے بچے کو اُسی طرح وقف کر دیں۔ اس طرح بچے کیلئے نذر ماننا ایک احسن عمل سمجھا جاتا تھا۔ جنابِ جبرئیلؑ اللہ کا پیغام لائے، وہ یہ بتانا چاہتے تھے کہ یہ بچہ اللہ کا مال ہے، نہ کہ خدیجہؑ تمہارا۔ تم اس پر تصرف نہیں رکھتیں اور اسے اس طرح نذر نہیں کر سکتیں۔ اپنے بچے کو اس طرح نذر کرنے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ یہ بڑا ہو کر اللہ کا عبادت گزار بندہ بن جائے اور جہنم کی آگ سے نجات پائے۔ خدا کا پیغام یہ تھا کہ فاطمہؑ اپنے مقصد کو پہلے ہی حاصل کئے ہوئے ہے۔ یعنی آتشِ جہنم سے پہلے ہی آزاد ہے اور یہ معصوم اماموں کی والدۂ گرامی ہے۔

اس طرح جنابِ خدیجہؓ اپنی نذر اور عہد سے دستبردار ہوئیں کیونکہ اس طرح نذر ماننے کے مقصد کو یہ فاطمہؑ پہلے ہی بارگاہِ ایزدی سے حاصل کر چکی ہیں۔

اُمّ الآئمہ کے کہنے سے شاید اس طرف اشارہ تھا کہ جس طرح مریم کا بیٹا عیسیٰؑ ایک معصوم پیغمبر اور عظیم رہبر تھے، اسی طرح اس فاطمہؑ کے گیارہ فرزند معصوم اور امام ہوں گے اور یہ سب انہی کی اولاد سے ہوں گے۔

چوتھا حصہ

اولادِ جنابِ خدیجہؑ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جنابِ خدیجہؑ کی اولاد کے بارے میں بہت سی روایات ملتی ہیں جن میں کثیر اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ ساری روایات متقاضی ہیں کہ ان سب کا بغور مطالعہ کیا جائے۔

یہ بات بہت معروف ہے کہ جنابِ خدیجہؑ کے دو بیٹے تھے جن کے نام قاسم اور عبداللہ تھے۔ پیغمبرؐ خدا کے یہ دونوں فرزند بچپن ہی میں ایک (قاسم) بعثت سے پہلے اور دوسرا بعثت کے بعد انتقال کر گئے۔ عبداللہ کو طیب و طاہر کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ کچھ لوگ عبداللہ کے لقب طاہر کو پیغمبرؐ کا تیسرا بیٹا ظاہر کرتے ہیں جو حقیقت میں عبداللہ ہی تھے۔ لہٰذا پیغمبرؐ کے صرف دو ہی بیٹے تھے۔ بیٹیوں میں صرف ایک ہی بیٹی تھیں جن کا نام فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا ہے۔

جنابِ خدیجہؑ کو پیغمبرؐ خدا اکثر وَلُود کے نام سے یاد کرتے تھے۔ (وَلُود اُس خاتون کو کہتے ہیں جو بچے پیدا کرنے کی صلاحیت اور آمادگی رکھتی ہو)۔ چنانچہ روایت کی گئی ہے کہ پیغمبرؐ خدا جنابِ عائشہ سے گفتگو کرتے ہوئے جنابِ خدیجہؑ کی اس طرح تعریف کرتے تھے:

"وَوُلِّدَتْ لِی اِذْ عَقِمْتُم"۔

"خدیجہؑ نے میرے بچے پیدا کئے جبکہ تم اس سے عاجز تھیں"۔

پیغمبرؐ خدا کی بیٹیوں کے بارے میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ تاریخ میں اُم کلثوم اور اُن کی دو بہنوں زینب اور رقیہ کو پیغمبرؐ خدا کی بیٹیاں کہا گیا ہے اور مشہور ہے کہ یہ

جنابِ خدیجہؑ کے پہلے دو شوہروں سے ہیں۔ حقیقت اس کے برعکس ہے کیونکہ اُمِ کلثوم، زینب اور رقیہ جنابِ خدیجہؑ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں تھیں۔ ہالہ کے شوہر کے انتقال کے بعد ہالہ اور اُن کی بیٹیاں بے سہارا رہ گئیں۔ چونکہ جنابِ خدیجہؑ دنیائے عرب میں بہت مالدار خاتون تھیں، لہٰذا انہوںؑ نے اپنی بہن کی بیٹیوں کی سرپرستی قبول کی۔ جب پیغمبرؐ خدا نے جنابِ خدیجہؑ سے شادی کی تو اِن کو پیغمبرؐ خدا کی بیٹیاں کہا جانے لگا۔ چنانچہ یعقوبی نے خود اپنی تاریخ میں جلد 2، صفحہ 16 پر اس کا ذکر کیا ہے۔

اولادِ خدیجہؑ میں اختلاف کے ساتھ ساتھ جنابِ خدیجہؑ کی پیغمبرؐ خدا سے پہلے شادی کے بارے میں بھی بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ پیغمبرؐ خدا سے شادی سے پہلے جنابِ خدیجہؑ نے پہلے ایک شخص عتیق بن عائذ مخزومی سے شادی کی۔ اُس کے فوت ہونے کے بعد ایک شخص بنام زرارہ بن نباش اسدی سے شادی کی۔ اُس کے فوت ہونے کے بعد پیغمبرؐ خدا سے شادی کی۔ لیکن علماء اور محدثین معروف اہلِ سنت اور شیعہ مانند احمد بلاذری و ابوالقاسم کوفی اپنی کتابوں میں اور سید مرتضیٰ کتابِ شافی میں، ابوجعفر تلخیص میں روایت کرتے ہیں کہ پیغمبرؐ خدا نے جب جنابِ خدیجہؑ سے شادی کی تو وہ دوشیزہ تھیں (بحارالانوار جلد 22، صفحہ 191، ریاحین الشریعہ جلد 2، صفحہ 269)۔

علامہ مجلسی اسی چیز کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ اُس مطلب کی مزید تاکید اور تائید کرتی ہے جو دو کتابوں ''البدع'' اور ''الانوار'' میں لکھا ہے کہ رقیہ و زینب (جن کو جنابِ خدیجہؑ کی بیٹیاں کہا جاتا ہے)۔ حقیقت میں جنابِ خدیجہ علیہا السلام کی بہن ہالہ کی بیٹیاں تھیں۔

کتاب ''الاستغاثہ'' میں اس بارے میں ذکر کے بعد یہ لکھا ہے کہ زینب و رقیہ اپنی والدہ ہالہ کی گمنامی اور جنابِ خدیجہؑ کے معروف ہونے کی وجہ سے اُن کو جنابِ خدیجہؑ

کی طرف نسبت دی جانے لگی اور پھر یہ پیغمبرؐ خدا سے کس طرح ممکن ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کی شادی مشرکین سے کردیں۔ اِن واقعات کو بغور مطالعہ کرنے پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ جنابِ خدیجہؑ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں تھیں۔

بہرحال جنابِ خدیجہؑ ایک پُر برکت خاتون تھیں اور پیغمبرؐ خدا سے جواُنؑ کو اولاد ہوئی، اُن میں جنابِ فاطمہؑ ، دونوں جہانوں کی عورتوں کی سردار تھیں اور اتنی بلند مرتبت اور عصمت والی تھیں کہ گیارہ معصوم امام اُنؑ کی نسل سے ہوئے۔ جنابِ خدیجہؑ کی عظمت کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ ایسی عظیم المرتبت بی بی فاطمہؑ کی والدہ تھیں۔

پیغمبرؐ خدا کی ایک حدیث مندرجہ بالا حقائق کی تصدیق کرتی ہے جس میں پیغمبرؐ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

"یَاعَلِیُّ! اُوْتِیْتَ ثَلاَ ثاً لَمْ یُوْتِھِنَّ اَحَدٌ وَلاَ اَنَا!
اُوْتِیْتَ صِھْراً مِثْلِی وَلَمْ اُوْتِ اَنَا مِثْلِی....."

"یاعلیؑ! آپؑ کو تین ایسی فضیلتیں ملی ہیں جو کسی دوسرے کو نہیں دی گئیں، حتیٰ کہ مجھے بھی یہ فضیلتیں نہیں ملیں:

1۔ تم میرے داماد بنے ہو، جیسا تمہیں سسر ملا ہے، ویسا مجھے بھی نہیں ملا۔
2۔ جیسی تمہیں شریک حیات ملی (یعنی میری بیٹی فاطمہؑ) ویسی مجھے بھی نہیں ملی۔
3۔ جیسے بیٹے حسنؑ و حسینؑ تمہیں دیئے گئے، ویسے بیٹے مجھے بھی نہیں دیئے گئے۔ لیکن تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ (احقاق الحق، ج5 ص74، مناقب عبداللہ شافعی، صفحہ 50)۔

پیغمبرؐ خدا کی اس حدیث سے بھی واضح ہے کہ پیغمبرؐ خدا کے صرف ایک داماد تھے

اور وہ حضرت علی علیہ السلام تھے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ رقیہ اور اُمِ کلثوم جناب خدیجہؑ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں تھیں، اُن کے والد کی وفات کے بعد وہ جناب خدیجہؑ کے زیر کفالت آگئیں اور جناب خدیجہؑ کی پیغمبرؐ خدا سے شادی کے بعد وہ حضورؐ کی سرپرستی میں آکر پیغمبرؐ خدا کی بیٹیاں مشہور ہو گئیں۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور مدینہ ہجرت کر لی۔

اسی طرح علامہ سروی (ابن شہر آشوب) سے نقل کرتے ہوئے کتاب ہمان، صفحہ 88 تا 93 میں لکھتے ہیں:

''اِنَّ النبیَّ قَدْ تزوَّجَ خَدِیْجَۃَ وَھِیَ عَذْرَاءُ''۔

نجران کے عیسائیوں کے نمائندوں کے ساتھ مباہلے کا واقعہ بھی اس کا ایک اور ثبوت ہے کہ پیغمبرؐ خدا کی صرف ایک ہی بیٹی تھی۔ ارشادِ خداوندی ہے:

''فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ کُمْ وَنِسَآءَ نَا وَ نِسَآءَ کُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ قف ثُمَّ نَبْتَھِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ''۔ (آلِ عمران: 61)

''(اے میرے رسولؐ) پس تم کہہ دو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو بلاؤ اور ہم اپنے نفسوں کو بلائیں اور تم اپنے نفسوں کو بلاؤ، پھر ہم خدا کی طرف رجوع کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں''۔

مباہلے کے روز پیغمبرؐ خدا نے اپنی بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا، اپنے چچازاد بھائی اور داماد علی ابن ابی طالب علیہما السلام، اپنے نواسوں حسنؑ اور حسینؑ کو ساتھ لیا اور عیسائیوں سے

مباہلہ کیلئے نکل آئے۔

جنابِ خدیجہؑ کے بیٹوں کی وفات اور پیغمبرؐ کی تسلی

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ جنابِ خدیجہؑ کے دو بیٹے تھے جن کے نام قاسم اور عبداللہ تھے، چونکہ عبداللہ اعلانِ بعثت کے بعد دنیا میں آئے، اس لئے انہیں طیب و طاہر کہتے ہیں۔

پیغمبرؐ خدا کے یہ دونوں بیٹے کب فوت ہوئے، اس میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ قاسم چار سال کی عمر میں فوت ہوئے اور عبداللہ اُن کے ایک ماہ بعد فوت ہوئے۔

کچھ دوسرے افراد کا خیال ہے کہ قاسم نے سات سال کی عمر میں وفات پائی اور عبداللہ نے بعثت کے ایک سال بعد وفات پائی۔ آیا پیغمبرؐ خدا کے اِن دونوں فرزندوں نے بعثت سے پہلے وفات پائی یا بعد میں، اس میں بھی اختلاف ہے لیکن زیادہ شواہد یہی ہیں کہ یہ دونوں بیٹے بعثت کے بعد فوت ہوئے۔

جنابِ خدیجہؑ نے اپنی زندگی میں جو سب سے بڑے غم دیکھے، وہ یہی تھے کہ اُن کے بیٹے کم سنی میں فوت ہو گئے۔ جب قاسم فوت ہوئے تو خدیجہؑ نے گریہ کرنا شروع کیا۔ اسی دوران پیغمبرؐ خدا گھر میں داخل ہوئے، رونے کا سبب پوچھا تو جنابِ خدیجہؑ نے بیان کیا۔ اس پر جنابِ رسولِؐ خدا نے فرمایا:

"کیا تمہیں پسند نہیں کہ روزِ قیامت جب تم جنت کے سامنے پہنچو گی تو یہ بچہ وہاں پہنچا ہوا ہو اور تمہارے ہاتھ کو پکڑ کر جنت کے اعلیٰ ترین مقام پر لے جائے؟ یہ سب

مؤمنین کیلئے ہے۔ خدا اس سے بلند و بالا ہے کہ وہ کسی مومن کے دل کا چین لے لے اور وہ مومن اسے رضائے الٰہی سمجھ کر صبر و تحمل کرے اور خدا کا شکر ادا کرے۔

اسی طرح جب عبداللہ (طاہر) فوت ہوئے اور جنابِ خدیجہؑ نے رونا شروع کیا تو پیغمبرؐ خدا نے خدیجہؑ کو تسلی دی اور صبر کی تلقین کی۔ پھر رسولِؐ خدا نے فرمایا:

''اے خدیجہؑ! کیا تمہیں پسند نہیں کہ قیامت کے روز تم طاہر کو بہشت کے دروازے پر کھڑا پاؤ اور وہ تمہارا ہاتھ تھام کر جنت میں اعلیٰ ترین مقام پر لے جائے؟''

خدیجہؑ نے عرض کی: ''کیا واقعی ایسا ہوگا؟''

پیغمبرؐ خدا نے کہا: ''خدا اس سے بہت بلند و بالا ہے کہ وہ کسی مومن کے دل کا میوہ لے لے اور وہ مؤمن اسے رضائے الٰہی قرار دے کر صبر و تحمل کرے، خدا کا شکر ادا کرے، خدا کی حمد بجالائے اور پھر خدا اُسے عذاب دے''۔

یعقوبی اپنی تاریخ میں بیان کرتے ہیں کہ قاسم چار سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ پیغمبرؐ خدا کی اُن کے جنازے پر نگاہ پڑی جبکہ وہ مکہ کے ایک پہاڑ کے کنارے رکھا تھا، حضورؐ نے پہاڑ کی طرف دیکھا اور کہا:

''اے کوہ (پہاڑ)! جو مصیبت قاسم کی موت سے مجھ پر پڑی، وہ تجھ پر پڑتی تو تو ریزہ ریزہ ہو جاتا''۔

قاسم کے فوت ہونے کے ایک ماہ بعد عبداللہ بھی انتقال کر گئے۔ جناب خدیجہؑ نے بہت غم منایا اور رسولِؐ خدا سے پوچھا:

''یا رسولؐ اللہ! اس وقت میرے بیٹے کہاں ہیں؟

پیغمبرؐ خدا نے فرمایا: ''اس وقت وہ بہشت میں ہیں''۔

جنابِ خدیجہؑ نے فرمایا: ''کیا عمل کے بغیر جنت میں؟''

آپؐ نے فرمایا: ''خدا جانتا ہے کہ اگر وہ زندہ رہتے تو سوائے اعمالِ صالح کے اور کچھ انجام نہ دیتے''۔

اس طرح پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ جنابِ خدیجہؑ کے ساتھ شریکِ غم رہے۔ مصائب میں اُنؑ کو تسلیاں دیتے اور قیامت میں اجر عظیم کی خوشخبری دیتے تاکہ خدیجہؑ کے دل کو سکون پہنچے۔

پانچواں حصہ

رحلتِ جنابِ خدیجہؑ
اور اُنؑ کی وصیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رحلتِ خدیجہؑ

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جنابِ خدیجہؑ اپنی اسلام دوستی، ثابت قدمی اور وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے تین سے چار سال تک پیغمبرِؐ خدا اور بنی ہاشم کے ساتھ شعبِ ابی طالب میں شدید اقتصادی محاصرے میں رہیں۔

اُس وقت جنابِ خدیجہؑ کی عمر تقریباً 63 سے 65 سال تھی یعنی بڑھاپے میں تھیں۔ محاصرے میں گزرے ہوئے ایام بہت سخت تھے، خصوصاً اُن افراد کیلئے جو جسمانی طور پر کمزور تھے، اُن پر اس محاصرے نے بہت بُرے اثرات چھوڑے، مثلاً علی علیہ السلام کے والدِ بزرگوار جنابِ ابوطالبؑ پر اور پیغمبرِؐ خدا کی زوجہ جنابِ خدیجہؑ پر۔ حقیقت میں یہ مصائب کسی بھی انسان کی توڑ پھوڑ کیلئے کافی تھے۔ اُن کے اعصاب کو شکستہ کرنے والے تھے۔ اگر ان افراد میں اسلام دوستی، ایثار اور قربانی کا جذبہ نہ ہوتا تو اِن کا ان حالات میں زندہ رہنا بھی مشکل تھا۔ یہ محاصرہ ایک سخت شکنجے سے کم نہ تھا جہاں پر انسان ایک دم نہیں بلکہ آہستہ آہستہ موت کی وادی میں چلا جاتا ہے۔

اسی لئے جب مشرکین نے اس محاصرے کو ختم کرنے کا اعلان کیا اور محاصرین کو آزاد کر دیا تو اس وقت تک جنابِ ابوطالبؑ اور بی بی خدیجہؑ بسترِ مرگ پر پہنچ چکے تھے۔ لہٰذا چند روز زندہ رہے اور تھوڑے دنوں کے فرق سے انتقال کر گئے بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ شہید ہو گئے۔

روایات کے مطابق محاصرہ ختم ہونے کے دو ماہ کے اندر جنابِ ابو طالبؑ نے شہادت پائی اور پھر تین روز بعد جنابِ خدیجہؑ درجۂ شہادت پر فائز ہوئیں۔ بعض روایات کے مطابق جنابِ خدیجہؑ، حضرت ابو طالبؑ کی رحلت کے پینتیس (۳۵) روز یا ایک مہینہ یا چھ مہینے کے بعد انتقال کر گئیں۔ جنابِ ابو طالبؑ بعثت کے دسویں سال دنیا سے رخصت ہوئے اور پینتیس دن بعد جنابِ خدیجہؑ وفات پا گئیں۔ رسولِ خداؐ کے ان دو ہمدردوں کی اچانک موت نے اُنؐ پر گہرا اثر ڈالا اور اُن کو شدید غم ہوا۔ اسی واسطے حضورؐ پاک نے اس سال کو ''عام الحزن''، یعنی غم کا سال قرار دیا۔

ابن ابی الحدید، اہلِ سنت کے مشہور و معروف عالم نقل کرتے ہیں کہ ابو طالبؑ بعثت کے گیارہویں سال کے آغاز میں فوت ہوئے۔

علامہ سروی مناقب میں لکھتے ہیں کہ ابو طالبؑ بعثت کے 9 سال اور 8 ماہ بعد فوت ہوئے۔ محدث راوندی نقل کرتے ہیں کہ ابو طالبؑ بعثت کے دسویں سال کے آخر میں فوت ہوئے اور ان کے تین روز بعد جنابِ خدیجہؑ فوت ہوئیں۔

جب جنابِ خدیجہؑ بستر رحلت پر تھیں، اُس وقت پیغمبرؐ خدا اور اُنؐ کے عزیز آپؑ کی تیمارداری کر رہے تھے۔ اسی دوران ایک واقعہ پیش آیا جس کی روئیداد ہم یہاں بیان کیے دیتے ہیں۔

پیغمبرؐ خدا کا جنابِ خدیجۂ سے آخری کلام

معاذ بن جبل سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسولِ خداؐ جنابِ خدیجہؑ کے بستر کے قریب آئے اور فرمایا:

''اُکرِہُ مَانَزَلَ بِکِ یَاخَدِیْجَۃُ،وَقَدْجَعَلَ اللّٰہُ فِی الْکُرْہِ خَیْراً کَثِیْراً فَاِذَاقَدَّمْتِ عَلٰی ضَرائِرِکِ فَاقْرَأْ ھُنَّ مِنِّی السَّلَامُ''.

''اے خدیجہؑ! جوتم پر رنج و مصیبتیں آئیں، میں اُس پر ناراحت ہوں۔ اللہ نے اِن مصائب و تکالیف میں تمہارے لئے بہت بڑا اجر رکھا ہے۔ جب تم (جنت میں) اپنی ساتھیوں (ہمدم) سے ملاقات کرو تو اُن کو میرا سلام کہنا''۔

خدیجہؑ نے عرض کی: یا رسولؐ اللہ! میری ہمدم کون ہوں گی؟ پیغمبرؐ نے فرمایا: وہ ہیں مریمؑ بنت عمران، آسیہؑ بنت مزاحم اور کلیمہ (کلثوم) موسیٰؑ کی بہن۔

خدیجہؑ نے کہا:

''بِالرِّفَاءِ وَالْبَنِیْنُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ''.

''مبارک ہو یا رسولؐ اللہ''۔

انہی دنوں میں رسولِؐ خدا نے جنابِ خدیجہؑ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ کیا تم نہیں جانتیں کہ خدا نے بہشت میں مجھے تمہارا ہمسر قرار دیا ہے؟''

جنابِ فاطمہؑ کی شادی کے بارے جنابِ خدیجہؑ کی وصیت

اسماء بنت یزید بن سکن (جن کی کنیت اُمِ سلمہ ہے اور یہ پیغمبرؐ خدا کی زوجہ بھی تھیں) کہتی ہیں کہ خدیجہؑ بستر مرگ پر تھیں تو میں اُنؑ کی عیادت کیلئے گئی۔ جب جنابِ خدیجہؑ نے مجھے دیکھا تو رونا شروع کر دیا۔ میں نے کہا کہ کیا موت کی وجہ سے رو رہی ہیں یا اس واسطے رو رہی ہیں کہ آپؑ سرورِ دو جہاں کی زوجہ ہیں اور عورتوں کی سردار ہیں اور پیغمبرؐ

خدا نے آپ کو بہشت کی خوشخبری دی ہے؟

جنابِ خدیجہؑ نے کہا کہ میرا رونا، میرا گریہ کرنا موت کے ڈر سے نہیں بلکہ میرا رونا میری بیٹی فاطمہؑ کی وجہ سے ہے کیونکہ شبِ زفاف ہر لڑکی کو کسی عورت کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اُس کی مدد کرے اور اُس کی رازدار رہے، اُس کی ضروریات کو پورا کرے، لیکن فاطمہؑ ابھی بڑی نہیں ہوئی، میں پریشان ہوں کہ فاطمہؑ کی شبِ عروسی کوئی بھی نہ ہوگا جو اُس کی ماں کی جگہ سرپرستی کرے۔

اسماء کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی: اے میری سردار! میں تمہاری جگہ ماں کا کردار ادا کروں گی اور فاطمہؑ کی سرپرستی کروں گی۔

یہ وعدہ میرے ذہن میں تھا کہ خدیجہؑ وفات پاگئیں۔ پھر مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت ہوئی اور بالآخر جنابِ فاطمہؑ کی عروسی (ہجرت کے دوسرے سال جنگِ بدر سے تھوڑی دیر بعد) کا موقع آ گیا۔ عروسی کی رسوم ادا ہونے کے بعد پیغمبرؐ خدا نے تمام عورتوں کو اپنے اپنے گھروں کو جانے کا حکم دیا۔ سب عورتیں چلی گئیں لیکن میں اپنے خدیجہؑ سے کئے ہوئے وعدے کے مطابق رُک گئی۔ پیغمبرؐ اسلام نے مجھے تاریکی میں دیکھا اور کہا کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا: میں اسماء ہوں۔

پیغمبرؐ نے فرمایا: ''کیا میں نے یہ حکم نہیں دیا تھا کہ سب گھروں کو چلے جائیں؟''

میں نے عرض کی: ''یارسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، آپؐ نے ایسا ہی حکم دیا تھا اور میں بھی آپؐ کے حکم کی مخالفت کا ارادہ نہیں رکھتی، لیکن میں نے خدیجہؑ سے ایک وعدہ کیا ہوا ہے۔ پھر میں نے خدیجہؑ سے اپنے وعدے کا واقعہ پیغمبرؐ اسلام کو سنایا۔

آپؐ نے جیسے ہی خدیجہؑ کا نام سنا اور پھر اُنؑ کی وصیت سنی تو بے اختیار رو شروع کر دیا اور مجھے کہا کہ کیا تم اپنے وعدے کو پورا کرنے کیلئے یہاں رکی تھیں؟ میں نے

عرض کی: خدا کی قسم! جی ہاں۔ پیغمبرِ خدا نے میرے حق میں دعا کی۔

جنابِ خدیجہؓ اور موت

باوجود اس کے کہ جنابِ خدیجہؓ نے اسلام کی خاطر بہت قربانیاں دی تھیں اور پیغمبرِ خدا کی طرف سے بار بار اُن کو جنت کی بشارت ملی تھی، پھر بھی موت کے وقت خائف تھیں کہ اُس خدائے بزرگ کے دربار میں وہ اپنے آپ کو بندۂ ناچیز سمجھتی تھیں۔ وہ دعا کرتی تھیں کہ عالم برزخ میں اور قبر میں اُن پر خدا کی رحمتیں ہوں اور خدا اُن سے راضی ہو۔ اسی لئے جنابِ خدیجہؓ نے پیغمبرِ خدا سے درخواست کی کہ وہ اُن کیلئے دعا کریں، خدا کے حضور طلبِ مغفرت کریں اور موت کے وقت، قبر میں اُتارتے وقت اور دیگر اُمور کے وقت خدا سے خصوصی دعا کریں۔

اُس وقت جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی عمر تقریباً پانچ سال تھی اور خدیجہؓ جنابِ رسولِ خدا سے کچھ مانگتے ہوئے شرم محسوس کر رہی تھیں۔ اس لئے فاطمہؑ کو واسطہ بنایا اور کہا:

''بیٹی! اپنے باباؑ کے پاس جاؤ اور کہو کہ اپنے ایک لباس سے میرا کفن بنا دیں اور قبر میں اُتارتے وقت وہی میرا لباس اور کفن ہو''۔

جنابِ فاطمہ اس میں واسطہ بنیں اور اُنؓ کی یہ درخواست قبول ہوئی۔ جنابِ خدیجہؓ یہ اس لئے چاہتی تھیں کہ پیغمبرِ خدا کا لباس اُنؓ کیلئے باعثِ رحمتِ خدا ہوگا، اُنؓ کی قبر کو نورانی کر دے گا اور خدا کی رضا کا موجب بھی ہوگا۔

رحلتِ خدیجہؓ

معتبر روایات کے مطابق جنابِ خدیجہؓ نے دس رمضان المبارک، بعثت کے دسویں سال اس جہانِ فانی سے رحلت فرمائی۔ تھوڑے ہی عرصے میں پیغمبرِ خدا کے دو

بہترین دوست اور ہمدرد یعنی حضرت ابوطالبؑ اور جنابِ خدیجہؑ اُٹھ گئے۔ اِن کی جدائی آپؐ کے لئے بڑی سخت تھی۔ آپؐ بہت غمگین اور پریشان ہوئے۔ اسی لئے حضورؐ نے اس سال کو ''عام الحزن'' قرار دیا۔

اسی کے بارے میں علامہ طبرسی لکھتے ہیں:

''وَرَدَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَمْرانِ عَظِیْمانِ وَجَزِعَ جَزَعاً شَدِیْداً''.

جنابِ ابوطالبؑ اور بی بی خدیجہؑ کی رحلت پیغمبرؐ خدا کیلئے دو فاجعہ عظیم تھے کیونکہ اس سے پیغمبرؐ خدا بہت بیتاب اور غمگین ہوئے۔

علامہ مجلسیؒ اس بارے میں لکھتے ہیں:

''فَلَزِمَ بَیْتَہُ وَاَقَلَّ الْخُرُوْجَ''.

اس دوران پیغمبرؐ خدا خانہ نشین ہوگئے اور بہت کم گھر سے باہر نکلتے تھے۔

ماں کی وفات پر جنابِ فاطمہؑ کیلئے خدا کا پیغام

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب جنابِ خدیجہؑ نے رحلت فرمائی تو جنابِ فاطمہؑ اپنے بابا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتی تھیں:

''جَعَلَتْ فَاطِمَۃُ تَلُوْذُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ وَتَدُوْرُ حَوْلَہُ، وَیَقُوْلُ یَااَبَہ! اَیْنَ اُمِّیْ؟''

''جنابِ فاطمہؑ اپنے باباؐ کے لئے پناہ مانگتی تھیں اور اُنؐ کے گرد چکر لگاتی اور کہتی

تھیں: باباؐ! میری اماں کہاں ہیں؟"

اس دوران جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور پیغمبرِؐ خدا سے عرض کی:

"آپ کا پروردگار آپ کو حکم دے رہا ہے کہ فاطمہؑ کو سلام پہنچادیں اور اُن سے کہیں کہ آپؑ کی والدہ بہشت میں ہیں اور ایسے گھر میں ہیں جو بلورین سے بنایا گیا ہے۔ اُس کے ستون یاقوتِ سرخ کے ہیں، اُس کے پائے سونے کے ہیں اور یہ گھر آسیہؑ اور مریمؑ کے گھروں کے درمیان واقع ہے"۔

جنابِ فاطمہؑ نے کہا کہ خدا پر سلام ہے اور اُس سے ہی سلام ہے اور اُسی کی طرف سے سلام ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جنابِ فاطمہؑ نے اپنے باباؐ سے عرض کی:

"باباؐ جان! میری اماں کہاں ہیں؟"

پیغمبرِؐ خدا نے جواب دیا:

"فِیْ بَیْتٍ مِنْ قَصَبٍ"

وہ شفاف شیشے (بلورین) کے گھر میں ہے جس میں کوئی رنج ہے نہ بے آرامی۔ اِن کے قریب مریمؑ اور آسیہؑ ہوں گی۔

جنابِ فاطمہؑ نے پوچھا کہ قصب سے مراد عام گھر ہے؟

پیغمبرِؐ خدا نے جواب دیا کہ نہیں۔ وہ گھر قیمتی پتھروں مثلاً لؤلؤ، یاقوت اور ہیروں سے سجایا گیا ہے۔

جنابِ خدیجہؑ کا کفن خدا کی طرف سے

کتاب "الخصائص الفاطمیہ" میں درج ہے کہ مشہور روایت کے مطابق جس

وقت جنابِ خدیجہؑ کی رحلت ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت کے فرشتے جنابِ خدیجہؑ کیلئے ایک مخصوص کفن لے کر رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ ایک طرف تو جنابِ خدیجہؑ کیلئے باعثِ رحمت و برکت تھا اور دوسری طرف رسولِ خداؐ کیلئے باعثِ تسلی و فخر تھا کہ یہ عمل جنابِ خدیجہؑ کے اعلیٰ درجات کا ثبوت تھا۔

پیغمبرِ خداؐ نے جنابِ خدیجہؑ کے پاک و مطہر پیکر خاکی کو اُس کفن میں لپیٹا اور پھر جنازے کو ساتھیوں کے ہمراہ قبرستانِ معلیٰ، جو دامنِ کوہِ حجون میں واقع ہے اور مکہ سے اونچائی پر ہے، کی طرف لے گئے تاکہ اُنؑ کو اپنی والدہ ماجدہ بی بی آمنہ کی قبر کے پاس دفن کردیں۔ وہاں جنابِ خدیجہؑ کیلئے قبر بنائی گئی۔ جنابِ رسولِ خداؐ خود اُس قبر میں تشریف لے گئے اور لیٹ گئے، پھر باہر آئے اور اُس قبر میں جنابِ خدیجہؑ کے پاک پیکر کو رکھ دیا اور سپردِ خاک کردیا۔

علامہ مجلسیؒ بحارالانوار میں اور بہت سے دوسرے علماء بھی لکھتے ہیں کہ اُس وقت تک نمازِ جنازہ واجب نہیں ہوئی تھی، اس لئے نمازِ جنازہ نہ پڑھی گئی۔ اس لئے جب قبر تیار ہوگئی تو پیغمبرِ خداؐ قبر میں داخل ہوئے اور میّت کو سپردِ خاک کردیا۔

جنابِ خدیجہؑ کی موت کا پیغمبرؐ کو شدید صدمہ

پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جنابِ خدیجہؑ کی موت اور جدائی کا شدید صدمہ پہنچا کیونکہ جنابِ خدیجہؑ پچھلے پچیس سال سے دن رات حضورؐ پاک کی خدمت کررہی تھیں۔ ہر مصیبت کی گھڑی میں وہ اپنے شوہر کیلئے سہارا تھیں۔ ہر غم میں شریک تھیں۔ جب پیغمبرؐ مشرکین کی چالوں سے پریشان ہوجاتے تو خدیجہؑ آپ کو تسلیاں دیتیں اور پہاڑ کی

طرح اُن چالوں کا مقابلہ کرنے کیلئے ڈٹ جاتیں۔ شادی کے دن سے اپنی ساری دولت اسلام کی ترقی کیلئے نچھاور کرنا شروع کردی۔ اسی لئے مخالفین اپنی نت نئی سازشوں کے باوجود اسلام کی ترقی میں رکاوٹ نہ بن سکے۔ حقیقت میں جنابِ خدیجہؑ اور حضرت ابو طالبؑ اسلام اور پیغمبرؐ کے لئے بہت بڑا دفاع تھے۔ اسی لئے جب پیغمبرؐ اسلام جنابِ خدیجہؑ کو دفن کرنے کے بعد گھر گئے تو کمسن فاطمہؑ کو دیکھا جو بغیر ماں کے سہارے کے رہ گئیں۔ ایک دفعہ پیغمبرؐ خدا بہت پریشان ہو گئے کیونکہ پچیس سال کی شریک حیات اب اُن کو گھر میں خوش آمدید کہنے کیلئے موجود نہ تھیں۔ خدیجہؑ کی جگہ خالی دیکھ کر غمگین ہو گئے۔ پیغمبرؐ کے لئے یہ مصیبت اتنی بڑی تھی کہ شاید خدائے بزرگ کے علاوہ اور کوئی نہ سمجھ سکتا۔ پیغمبرؐ خدا کی پوری زندگی میں اس سے بڑا حادثہ ابھی تک نہیں ہوا تھا۔ اسی لئے اس کی تلخی حضورؐ کے لئے جگر سوز اور کمر شکن تھی۔ آپؐ نے اس سال کو غم کا سال قرار دیا۔ جنابِ خدیجہؑ کی وفات کے بعد رسولِ خداؐ اپنی اس شریک حیات کی عظمتوں کو بہت یاد کرتے تھے اور جب بھی آپؐ کے سامنے خدیجہؑ کا نام لیا جاتا، آپؐ کے چہرے پر غم واندوہ کے آثار نمایاں ہو جاتے اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگتے۔

جنابِ خدیجہؑ کی دین اسلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت بہت اہمیت کی حامل تھی۔ آپؑ عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لائی تھیں، اس لئے پہلی مسلمان خاتون تھیں۔ آپؑ کی ہمت اور قربانیوں کی اہمیت مولا امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی تلوار سے کم نہ تھی۔ اسی لئے پیغمبرؐ ان کو زندگی بھر نہ بھولے اور یہ موت اُنؐ کے لئے ایک غیر معمولی حادثہ تھی۔

پیغمبرؐ خدا کا اس قدر غم منانا ازخود جنابِ خدیجہؑ کی عظمت کا ثبوت ہے کیونکہ جنابِ خدیجہؑ کی وفات سے اسلام کا پُر وقار اور محکم ستون گر گیا۔ ان سے پہلے حضرت ابو

طالب علیہ السلام کی وفات بھی پیغمبرؐ خدا کیلئے کم مصیبت نہ تھی۔ اب نئے حالات میں جب پیغمبرؐ کے دو بہترین دوست، ہمدرد اور مددگار بہت ہی کم عرصہ میں جدا ہو گئے تھے تو پیغمبرؐ کا مکہ میں ٹھہرنا مشکل ہو گیا۔ لہٰذا انہی وجوہات کی بناء پر آپ کو بعد میں ہجرت کرنا پڑی۔

اس سلسلہ میں جتنا بھی کہیں، وہ کم ہے، جتنا لکھیں کم ہے۔ کس طرح ممکن ہے کہ پیغمبرؐ خدا کے غم واندوہ کو چند الفاظ میں بیان کر دیں!

قبرِ مطہر جنابِ خدیجہؑ

جنابِ خدیجہؑ کی قبر مکہ میں قبرستانِ حجون میں، جو آجکل قبرستانِ معلیٰ کے نام سے مشہور ہے، میں واقع ہے۔ حضرت عبدالمطلب اور حضرت ابو طالبؑ کی قبریں بھی اسی قبرستان میں ایک دو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہیں۔

مسلمانوں نے 727 ہجری قمری میں حضرتِ خدیجہؑ کی قبر پر مزار بنانا شروع کیا۔ مکہ کے لوگ اور دوسرے زائرین قبر کے پاس آتے، دعائیں مانگتے اور اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کی باتیں کرتے۔ جنابِ خدیجہؑ کے ساتھ ادب واحترام کا اظہار کر کے اُنؑ کی شان میں بڑے فصیح و بلیغ قصیدے، جو عرب شعراء نے لکھے، اُن کو پڑھتے اور اُن کے کتبے وہاں آویزاں کرتے، عید میلاد النبیؐ کے موقع پر بھی لوگ جنابِ خدیجہؑ کی قبر پر جاتے اور گلہائے عقیدت نچھاور کرتے خوشی و شادمانی کا اظہار کرتے۔ یہ سلسلہ 1344 ہجری قمری تک جاری رہا، یہاں تک کہ اربابِ حکومت نے اسے شرک کا نام دے کر مسمار کروا دیا۔ اُس وقت سے لے کر آج تک یہ قبرستان بھی قبرستانِ بقیع کی طرح خراب اور ویران پڑا ہے۔ حکومتِ وقت کسی قبر کو بھی عزت و آبرو کے ساتھ بنانے کی اجازت نہیں دیتی۔ قبروں کی شناخت کیلئے پتھر بھی لگانے کی اجازت نہ ہونے کی وجہ سے نئے زوّاروں کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ قبرستانِ ابو طالبؑ، شعب ِابی طالب سے جدا ہے کیونکہ شعبِ ابی طالب کعبہ کے نزدیک کوہِ ابوقبیس کے عقب میں واقع ہے جبکہ قبرستانِ ابو طالب (معلیٰ) کعبہ سے ایک کلومیٹر بالائے کعبہ واقع ہے۔

جنابِ ابوطالبؑ کی جدائی پیغمبرؐ کیلئے سخت تھی

حضرتِ ابو طالب علیہ السلام اور جنابِ خدیجہؓ کی وفات کو ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ مکہ کے کفار ومشرکین کے حوصلے بڑھ گئے۔ ایک روز پیغمبرِ خدا مکہ کے ایک محلے سے گزر رہے تھے کہ راستے میں ایک کافرومشرک نے آپؐ کے سر پر کوڑا کرکٹ سے بھرا برتن الٹ دیا۔ ماضی میں جب بھی ایسا کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آتا تھا تو پیغمبرِ خدا فوراً گھر آجایا کرتے تھے۔ گھر میں داخل ہوتے ہی جنابِ خدیجہؓ بڑی خندہ پیشانی سے اور مہر ومحبت سے آپؐ کے سر کو دھویا کرتی تھیں۔ جنابِ خدیجہؓ کی یہ مہربانی ومحبت آپؐ کے زخموں کا مداوا بن جایا کرتی تھی۔ اس دفعہ جب پیغمبرِ خدا گھر پہنچے تو خدیجہؓ نہ تھیں۔ وہ تو اگلے جہان کو سدھار چکی تھیں۔ اب اُنؐ کی کمسن بیٹی جنابِ فاطمہؑ موجود تھیں۔ جب بی بی فاطمہؑ نے اپنے والد کی یہ حالت دیکھی تو فرطِ غم سے رونا شروع کردیا اور باباؐ کے سر کو پانی سے دھویا۔ اس پر رسولِ خدا نے فرمایا:

''میری بیٹی فاطمہؑ! گریہ نہ کرو، خدائے بزرگ و برتر تمہارے باپ کو دشمنوں کے شر سے بچائے گا''۔

جنابِ خدیجہؓ کی جدائی پیغمبرؐ کے لئے سخت تکلیف دہ تھی۔ وہ اکثر اپنی شریک حیات کی مہربانیوں اور قربانیوں کو یاد کرکے آنسو بہایا کرتے تھے۔

جنابِ ابو طالبؑ اور جنابِ خدیجہؑ کی موت پر حضرت علیؑ کا نوحہ

اَعَیْنَیَّ جُودَا بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکُمَا عَلٰی ھَالِکَیْنِ لَا تَرٰی لَھُمَا مِثْلاً

عَلٰی سَیِّدِ الْبَطْحَاءِ وَابْنِ رَئِیْسِھَا وَسَیِّدَۃِ النِّسْوَانِ اَوَّلُ مَنْ صَلّٰی

مُھَذَّبَۃ قَدْ طَیَّبَ اللّٰہُ خِیْمَھَا مُبَارَکَۃ وَاللّٰہُ سَاقَ لَھَا الْفَضْلَا

قَبِتُّ اُقَاسِی الْھَمَّ وَالثُّکْلَا مُصَابِھِمَا اَدْحٰی اِلَی الْجُوْدِ الْھَوَا

لَقَدْ نَصَرَا فِی اللّٰہِ دِیْنَ مُحَمَّدٍ عَلٰی مَنْ بَغٰی فِی الدِّیْنِ قَدْ رَعَیَا الْاَلا

''اے میری دونوں آنکھو! آنسو بہاؤ، خدا ان کو تمہارے لئے مبارک قرار دے، اُن کیلئے (جنابِ ابوطالب اور بی بی خدیجہؑ) جن کو خدا نے بے مثل بنایا ہے۔

اُن پر آنسو بہاؤ جو سرورِ بطحا تھے اور مکہ کے سردار کے بیٹے (ابوطالبؑ) تھے اور اُن پر آنسو بہاؤ جو سیدۃ النساء یعنی عورتوں کی سردار (جنابِ خدیجہؑ) تھیں اور جنہوں نے سب سے پہلے (پیغمبرؐ کے پیچھے) نماز پڑھی۔

وہی پاک بی بیؑ جس کے وجود کو اللہ نے پاک و مطہر بنایا جو بڑی بابرکت تھیں اور خدا نے اُنہیں بڑے فضائل و درجات سے نوازا ہے۔

رات کردی اس حال میں کہ میں ان دو بزرگواروں کی رحلت اور فراق پر غمگین ہوا۔ اب دن رات میرا یہی وظیفہ ہے۔

اِن دو افراد نے آئین محمدی کی مدد صرف رضائے الٰہی کیلئے کی اور ظالموں، باغیوں کا آخری دم تک مقابلہ کیا''۔

قبرِ خدیجہؑ پرامام حسینؑ کا گریہ

امام حسین علیہ السلام نے پچیس بار مدینہ سے مکہ تک حج وعمرہ کیلئے پیادہ سفر کیا۔ روایت ہے کہ ایک سفر میں انس بن مالک بھی ہمراہ تھا۔ وہ کہتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام اپنی جدہ جنابِ خدیجہؑ کی قبر کے پاس آئے اور وہاں رونا شروع کیا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ مجھ سے فاصلہ اختیار کرو۔ میں کچھ فاصلے پر چلا گیا تو امامؑ نے نماز شروع کی۔ نماز لمبی ہوئی اور اُس میں آپؑ نے خدا کی مناجات پڑھنی شروع کی جو یہ ہے:

يَارَبِّ يَارَبِّ اَنْتَ مَوْلَاهُ فَارْحَمْ عُبَيْدًا اِلَيْكَ مَلْجَاهُ
يَاذَاالْمَعَالِي عَلَيْكَ مُعْتَمِدِي طُوبٰى لِمَنْ كُنْتَ اَنْتَ مَوْلَاهُ
طُوبٰى لِمَنْ كَانَ خَائِفًا اَرِقًا يَشْكُواالٰى ذِى الْجَلَالِ بَلْوَاهُ
وَمَا بِهِ عِلَّةٌ وَلَا سُقْمٌ اَكْثَرُ مِنْ حُبِّهِ لِمَوْلَاهُ
اِذَااشْتَكٰى بَثَّهُ وَ غُصَّتَهُ اَجَابَهُ اللّٰهُ ثُمَّ لَبَّاهُ
اِذَاابْتَلٰى بِالظَّلَامِ مُبْتَهِلًا اَكْرَمَهُ اللّٰهُ ثُمَّ اَدْنَاهُ

''اے پروردگار، اے میرے مولیٰ! اپنے ایک ضعیف و کمتر بندے پر رحم فرما جس کی پوری آس تجھ پر ہے۔ اے خدائے بزرگ، اے صاحبِ کمالات وجلالت، وہ کتنا خوش نصیب ہے جس کا تو مولا و مددگار ہے۔ کتنا خوش نصیب ہے جو تجھ سے ڈرتا ہے اور شب زندہ دار ہے اور اپنی مشکلات کو تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہے اور تجھ ہی سے اُن سے رہائی کیلئے مدد چاہتا ہے۔ ایسے شخص کی کوئی پریشانی و بیماری اُس کے مولا سے عشق سے بڑی نہیں۔ جب بھی وہ بارگاہِ خداوندی سے ان مشکلات کے رفع کیلئے دعا مانگتا ہے، خدا اُس کی دعا کو قبول کرلیتا ہے اور اُس کی تمناؤں کو پورا کرتا ہے۔ جب بھی ظالموں اور ستمگروں

کے ظلم سے تنگ آ کر تیری طرف رجوع کرتا ہے، اُس وقت خدا اُس کے درجات کو بلند کرتا ہے اور اُسے اپنے نزدیک کر لیتا ہے"۔

جب امامؑ کی مناجات یہاں پہنچی تو اُنؑ کا جواب بھی سنا گیا جس کو شاعر نے اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے:

لَبَّیکَ لَبَّیکَ اَنتَ فِی کَنَفِی وَ کُلَّمَا قُلتَ قَد عَلِمنَاهُ

صَوتُکَ تَشتَاقُهُ مَلَائِکَتِی فَحَسبُکَ الصَّوتُ قَد سَمِعنَاهُ

دُعَاکَ عِندِی یَجُولُ فِی حُجُبٍ فَحَسبُکَ السَّترُ قَد سَفَرنَاهُ

لَو هَبَّتِ الرِّیحُ فِی جَوَانِبِهِ خَرَّ صَرِیعاً لَمَا تَغشَاهُ

سَلنِی بِلَا رُغبَةٍ وَلَا رَهَبٍ وَلَا حِسَابٍ اِنِّی اَنَا اللّٰهُ

"اے میرے بندے! ہاں، تو میرے نزدیک ہے اور میری پناہ میں ہے اور جو کچھ تو نے کہا ہے، میں اُسے جانتا ہوں۔

میرے فرشتے تیری آواز کے مشتاق ہیں۔ تیری آواز کی عظمت کیلئے یہی کافی ہے کہ ہم نے تیری آواز سن لی۔

تیری دعائیں میرے پاس (نور کے) حجابوں میں پہنچی ہیں اور تیرے لئے یہی کافی ہے کہ ہم اُسے حجابوں سے نکال کر ظاہر کر رہے ہیں۔

جب یہ دعائیں اپنی گردش میں ایک مقام پر پہنچتی ہیں، اگر اُس مقام پر کوئی شخص ہو تو وہ انوارِ الٰہی کی ضو میں بیہوش ہو جائے۔

بغیر کسی خوف اور وحشت کے اور بغیر کسی حساب کے ڈر کے مجھ سے مانگ کیونکہ میں ہی تیری حاجات کو پورا کرنے والا ہوں"۔

عالمِ برزخ میں خدیجہؑ کا مقام

جہانِ ہستی میں تین عالم پائے جاتے ہیں:

1۔ عالمِ دنیا　　2۔ عالمِ برزخ　　3۔ عالمِ قیامت وآخرت

عالمِ برزخ کا زمانہ انسان کی موت سے شروع ہوتا ہے اور قیامت بپا ہونے تک چلتا ہے۔ اس چیز کو اللہ تعالیٰ سورہ مومنون، آیت 100 میں یوں واضح فرماتا ہے:

''وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ''.

''اور اُن کے پیچھے (موت کے بعد) عالمِ برزخ ہے قیامت تک کیلئے''۔

عالمِ برزخ میں نیک مؤمنین کیلئے اللہ کی رحمتیں اور نعمتیں ہیں لیکن کافروں اور مجرموں کیلئے عذابِ الٰہی ہے۔ یہ حالت قیامت تک برقرار رہے گی۔ بہت سی روایات ملتی ہیں جن سے عالمِ برزخ میں جنابِ خدیجہؑ کے مقام اور عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ یہاں اُن میں سے منتخب روایات بیان کی جاتی ہیں:

1۔ قصرِ خدیجہؑ

جب رسولِ خداؐ بسترِ رحلت پر تھے اور اپنی عمر کے آخری لمحات گزار رہے تھے، اُس وقت جنابِ فاطمہؑ اُنؐ کے قریب آئیں اور سوال پوچھا:

''فَاَيْنَ وَالِدَتِى خَدِيْجَةُ''

''میری ماں خدیجہؑ کہاں ہیں؟''

جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا:

''فِى قَصْرٍ لَهُ اَرْبَعَةَ اَبْوَابٍ اِلَى الْجَنَّةِ''

''وہ ایسے محل میں ہیں جس کے چار دروازے جنت میں کھلتے ہیں''۔

2۔ جنابِ خدیجہؑ کا پُر شکوہ خیمہ

ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں تھا۔ امامؑ نے اپنا پاؤں زمین پر مارا۔ زمین شق ہوئی اور میں نے اپنے آپ کو امامؑ کے ہمراہ عالمِ برزخ میں پایا۔ وہاں ایک سمندر تھا اور کنارے پر کچھ کشتیاں تھیں جو چاندی کی بنی ہوئی تھیں۔ امامؑ کشتی پر سوار ہو گئے۔ میں بھی اُنؑ کے ساتھ سوار ہو گیا اور کشتی نے حرکت کرنا شروع کر دی۔ یہ ایک ایسے مقام پر پہنچی جہاں کچھ خیمے لگے ہوئے نظر آئے۔ یہ خیمے بہت خوبصورت اور قیمتی تھے۔ امامؑ ایک خیمے میں تشریف لے گئے۔ پھر وہاں سے باہر آ گئے اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا:

''کیا مَیں جس پہلے خیمے میں داخل ہوا تھا، تم نے دیکھا تھا؟''

میں نے عرض کیا کہ جی ہاں جناب۔

امامؑ نے فرمایا: پہلا خیمہ جنابِ رسولِؐ خدا کا تھا۔ پھر دوسرے خیمے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ حضرت علی علیہ السلام کا ہے، تیسرا خیمہ جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا ہے، چوتھا خیمہ جنابِ خدیجہؑ کا ہے، پانچواں خیمہ امام حسن علیہ السلام کا ہے، چھٹا خیمہ امام حسین علیہ السلام کا ہے، ساتواں خیمہ امامِ سجاد علیہ السلام کا ہے، آٹھواں خیمہ میرے بابا امام باقر علیہ السلام کا ہے اور یہ نواں خیمہ میرا ہے۔ ہم میں سے جو بھی اِس دنیا سے رخصت ہوتا ہے، وہ یہاں اِن خیموں میں قیام کرتا ہے۔

3۔ انتظارِ خدیجہؑ برائے استقبالِ روحِ علیؑ

جب امیر المؤمنین علی علیہ السلام کو اُنیس رمضان المبارک کو ضربت لگی اور وہ بستر شہادت پر تھے، اُنؑ کے بیٹے اُنؑ کے سر کی طرف قریب بیٹھے تھے، گریہ کر رہے تھے اور

حضرت علیؑ نقاہت کی وجہ سے کبھی کبھی آنکھیں بند کر لیتے تھے۔ ایک دفعہ آپؑ نے جو آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ حسنؑ سرہانے کی طرف کھڑے رو رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں:

''ہائے میری کمر ٹوٹ گئی، میرے لئے یہ منظر دیکھنا بہت سخت ہے''۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

''یَا بُنَیَّ لَاتَجزَع اَبِیکَ بَعدِ الیَومِ، ھٰذَا جَدُّکَ مُحَمَّدٌ الْمُصطَفٰی وَجَدَّتُکَ خَدِیجَۃُ الْکُبریٰ، وَاُمُّکَ فَاطِمَۃُالزَّھرَاء،وَالْحُورُ الْعِینِ مُحَدِّقُونَ مُنتَظِرُونَ قُدُومَ اَبِیکَ،فَطِبْ نَفساً،وَقَرِّعَیناً، وَ کَفِّ عَنِ الْبُکَاء''.

''میرے بیٹے! آج کے بعد اپنے باپ کیلئے غمگین اور پریشان نہ ہو۔ آپؑ کے جد (ناناؐ) حضرتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپؑ کی جدہ (نانیؑ) جنابِ خدیجہؑ، آپؑ کی والدہ ماجدہ جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا اور جنت کی حوریں آپؑ کے باباؑ کے آنے کے انتظار میں ہیں۔ وہ اپنی آنکھیں انتظار میں اِدھر لگائے بیٹھے ہیں۔ تم اپنے آپ کو سکون دو، پریشان نہ ہو اور گریہ نہ کرو''۔

حضرت علی علیہ السلام نے جب اپنے بیٹے حسینؑ کو بھی گریہ کرتے ہوئے دیکھا تو اسی طرح اُنؑ کو بھی تسلی دی۔

4۔ جنابِ خدیجہؑ بی بی سکینہؑ کے خواب میں

واقعہ کربلا کے بعد جب بی بی سکینہؑ دختر امام حسینؑ اسیر ہو کر شام آئی ہیں تو آپؑ نے خواب دیکھا کہ آسمان سے پانچ نور کی عماریاں زمین پر آئیں۔ اُن میں سے پانچ

عورتیں باہر آئیں۔ وہ سب میری طرف آئیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ عورتیں کون ہیں؟ تو تعارف کروایا گیا کہ پہلی عورت اماں حوا، دوسری آسیہ دختر مزاحم، تیسری مریم دختر عمران اور چوتھی خدیجہؑ دختر خویلد ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ پانچویں خاتون کون ہیں جنہوں نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا ہوا ہے جو کبھی غم کی شدت کی وجہ سے بیٹھ جاتی ہیں اور پھر اُٹھ جاتی ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ فاطمہؑ دختر محمدؐ ہیں جو آپؑ کے والدگرامی کی والدہ ماجدہ ہیں۔

میں نے اپنے آپ سے کہا: خدا کی قسم! میں ابھی اس بی بیؑ کے پاس جاؤں گی اور جو جو واقعات اور حادثات مجھے پیش آئے ہیں، میں وہ سب اِنؑ کو بتاؤں گی۔ میں جلدی اور تیزی سے اُس بی بیؑ کے پاس گئی، اُنؑ کے سامنے جا کر میں نے زور زور سے گریہ کرنا شروع کر دیا۔ گریہ بھی کرتی جاتی تھی اور یہ کہتی تھی:

"یَااُمَّتَاهُ! جَحَدُوا وَاللّٰهِ حَقَّنَا ،یَامَّتَاهُ! بَدَّدُوا وَاللّٰهِ شَمْلَنَا، یَا اُمَّتَاهُ اِسْتَبَاحُوا وَاللّٰهِ حَرِیمَنَا ، یَامَّتَاهُ قَتَلُوا وَاللّٰهِ الْحُسَیْنَ اَبَانَا".

"اے میری جدہ! اے میری ماں! خدا کی قسم، ہمارے حق کا انکار کیا گیا۔ اے میری ماں! خدا کی قسم، ہمارے خاندان کو جدا جدا کر دیا گیا۔ اے میری ماں! خدا کی قسم، ہماری حرمت کا لحاظ نہ رکھا گیا۔ اے میری ماں! خدا کی قسم، میرے باباؑ کو قتل کر دیا گیا"۔

جنابِ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے جواب میں فرمایا:

"کُفِّی صَوْتَکِ یَاسَکِیْنَةُ، فَقَدْ قَطَعْتِ نِیَاطَ قَلْبِیْ، وَ اَقْرَحْتِ کَبِدِی هٰذَا قَمِیصُ اَبِیکِ الْحُسَیْنِ لَا یُفَارِقُنِیْ حَتّٰی اَلْقَی اللّٰهَ بِهٖ".

''میری بیٹی سکینہؑ! بس آگے کوئی بات نہ کہو کیونکہ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، میرا جگر چھلنی ہو گیا۔ یہ تمہارے باباؑ کی قمیص ہے جو مجھ سے کبھی جدا نہیں ہوگی، یہاں تک کہ میں خدا سے ملاقات کروں''۔

5۔ جنابِ خدیجہؑ اور اُنؑ کے ساتھیوں کی کربلا آمد

محدث خبیر محمد بن جعفر مشہدی (چھٹی صدی ہجری قمری) کتاب ''المزار الکبیر'' میں نقل کرتے ہیں:

روایت کی گئی ہے کہ سلیمان اعمش کہتے ہیں کہ کوفہ میں ایک ہمسایہ تھا جو اہلِ سنت میں سے تھا۔ میرا اُس سے زیادہ ملنا جلنا تھا۔ ایک روز میں نے اُس سے کہا کہ بتاؤ کہ زیارتِ امام حسین علیہ السلام کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

اُس نے کہا کہ یہ بدعت ہے اور بدعت گمراہی کا باعث ہے اور گمراہی دوزخ میں لے جائے گی۔

میں اُس کی اس طرح کی غیر مناسب گفتگو سے بڑا پریشان ہوا۔ اسی حالت میں اُس کے پاس سے اُٹھا اور وہاں سے چلا گیا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ صبح جلدی میں اُس کے پاس جاؤں گا اور فضائلِ امیر المؤمنینؑ بیان کروں گا تاکہ اس سے اُس کے دل پر اثر ہو اور اُس کی آنکھیں پُرنم ہوں۔

اگلے روز صبح سویرے میں اُس کے گھر کے دروازے پر پہنچا، دروازہ کھٹکھٹایا، اچانک اندر سے آواز آئی کہ وہ شخص (میرا ہمسایہ) کل شام زیارتِ امام حسینؑ کیلئے چلا گیا ہے۔ میں نے جلدی جلدی حرکت کرنا شروع کی اور زائرین امام حسین علیہ السلام کے قافلے تک پہنچ گیا۔ میں نے اپنے ہمسایہ کو وہاں پایا کہ وہ نماز پڑھنے میں مشغول تھا۔ نماز کے بعد میں نے اُس سے کہا کہ کل شام تک تو تم کہہ رہے تھے کہ زیارتِ امام حسینؑ بدعت

ہے؟اب یہ سب کچھ کیسے ہوا کہ تم عازمِ زیارتِ امام حسین علیہ السلام ہو؟

اُس شخص نے جواب دیا کہ جب تک تم میرے پاس بیٹھے تھے، میں خاندانِ رسالتؐ کے افراد کی امامت پر یقین نہیں رکھتا تھا، جب تم میرے پاس سے اُٹھ کر چلے گئے تو میں سو گیا۔ میں نے ایسا خواب دیکھا کہ میں ڈر گیا اور میں اپنے پہلے عقیدہ سے بدل گیا۔

میں نے پوچھا کہ تم نے کیا خواب دیکھی؟

اُس نے کہا کہ میں نے خواب میں ایک بہت شان و شوکت والے گھوڑے سوار کو دیکھا جس کی یہ خوبیاں تھیں:

اُس سوار کے آگے آگے ایک اور گھوڑے سوار تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ سوار کون ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ پیغمبرؐ اسلام ہیں اور جو آگے آگے ہیں، وہ علی علیہ السلام ہیں۔ اُس وقت میں نے اپنی آنکھیں اوپر اُٹھائیں اور ایک عجیب منظر دیکھا جیسے ایک نورانی شتر ہے۔ اُس پر دو پردہ دار خواتین بیٹھی ہیں۔

میں نے پوچھا کہ یہ شتر اور اس پر سوار خواتین کون ہیں؟

مجھے یہ جواب دیا گیا:

"لِخَدِیْجَةُ بِنْتِ خُوَیْلِدُ وَفَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ".

"یہ پردہ دار خواتین خدیجہؑ بنت خویلد اور فاطمہؑ بنت محمدؐ ہیں اور یہ اونٹ اُنؑ کا مال ہے"۔

ایک جوان اُنؑ کے ہمراہ تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ جوان کون ہے؟

جواب دیا گیا کہ یہ حسنؑ بن علیؑ ہیں۔

میں نے پوچھا کہ یہ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ مظلوم شہیدِ کربلا حسینؑ ابن علیؑ کی قبر کی زیارت کیلئے جا رہے ہیں۔

میں نے اچانک آسمان کی طرف نگاہ کی، دیکھا کہ آسمان سے کچھ امان نامے زمین کی طرف گر رہے ہیں۔ یہ امان نامے خدا کی طرف سے شبِ جمعہ زائرین امام حسینؑ کیلئے تھے اور آتش جہنم سے امان تھے۔ اس دوران ایک ندا دینے والا ندا دے رہا تھا:

''آگاہ ہو جاؤ، ہم اور ہمارے شیعہ جنت میں اعلیٰ مقام پر ہوں گے''۔

اے سلیمان! اس خواب کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ آخر عمر تک ہرگز زیارتِ کربلا کو ترک نہیں کروں گا اور اس مقدس مقام سے ہرگز جدا نہیں ہوں گا''۔

قیامت کے روز مقامِ خدیجۂ

بہت سی روایات کے مطابق، جنابِ خدیجہؑ کی اسلام دوستی اور اسلام کی خاطر بے پناہ قربانیوں اور رنج و تکالیف اُٹھانے کی وجہ سے قیامت کے روز ایک عالیشان مقام ہوگا۔ چند ایک روایات یہاں بیان کی جارہی ہیں۔

1۔ جنابِ خدیجہؑ مقامِ اعراف پر

قیامت کے روز جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں جارہے ہوں گے تو ایک بہت بڑا ہجوم مقامِ اعراف پر سرگرداں اور حیران و پریشان ہوگا۔ (اعراف، عَرَف سے ہے جس کے معنی ہیں بلند، یا اس کے معنی شناخت کے ہیں جہاں لوگ دوست اور دشمن کو پہچانیں گے)۔ حقیقت میں اعراف بہشت اور دوزخ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جو ان کو آپس میں جدا کرتا ہے۔ ان کے درمیان ایک قسم کا پردہ ہے۔ یہاں تمام اولیاء اللہ اعلیٰ مقام پر ہوں گے۔ لوگ ایک دوسرے کی آوازوں کو سنیں گے لیکن ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکیں گے۔ اس مقام پر شفاعت کرنے والے اولیاء اللہ تمام جنتیوں اور دوزخیوں کے چہروں کو پہچانیں گے اور اہل نجات کو اُس مشکل مقام سے عبور کروادیں گے۔

قرآن مجید میں بھی سورۂ اعراف آیت 46، 47 پر اس کا ذکر اس طرح ہوا ہے:

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ. وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ اَصْحٰبِ النَّارِ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ.

''اور ان دونوں (گروہوں) کے مابین آڑ ہوگی اور اُس کی چوٹیوں پر ایسے لوگ ہوں گے جو ہر ایک کو اِن کی پیشانیوں سے پہچانتے ہوں گے اور وہ جنت والوں کو آواز دے کر یہ کہیں گے کہ تم پر سلام ہو۔ وہ خود ابھی اس میں نہ پہنچے ہوں گے، حالانکہ راغب ہوں گے اور جس وقت اُن کی نظر جہنم والوں کی طرف پھرے گی تو عرض کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ظالم لوگوں کے ساتھ نہ رکھیو''۔

ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ جنتیوں اور دوزخیوں کے درمیان حجاب سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ یہ ایک گزرگاہ ہے جو بلند مقام پر ہے اور یہ جنت اور دوزخ کے درمیان ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

''قَائِمٌ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ وَعَلِيٌّ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَ فَاطِمَةَ وَخَدِيْجَةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، فَيُنَادُوْنَ اَيْنَ مُحِبُّوْنَا؟ اَيْنَ شِيْعَتُنَا؟ فَيُقْبِلُوْنَ اِلَيْهِمْ، فَيَعْرِفُوْنَهُمْ بِاَسْمَائِهِمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَائِهِمْ''۔

''اُس اعراف کے مقام پر حضورؐ پاک، علی مرتضٰیؑ، حسنؑ مجتبٰی، حسینؑ شہیدِ کربلا، جنابِ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور جنابِ خدیجہؑ ہوں گے اور پکار کر کہیں گے کہ ہمارے شیعہ کہاں ہیں؟ ہمارے دوست کہاں ہیں؟ اُنؑ کے شیعہ اور دوست اُنؑ کی طرف چل پڑیں گے۔ وہ اپنے شیعوں اور دوستوں کو اُن کے ناموں اور اُن کے والد کے ناموں سے جانتے ہیں۔ وہ اپنے شیعوں اور دوستوں کے ہاتھ پکڑیں گے اور اُن کو مقامِ اعراف اور پل صراط سے عبور کروائیں گے اور جنت کی طرف روانہ کر دیں گے''۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جنابِ خدیجہؑ قیامت کے روز پیغمبرؐ خدا کے ہمراہ ہوں گی۔ وہ مقامِ اعراف پر علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے ساتھ ہوں گی، اپنے محبوں اور دوستوں کی شفاعت کریں گی۔ وہ وہاں پر اعلیٰ مقام پر ہوں گی اور یہ اعلیٰ مقام صرف شفاعت کرنے والوں ہی کیلئے مخصوص ہے۔

2۔ جنابِ خدیجہؑ جنت میں آگے آگے

امام محمد باقر علیہ السلام پیغمبرؐ خدا سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن آئے گا، نبیوں اور رسولوں کیلئے نور کے منبر لگائے جائیں گے اور یہ منبر قیامت کے روز بلند ترین منبر ہوں گے۔ اسی طرح اوصیاء کیلئے نوری منبر لگائے جائیں گے اور اُن منبروں میں علی علیہ السلام کا منبر سب سے بلند اور نمایاں ہوگا۔ اسی طرح پیغمبرؐ خدا کے فرزندوں حسنؑ اور حسینؑ کیلئے بھی نوری منبر لگائے جائیں گے جو سب سے زیادہ شان و شوکت والے ہوں گے۔ میں، علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ خدا کے حکم کے تحت خطبہ پڑھیں گے۔

اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام ندا بلند کریں گے:

فاطمہ بنت محمدؐ کہاں ہیں

خدیجہؑ بنت خویلد کہاں ہیں

مریم بنت عمران کہاں ہیں

آسیہ بنت مزاحم کہاں ہیں

اُم کلثوم مادرِ یحییٰ بن ذکریا کہاں ہیں

تمام کھڑے ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو مخاطب کر کے فرمائے گا:

''اے اہلِ محشر! آج بزرگی و کبریائی کس کی ہے؟''

پیغمبرؐ خدا، علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ فرمائیں گے:

'آج بزرگی و کبریائی اُسی خدائے یکتا کی ہے جو سب سے زیادہ طاقت والا ہے'

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

''اے اہلِ محشر! میں نے سب سے بلند مقام محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کیلئے قرار دیا ہے۔ اپنے سروں کو نیچے کرلو۔ اے اہلِ محشر! اپنی آنکھوں کو بند کرلو کیونکہ یہ فاطمہؑ ہیں جو یہاں سے گزر کر جنت کی طرف جارہی ہیں''۔

جبرئیلؑ جنت کے خوبصورت شتروں (اونٹوں) میں سے ایک شتر لائیں گے۔ فاطمہؑ اُس پر سوار ہوں گی۔ ایک لاکھ فرشتے دائیں جانب اور ایک لاکھ فرشتے بائیں جانب اور ایک لاکھ فرشتے اپنے پروں کو اُس شتر کیلئے پھیلائیں گے تاکہ اُن کو بہشت کے دروازے تک پہنچادیں۔

اُس وقت جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا بارگاہ خداوندی میں عرض کریں گی کہ اے میرے پروردگار! اہلِ محشر کو میرا مقام دکھادے۔

خدا فاطمہؑ سے فرمائے گا کہ اُٹھو! جو بھی تمہارے دوستوں میں سے ہے یا تمہاری اولاد کے دوستوں میں سے ہے، اُس کا ہاتھ پکڑو اور انہیں جنت میں داخل کردو۔

امام باقر علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ خدا کی قسم! جناب فاطمہؑ اپنے شیعوں اور

دوستوں کو اہلِ محشر سے اس طرح جدا کرلیں گی جس طرح مرغی ڈھیر دانوں میں سے پاک و پاکیزہ دانوں کو اُٹھالیتی ہے اور اُن کی شفاعت کریں گی اور اُن کو جنت میں داخل کریں گی۔

حدیث میں آیا ہے کہ آسیہؑ ، مریمؑ اور خدیجہؑ جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے آگے آگے ایسے ہوں گی جیسے حفاظتی دستہ۔

3۔ خدیجہؑ ستر ہزار پرچم دار فرشتوں کے ہمراہ

امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک روز پیغمبرؐ خدا، جنابِ فاطمہؑ کے پاس آئے اور اُن کو غمگین پایا۔ اس کی وجہ پوچھی تو فاطمہؑ نے عرض کی کہ مجھے قیامت کی یاد آئی اور اہلِ محشر کی عریانی کا خیال آیا، اس واسطے غمگین ہوگئی ہوں۔

پیغمبرؐ خدا نے فرمایا: ہاں! وہ بہت بڑا دن ہوگا لیکن جبرئیل نے مجھے اطلاع دی ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ اُس دن میں اسرافیل کو تین عالیشان نوری لباس دے کر فاطمہؑ کے پاس بھیجوں گا۔ وہ تمہارے پاس آئے گا اور کہے گا: اے فاطمہؑ! یہ لے لیں اور پہن لیں۔ اس کے بعد ستر ہزار حوریں تمہارے پاس آئیں گی اور تمہیں دیکھ کر خوش ہوں گی۔ تم اُن حوروں کے ہمراہ اور بہت سے فرشتوں کے ہمراہ قبر سے نکلو گی اور جنت کی طرف روانہ ہو جاؤ گی۔ راستے میں مریم ستر ہزار حوروں کے ساتھ ملیں گی اور تمہیں سلام کریں گی اور تمہارے ساتھ ہو جائیں گی:

"ثُمَّ تَستَقبِلُکِ اُمُّکِ خَدِیجَةُ بِنتُ خُوَیلِدٍ، اَوَّلُ المُؤمِنَاتِ بِاللّٰهِ وَبِرَسُولِه، وَمَعَها سبعُونَ اَلفَ مَلَکٍ بِاَیدِیهِم اَلوِیَةُ التَّکبِیرِ"۔

"پس تمہاری والدہ خدیجہ بنت خویلد جو سب سے پہلے اللہ اور اس کے رسولؐ

ایمان لائی تھیں، ستر ہزار فرشتوں کے ہمراہ تمہارا استقبال کریں گی۔ اُن فرشتوں کے پاس ہر ایک کے ہاتھ میں پرچم تکبیر ہوگا (پرچم پر اللہ اکبر لکھا ہوگا)۔

اسی طرح حوا اور آسیہؑ ستر ستر ہزار حوروں کے ہمراہ آئیں گی اور تمہارے ساتھ ہو جائیں گی، یہاں تک کہ تم اکٹھے میدانِ محشر تک پہنچو گی۔ منادیٔ خدا، عرش کے نیچے سے اہلِ محشر کو حکم دے گا کہ اے اہلِ محشر! اپنی گردنوں کو جھکا دو اور اپنی آنکھیں بند کر لو تا کہ فاطمہؑ بنت محمدؐ عبور کر لیں۔ وہ اپنی آنکھیں بند کر لیں گے۔

اُس دن حوا، تمہاری والدہ کے ہمراہ تم سے آگے آگے ہوں گی۔ پھر ایک نورانی منبر لایا جائے گا جس پر تم سوار ہوگی۔ جبرئیلؑ تمہارے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے:

''آپؐ کی کیا حاجت ہے؟''

اُس وقت تم خاندانِ نبوتؐ کے ظالموں سے اپنا حق طلب کرو گی۔ خدا اُن سب کو دوزخ میں ڈال دے گا۔

جبرئیل علیہ السلام دوبارہ آئیں گے اور عرض کریں گے:

''اگر اور کوئی حاجت ہے تو بتائیں!''

تم کہو گی: ''پروردگار! میرے شیعوں کی، میرے شیعوں کے چاہنے والوں کی، میرے بیٹے کے شیعوں کی، میرے بیٹے کے شیعوں کو چاہنے والوں کی حاجت روائی فرما''۔

جواب آئے گا کہ میں نے اُن کو بخش دیا ہے۔ جو کوئی تجھ سے توسّل رکھتا ہے اور تجھ سے مدد کی درخواست کرتا ہے، وہ تیرے ہمراہ شان و شوکت کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا''۔

خدا اور تمام مخلوق کا خدیجہؑ پر سلام

اے خدیجہؑ! خدائے بزرگ کے ہزاروں درود و سلام تجھ پر اے خاتونِ باوفا،

اے خاتونِ باصفا، اے ایثاروقربانی کا مجسمہ! تجھ پر پیغمبروں کی طرف سے، اماموں کی طرف سے، شہداء اور اولیاء کی طرف سے، ہم سب کی طرف سے ہزاروں درود و سلام ہوں۔ تو نے دشمنانِ اسلام کے خلاف پائیداری دکھا کر، عظیم قربانیاں دے کر اور بے انتہا مصائب برداشت کر کے عورت کے چہرے کو ہمیشہ کیلئے درخشاں کر دیا۔ تو صدق و وفا کا نمونہ تھی۔ تو نے جہان کی عورتوں کو عزت بخشی۔ تیرے لئے یہی اعزاز کافی ہے کہ تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریک حیات تھی اور جنابِ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی والدہ تھی۔ تو علیؑ کی زوجہ کی والدہ تھی اور بارہ اماموں کی جدہ تھی۔

تجھ پر ہزاروں سلام
تجھ پر ہزاروں درود

''اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَامَنْ اَنْفَقَتْ مَالَهَا فِی نُصْرَةِ سَیِّدِالْاَنْبِیَاءِ وَنَصَرْتِهُ مَااسْتَطَاعَتْ، وَدَافَعَتْ عَنْهُ الْاَعْدَاءَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَامَنْ سَلَّمَ عَلَیْهَا جِبْرَئِیْلُ وَبَلَّغَهَاالسَّلَامَ مِنَ اللّٰهِ الْجَلِیْلِ، فَهَنِیْئاً لَکِ بِمَااَوْلَاکِ اللّٰهُ مِنْ فَضْلٍ''.

''سلام تجھ پر جس نے اپنی تمام دولت سیدؐ الانبیاء کی نصرت میں خرچ کر دی اور اپنی توانائی کی آخری حد تک اُن کی حمایت کرتی رہی۔ دشمنوں کی چالوں اور نقصان سے اُن کو بچاتی رہی۔

سلام تجھ پر جس پر جبرئیلؑ بھی سلام بھیجتے رہے اور خدائے بزرگ کا سلام بھی پہنچاتے رہے۔ تجھ کو یہ سارے امتیازات اور افتخارات مبارک ہوں۔ اللہ نے تجھے دوسروں

پر فضیلت دی ہے''۔

پروردگار! عظمت و مقامِ خدیجہؓ کا واسطہ! ہمیں اُنؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور قیامت کے روز ہمیں اُنؓ کی شفاعت نصیب فرما۔

آمین یارب العالمین۔

جنابِ خدیجہؑ کو خراجِ عقیدت

(شاعرِ اہلِ بیتؑ جناب شوکت رضا شوکت کے قلم سے)

کون بھولے ، بھلا پیغام ، خدیجہؑ تیرا
دل کی دنیا پہ رقم نام ، خدیجہؑ تیرا
تیری دولت نے دیا دین محمد کو فروغ
اب بھی مقروض ہے اسلام ، خدیجہؑ تیرا

۞۞۞

حیا کی کیوں نہ لکھوں انجمن خدیجہؑ کو
سلام کرتے ہیں جب پنجتنؑ خدیجہؑ کو
سمجھ کے محسنۂ دیں رسولِ اکرم نے
دیا ہے اپنی عباء کا کفن خدیجہؑ کو

۞۞۞

حشر تک انسانیت کا اِرتقاء مقروض ہے
جس کے سب مقروض ہیں وہ مصطفیٰؐ مقروض ہے
اَقرِضُوا کے حکم سے یہ بات ثابت ہوگئی
آدمیت کیا! خدیجہؑ کا خدا مقروض ہے

جنابِ خدیجہؑ کو خراجِ عقیدت

(حمادِ اہلِ بیتؑ جناب محسن نقوی شہید کے قلم سے)

چمکا ہے کچھ ایسے مہ و اختر ترے گھر کا
جبرئیلِ امیں بھی ہے گداگر ترے گھر کا
فیضانِ نظر سب پہ برابر ترے گھر کا
مقروض ہے خود دین پیمبرؐ ترے گھر کا

میں سوچتا رہتا ہوں کہ تو کون ہے کیا ہے؟
بی بی ترا داماد "نصیری" کا خدا ہے

انسان ہے انسان شرافت کی بدولت
زندہ ہے شرافت بھی شریعت کی بدولت
قائم ہے شریعت بھی رسالتؐ کی بدولت
پھیلی ہے رسالت تری دولت کی بدولت

کس درجہ اَٹل رشتۂ ایمان ہے تیرا
توحید پہ کتنا بڑا احسان ہے تیرا

توحید کے دنیا میں نگہبان بہت ہیں
اب دیں کی حفاظت کے بھی سامان بہت ہیں
احساں ترے سرمایۂ عمران بہت ہیں
تو کیا تری اولاد کے احسان بہت ہیں

یہ کم تو نہیں جو تری بیٹیؑ نے کیا ہے
دَم توڑتے اسلام کو شبیرؑ دیا ہے

پائندہ ترے دم سے نبوت کا حشم ہے
تو محسنۂ زندگیِ شاہِ اُمم ہے
محفوظ جہاں تیرا ہراِک نقش قدم ہے
مجھ کو اُسی شعبِ ابی طالب کی قسم ہے

تو شمعِ رسالتؐ کا وہ فانوس بنی ہے
اب تک تری چادر سرِ انساں پہ تنی ہے

ایماں کو مصیبت سے بچاتی رہی تو بھی
اسلام کو دامن میں چھپاتی رہی تو بھی
باطل کے خدوخال مٹاتی رہی تو بھی
آندھی میں چراغ اپنا جلاتی رہی تو بھی

جب تک یہ زمانہ یونہی پرواز کرے گا
اسلام ترے نام پہ سَو ناز کرے گا

رُتبے میں کہاں کوئی ہوا تیرے برابر؟
کیونکر کوئی کہلائے گا آخر ترا ہمسر
حیدرؓ تیرا داماد محمدؐ تیرا شوہر
حسنینؓ نواسے ہیں تو زہراؓ تری دختر

دوزخ ترے دشمن کیلئے گرم ہُوا ہے
جنت تری نعلین اُٹھانے کا صلہ ہے

پوچھا تری تاریخ کے ہردَور سے ہم نے
یہ بھید بھی پایا نہ کسیؔ اور سے ہم نے

دیکھی نہیں مائیں کبھی اس طور سے ہم نے
دیکھے جو تری لختِ جگر غور سے ہم نے
ہر مردِ جری عکسِ اَب وَجد نظر آیا
''ہر فرد ترے گھر کا محمدؐ نظر آیا''

گر تیری اجازت ہو تو اِک عرض ہے سرکار
بیٹی تری جھٹلائی گئی کیوں سرِ دربار؟
کیوں لاشِ حسنؑ پر ہوئی تیروں کی بوچھاڑ؟
زینبؑ کی رِدا چھن گئی، وہ بھی سرِ بازار؟
کیوں تیرے گھرانے پہ ستم اِتنا ہوا ہے؟
اِتنی بڑی خدمت کا یہی اَجر ملا ہے؟

تاراج ہوا تیری اُمیدوں کا چمن کیوں؟
پامال ہوئے ریت پہ معصوم بدن کیوں؟
شبیرؑ کی میّت رہی بے گوروکفن کیوں؟
زینبؑ پسِ گردن ہوئی مجروحِ رَسن کیوں؟
معصوم سکینہؑ کو کفن کیوں نہ ملا تھا؟
کیا یہ بھی فقط تیری مشقت کا صلہ تھا؟

انجینئر سید علی شیر نقوی صاحب کی ترجمہ نگاری کچھ عرصہ سے جاری ہے۔
اس سے پہلے آپ نے علی علیہ السلام کے فضائل پر مبنی بہترین کتاب
''آفتاب ولایت'' کا ترجمہ کیا ہے۔ یہ کتاب ایران میں
مقبول ترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ اور لاکھوں انسانوں نے اس کو
فارسی زبان میں ہی پڑھا ہے۔ اب خدا کے فضل سے یہ اردو زبان میں
دستیاب ہے۔ اس طرح مترجم موصوف نے

''آرزوئے جبرئیلؑ''

کا ترجمہ کیا ہے۔ جو درسِ اخلاق اور کردار سازی پر عمدہ کتاب ہے۔ اس
کتاب میں مؤلف نے حضرت جبرئیلؑ سردارِ ملائکہ کی ان آرزوؤں کو
اکٹھا کر دیا ہے۔ جن کے بارے میں جبرئیلؑ یہ کہتے ہوئے نظر آتے
ہیں:

''اے کاش میں بشر ہوتا''

ادارہ منہاج الصالحین کو فخر ہے کہ انہوں نے مترجم موصوف جناب سید
علی شیر نقوی صاحب کی مندرجہ بالا دونوں کتابوں کو زیورِ اشاعت سے
مزین کیا ہے۔ دعا ہے کہ پروردگار نقوی صاحب کو مزید توفیق عطا
فرمائے۔

(سربراہ ادارہ منہاج الصالحین، لاہور)۔

آرزوئے جبرئیلؑ

تالیف

حجۃ الاسلام میرزا باقر الحسینی

ترجمہ

سید علی شیر نقوی

ادارہ منہاج الصالحین لاہور

ادارہ منہاج الصالحین لاہور